اللہ

اور

کائنات

مولانا علی حیدر

مطبع شمس کراچی

باسمہٖ سبحانہٗ

شمس کراچی کے تاریخی سلسلہ

"تاریخ ائمہ" از مولانا سید علی حیدر

کی پیشکش

اللہ اور کائنات

"کتاب ایک نظر میں"

عدم ... ... پہلی مخلوق

نورِ محمدی ... ... دوسرے انبیاء

عالمِ ذر ... ... خلقتِ ارض

افلاک ... ... سورج چاند تارے

جنات و نسناس ... ... حضرت آدم کا پیکر

آدم کا سجدہ ... ... شیطان کا تکبر

آدم و حوا کا داخلہ جنت ... شیطان کی کوشش

اور اُن کی واپسی

پتہ

مطلع شمس

ناظم آباد ⅟₂ کراچی

طبع اوّل دسمبر ۱۹۶۰ء

ہدیہ دو روپیہ

(مطبوعہ:- انٹرنیشنل پریس کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیشک اس خدا کے نام سے اس کام کو شروع کیا جا رہا ہے جو بہت ہی مہربان اور بڑا رحم والا ہے۔

اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کی رحمت کی وجہ سے یہ دُنیا عدم سے وجود میں آئی۔ جس نے دنیا کی تاریکی دُور کرنے کے لئے نور پیدا کیا۔ اس کی ویرانی کو آبادی اور چہل پہل سے ختم کیا۔ اس میں مخلوقات کو آباد کیا اور ان کی گمراہی کو اپنی ہدایت کے سلسلہ کے ذریعہ سے دُور کیا۔

اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور عقل جیسی چیز دی جس سے دوسری مخلوق محروم ہیں۔ اور پھر اس نے انسان کی ہدایت کے لئے بڑے اچھے اچھے نبی بھیجے اور آخر میں ان سب کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ کو ہمارا نبی بنایا اور ان کی ذات سے دنیا میں برائی کو کم اور نیکیوں کو زیادہ کیا۔ اس نے رسول اکرمؐ کے جانے کے بعد بھی اسلام کو بے سہارا نہ چھوڑا اور اسی کے فضل وکرم سے اس چودہ سو برس میں دین اسلام کی وہ حالت نہ ہوئی جو دوسرے نبیوں کے جانے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں ہو گئی تھی۔

رسُول کے بعد اس نے ایسے لوگ پیدا کئے جن کے ذریعہ اس دین کی

حفاظت کا انتظام ہوتا رہا اور جنہوں نے کلام الٰہی کے مطابق دینِ اسلام کی حفاظت کی۔ اور اسلام کو بہت سی باتوں سے بچایا۔

پھر اس نے ایسے علماء کو بھی پیدا کیا جو دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور انھوں نے اپنی زندگی اسی کام میں صرف کر دی۔ ورنہ دوسری اُمتوں کے علماء نے دین خدا کو اس طرح مسخ کیا کہ ان کی شکل کفر سے مل گئی۔ ان ہی علماء کی رسول خدا نے بنی اسرائیل کے انبیاء سے مثال دی ہے اور فرمایا ہے کہ علماءُ اُمّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل۔ خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ ایسے علماء پیدا کئے جن کی تحریریں دین کے تحفظ و بقا کے لئے ہمیشہ مددگار ہوئیں ان علماء دین نے ہر قسم کی تکلیف اور اذیت اسلام کی خاطر برداشت کی اور ان ہی کے قلم کی روشنائی کو خدا نے شہداء راہِ حق کے خون پر افضلیت دی ہے۔

جن لوگوں نے خدمت اسلامی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور اپنے قلم سے مسلسل جہاد کرتے رہے ان میں مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ کی ذات کبھی بھلائی نہیں جا سکتی۔ یہ خدا کی خاص مہربانی ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ۱۵ سال سے ۷۵ سال کی عمر تک مسلسل قلمی خدمات انجام دیں۔

موصوف ہی کی نگارشات میں سے کتاب "تاریخ آئمہ" ہے جو تمام انبیاء کرام ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور ائمہ اطہار کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور کراچی یونیورسٹی نے بہت پسند کیا اور یونیورسٹی کے لئے منتخب کر لیا۔ اب خدا کے فضل سے اس کتاب کو کافی اضافہ اور پورے اہتمام کے ساتھ مطابع شمس، شائع کر رہا ہے

تاکہ یہ ہر دو یونیورسٹی کی طرح ہر گھر کے لئے دینی نصاب کا کام دے اور اس کے ذریعہ ہر شخص کو خدا کی عجیب وغریب قدرت وانتظام اور ہر زمانہ کے حالات کا پتہ چلتا رہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد بنائے اور یہاں سے بہتر سے بہتر چیزیں شائع ہوکر مومنین تک پہنچتی رہیں۔

والسلام

احقر آغا جعفر

۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ ۲۶ر نومبر ۱۹۶۰ء

خدا کا شکر

اللہ کی یہ بہت بڑی مہربانی ہے کہ اس نے ہم کو یہ بھی بتا دیا کہ اتنی بڑی کائنات کیوں بنائی گئی - یہ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں وہ اتنی بڑی ہے کہ صرف آباد حصہ میں ...... لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں انسان رہتے ہیں اور اس زمین سے کروڑوں میل دور اتنا بڑا سورج ہے کہ زمین اگر سورج پر پہنچا دی جائے تو جس طرح گیند پر ایک چیونٹی چلتی ہے اسی طرح زمین سورج پر ہو گی - اور پھر اس سورج سے بڑے بڑے دوسرے ستارے اور اتنی بڑی فضا اس خدا نے بنائی جس کی گہرائی اور دوری کا ابتک جو پتہ چل چکا ہے اس کا تصور بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے اور پھر بھی یہ پتا نہیں کہ جس کائنات کا اب تک پتہ چل چکا ہے وہ عالمین کے مقابلہ میں کتنی مختصر ہے ان تمام چیزوں کو بیان کرنا ان کے فاصلہ کا پتہ چلانا کسی کے بس کی بات نہیں ہے لیکن خدا ہمیں یہ تک بتا دے رہا ہے کہ ان کو پیدا کرنے میں اس کی کیا غرض تھی اور کیوں پیدا کیا۔

وہ زمانہ جب کچھ نہ تھا

یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ زمین نہیں بنی تھی اور آج فضا میں جس جگہ یہ زمین ہے وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ یہ سورج کا دہکتا ہوا گولا جہاں ہے وہ جگہ خالی تھی وہاں کچھ نہ تھا یہ ستارے جہاں ہیں یا جن جن مقامات میں یہ سیر کرتے ہیں یہ سب کچھ نہ تھا۔ بلکہ وہ کائنات جس میں یہ ہزاروں لاکھوں ستارے چاند، سورج آسمان اور زمین ہیں کچھ بھی نہ تھی اور یہ تمام آسمان جو ہمارے چاروں طرف ہے جس کو دوسرا آسمان ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے کوئی شئی نہ تھا۔ نہ اس دوسرے آسمان کے اوپر والا تیسرا آسمان تھا نہ چوتھا پانچواں چھٹا اور نہ ساتواں آسمان کوئی چیز ہی نہ تھی۔ ہماری عقل کے لئے بہت مشکل ہے کہ یہ تصور کریں کہ کچھ بھی نہ تھا لیکن یہ اسی وقت کا ذکر ہے جب یہ تمام چیزیں جن کو ہم دن میں یا رات کو اپنی آنکھوں سے یا آلات سے دیکھتے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں ان کا وجود بالکل نہ تھا جس جگہ اب یہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں وہ جگہ خالی تھی بالکل خالی اور ان تمام آسمانوں کے اوپر جو بہت بہت دور کرسی ہے۔ اس کا بھی وجود نہ تھا اور نہ وہ عرش تھا کہ جس کی بلندی کا تصور ہم کسی ذریعہ سے نہیں کر سکتے ہیں یہ کوئی چیز بھی نہ تھی۔

ان تمام چیزوں کا تصور اپنے ذہن سے نکال دیا جائے ہر مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے کے زمانہ پر توجہ کی جائے جب عالمین کا ایک ذرہ بھی نہیں بنا تھا جب اوند تو اور ہوا کا وجود بھی نہیں تھا جب کسی قسم کی چیز نہ تھی نہ ذرات تھے اور نہ کوئی گیس نہ پانی نہ اور کوئی مخلوق۔

جب ہم سوچتے ہیں کہ یہ سب کچھ بھی نہ تھا اس وقت ہمارے ذہن میں

ساتھ ہی ساتھ ایک تصور ضرور آتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی لیکن پھر بھی کچھ تو تھا ضرور۔ یعنی جتنی چیزوں کا انکار... کیا جائے ہماری عقل ہمارا دماغ کتنا ہی زور صرف کرے کہ کچھ بھی نہ تھا کوئی مادہ نہ تھا۔ کوئی دکھائی دینے والی یا محسوس ہونے والی چیز نہ تھی پھر بھی جس وقت دماغ ہر ممکنہ چیز کو جدا کرتا ہے تو ایک تصور ضرور باقی رہتا ہے کہ کچھ نہیں تھا۔ پھر بھی کچھ تو ضرور رہا ہوگا۔ کیوں کہ جب انسان ان مخلوقات کا تصور اپنے دماغ سے جدا کرنا شروع کرتا ہے اور ہر چیز کو نکال دیتا ہے جو اس کا دماغ سوچ سکتا ہے اس کے بعد اس کے ذہن پر اور اسکی عقل پر ایک اثر باقی رہتا ہے کہ لیکن کچھ تھا ضرور۔

ابتدار عالم کا جو بھی تصور ہو ہمارے ذہن میں سب سے پہلی چیز کا جیسا بھی تصور ہو اس کو بالکل دور کر دیا جائے ہمارے دماغ میں سب سے پہلی چیز ذرہ کا تصور آئے یا پانی کا یا وہ جو چیز بھی ہو لیکن سب سے پہلی چیز جس کا ہم تصور کریں اس کو سوچنے کیساتھ یہ سوچیں کہ ایک وقت میں وہ بھی نہ تھا یعنی جب ہم اس چیز کا تصور کرینگے جو سب سے پہلے تھی تو یہ مختلف صورتوں سے ہمارے دماغ میں آئے گی۔ یا تو ہم سوچیں گے کہ سب سے پہلے ذرہ تھا۔ یعنی صرف ذرہ ہی ذرہ تھا اور کچھ نہ تھا یا سوچیں گے کہ ہوا تھی اور ہوا کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی یا پانی تھا اور صرف پانی ہی پانی تھا اور پھر اس اول مخلوق کے متعلق سوچیں کہ ایک وہ بھی وقت تھا کہ جب وہ بھی نہ تھا اس ابتدائی چیز کو بھی اپنے ذہن سے نکالنے کی کوشش کریں تو ہماری عقل

بول اُٹھے گی کہ وہ چیز تو نہ تھی لیکن پھر بھی ایسا نہیں تھا کہ کچھ نہ ہو کیونکہ یہ اوّل چیز کا وجود ہی عقل کو بتاتا ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ نہ کچھ تو تھا ہی ۔ وہ ذرّہ بھی نہ تھا ہوا بھی نہ تھی پانی بھی نہ تھا لیکن تھا ضرور یعنی صرف ایک وجود کا تصوّر آئے گا۔ کسی چیز کا ہم تصوّر نہ کریں گے لیکن پھر بھی ایک ایسی چیز کا احساس ہوگا جس کی کوئی شکل نہ ہوگی لیکن ہوگی ضرور ۔ اگر یہ کسی شکل میں ذہن میں آئے تو ہم اس کو بھی کہیں گے کہ دماغ سے نکال دیا جائے پھر بھی ایک وجود کا اور کسی چیز کا ہونا عقل تسلیم کرے گی جو وجود محض ہوگی اور اسی کو خدا کہتے ہیں ۔

اسی بات کو امام جعفر صادقؑ نے اس طرح بتایا کہ تمھارے دماغ میں جو جو شکلیں خدا کے متعلق آرہی ہیں بس یہ سمجھ لو کہ وہ خدا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ایک ذات ہے اسی کو بالفاظ دیگر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ہم دُنیا کے وجود کے متعلق سوچیں اور یہ سوچتے جائیں کہ سب سے پہلے یہ عالم اس شکل میں تھا اس سے پہلے یہ شکل تھی اس سے پہلے یہ شکل تھی اب جتنی شکلیں ہمارے دماغ میں آتی جائیں ہم اس سے پہلے کا تصوّر کریں اب جو بھی تصوّر آئے یہ فوراً سوچیں کہ ایک وقت میں وہ بھی نہ تھا تو اس سوچنے میں ہماری عقل ایک آخری منزل پر رُکے گی اور اس کے بعد ہم اس سے پہلے کسی کیفیت کا تصوّر نہیں کر سکیں گے کیونکہ ہم پوری کوشش کرکے جس آخری شکل کو اپنے دماغ میں لائے تھے اس کو بھی نکال دینا پڑا تو اب یہاں ہماری عقل مدد دے گی کہ جب ہر وہ چیز جس کا ہم تصوّر

ہے تو لیکن پتہ نہیں کیسا ہے ...... ہے بھی ضرور ورنہ یہ نئی نئی چیزیں یہ آسمان و زمین جو کسی نہ کسی وقت بالکل نئی چیزیں تھیں کون بناتا کوئی ہے ضرور جو سارے عالم کا انتظام کر رہا ہے۔ ورنہ اتنا بڑا انتظام کیسے ہوتا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے ایک دفعہ پوچھا کہ اے موسیٰ تمھارا خدا سوتا بھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کہا اے خدا ان بیوقوفوں کی باتوں کو تو خوب جانتا ہے فرمایا موسیٰؑ ابھی تم کو بتا دیتا ہوں حکم ہوا کہ تم ایک شب و روز سونا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نہیں سوئے اس کے بعد خدا نے ایک فرشتے کی معرفت دو شیشیاں بھیجیں اور حکم دیا کہ دونوں کو دونوں ہاتھوں میں رات بھر لئے رہنا اور سونا نہیں ایسا نہ ہو ٹوٹ جائے حضرت موسیٰؑ نے ہر چند کوشش کی پر نیند آئی اور دونوں شیشیاں ٹکرا کر ٹوٹ گئیں اس وقت خطاب ہوا موسیٰؑ تم سے نیند میں دو شیشیاں نہ سنبھل سکیں ...اگر میں سو جاؤں تو سارے عالم کی نگہداشت کون کرے گا۔

بہرحال تو ہماری عقل ہی خدا کے سمجھنے میں بہت بڑی مددگار ہے اس لئے یہ یقین ہے ...... کہ بہت صحیح فرمایا گیا ہے کہ خدا نے عقل کو ہم سب سے پہلے بنایا یعنی وہ کسی چیز کے ذریعہ سے نہیں بنی بلکہ خدا کی براہ راست مخلوق ہے۔ ہمارا جسم تو کچھ نہ کچھ چیزوں کے ذریعہ سے بنا ہے اس لئے اوّل مخلوق نہیں کیونکہ جسم دنیا کی غذاؤں سے بنا ہے اور غذائیں مٹی سے لہٰذا اس کی خلقت دنیا کی غذاؤں کے بعد ہوگی اور غذا مٹی کے بعد ہوگی براہِ راست نہ ہوگی بلکہ اس کے لئے ذریعے

ماننے پڑیں گے لیکن عقل ایک ایسی چیز ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عقل کے اجزا ار کیا ہیں اور عقل پہلے کس شکل میں تھی اور کس طرح ایسی ہو گئی۔ بلکہ یہ خدا کی براہ راست مخلوق ہے اس نے مٹی آگ ہوا پانی یا کسی اور چیز سے عقل کو نہیں بنایا بلکہ اس کا ارادہ ہوا اور عقل بن گئی۔ تو چونکہ عقل کی خلقت میں خدا تک کوئی واسطہ نہیں کوئی بیچ میں دوسری مخلوق نہیں اس لئے خدا کو پہچاننے میں عقل ہماری سب سے زیادہ مدد کرتی ہے۔ اپنی دوسری صلاحیتوں سے ہم خدا کو نہیں پہچان سکتے نہ تو خدا کو ہم ہاتھ سے چھوتے ہیں اور نہ چھو سکتے ہیں نہ ناک سے سونگھتے ہیں نہ کان سے سُن سکتے ہیں نہ ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ زبان سے چکھ سکتے ہیں لہٰذا یہ ہماری تمام طاقتیں خدا کو سمجھانے سے قاصر ہیں ان کو براہ راست خدا تک رسائی نہیں لیکن عقل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو جس طرف لگا دیا جائے خدا کو سمجھا دیتی ہے۔

ہم اس کائنات کو دیکھیں جب تک آنکھ سے دیکھیں گے چاند ستاروں کو دیکھیں گے یا سورج کی روشنی سے مجبوراً آنکھیں ہٹالیں گے۔ اسی طرح کسی دوسری طاقت کو بھی استعمال کریں کان، ناک، زبان لیکن خدا کا پتہ نہیں چل سکتا اور ہر طاقت جواب دیدے گی کہ ہم مجبور ہیں تجھ کو خدا تک نہیں لے جا سکتے لیکن جیسے ہی عقل کو استعمال کیا گیا یہی آنکھوں سے نظر آنے والے آسمان وزمین بتا دیں گے کہ جب ہر چیز کا ایک بنانے والا ہے تو اتنا بڑا آسمان جس کو انسان جیسی اشرف المخلوقات یعنی سب سے بہتر مخلوق آج

تک پتہ تک نہ چلا سکی تو کوئی اس سے نیچے درجہ کی مخلوق اس کو بنا کیسے سکتی ہے یہ سورج چاند ستارے جو سب صرف ایک کشش کے بل بوتے پر اتنی تیزی سے حرکتیں کر رہے ہیں ان میں بال برابر کا فرق نہیں آرہا ہے یہ اتنا بڑا انتظام سوائے خدا کے کون کر سکتا ہے۔ آسمانوں سے عقل کو ہٹا کر زمین کی طرف توجہ دی زمین کو ہاتھ سے چھوا لیکن چھونے کی طاقت خدا کو نہیں بتا سکی اور عقل نے فوراً بتایا کہ دیکھو یہ زمین نہ تو اتنی سخت ہے کہ اندر کوئی چیز جا نہ سکے نہ اتنی نرم کہ ہر چیز دھنس جائے یہ کبھی تو اتنی سخت ہی کہ فلک بوس عمارتیں بھی اندر نہیں جاتیں لیکن کبھی معمولی سا پانی جذب ہو کر اندر چلا جاتا ہے معمولی کیڑے اندر گھس جاتے ہیں۔ اور بہت سے درخت اپنی شاخوں کو زمین کے اندر داخل کر کے دوبارہ درخت وہاں پیدا کر دیتے ہیں۔ کبھی تو اس کی پردہ پوشی کا یہ حال ہے کہ بڑا سے بڑا خزانہ اس کے اندر اگر دفن ہو جائے تو کبھی باہر نہ آئے گا بڑے بڑے شہر اس میں دفن ہو گئے اور کبھی باہر نہ آئے اس نے سب کو چھپا لیا اور ایک چیز بھی خود سے باہر نہ کی۔

لیکن ایک معمولی سا اور حقیر دانہ اس کے اندر جاتا ہے تو زمین اس کو دو دن میں باہر نکال دیتی ہے وہ زمین جیسی سخت چیز کو توڑ کر باہر آتا ہے اسی زمین پر قائم رہتا ہے اور اس کے اوپر نیچے دونوں جگہ اپنی حکومت رکھتا ہے پھر وہی دانہ کئی کئی دانے بن کر لوگوں کی جھولیاں بھر دیتا ہے۔ ایسی زمین کا وجود کیسے ہوا یہ اتنی خصوصیات اس میں کس نے دیں۔ عقل نے سوچا اور فوراً یقین دلا دیا کہ کوئی طاقت اس کے پشت پر ہے خود آسمان و زمین بہت بڑی

معرفت کی چیزیں ہیں لیکن ان کے سوا جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں ان میں سے جس چیز پر بھی عقل کام کرے گی ہم کو خدا تک پہنچا دے گی۔ جو لوگ دُنیا کی چیزوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اور جن کو ہم حقائق پر غور کرنے والا سمجھتے ہیں۔ ان میں جو نباتات کا علم حاصل کرتے ہیں خدا کی زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں اپنی عقل دوڑاتے ہیں یا وہ جو طائروں کے اُوپر اپنی توجہ صرف کرتے ہیں اور ان کے جسم کا تجزیہ کرتے ہیں ان کی حرکات و سکنات کو غور سے دیکھتے ہیں اور وہ یہاں تک دیکھ لیتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے مخلوق مثلاً۔ جھینگر جیسی حقیر مخلوق کس طرح زندگی بسر کرتی کس طرح مکان بناتی اور اپنی نسل بڑھاتی ہے جو لوگ شہد کی مکھیوں پر تفتیش کرتے ہیں بڑے جانوروں کے متعلق غور کرتے ہیں اُونٹ کو دیکھتے ہیں اور اس کی خلقت کی مصلحتوں پر غور کرتے ہیں درندوں اور مفید جانوروں پر چھان بین کرتے ہیں وہ جس وقت بھی اپنی عقل کو کسی ایک حقیر سے حقیر چیز کے ساتھ وابستہ کریں عقل اتنی کامیاب اور شاندار چیز ہے کہ کسی ایسی طاقت کا پتہ بتا دے گی جو اس کو معلوم نہ ہوگی کہ کہاں ہے لیکن سمجھے گا ضرور کہ ہے کوئی ذات اور اسی طاقت اسی وجودِ خالص کا نام اللہ ہے۔

دُنیا کی بیرونی چیزوں پر غور کرنے کے علاوہ اگر ہماری یہ عقل اسی خلقت پر توجہ کرے جو اشرف المخلوقات ہے جسے انسان کہتے ہیں اس پر نظر دوڑائے تو اس جسدِ خاکی کے ذریعہ عقل کے کمال کا پتہ چل جائیگا۔ ہمارے جسم کا ہر ہر جزو ہر ہر چیز اور اس کی ہر حالت خدا کو بتانے کے لئے۔۔۔

کافی ہے ایک طب کا طالب علم ڈاکٹری سیکھنے والا جو جسم انسانی کے ہر ہر جزو سے باخبر ہوتا ہے اور اس کے ہر کام پر نظر رکھتا ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سب کام بغیر کسی تنظیم کے نہیں ہوتے بغیر کسی انتظام کے یہ جسم نہیں قائم ہے اور اتنا مکمل سسٹم بغیر کسی بہت بڑے بنانے والے کے نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ اعضاء و جوارح کس کس طرح کام کرتے ہیں کیوں کر ان میں فرق آتا ہے تو اسے اور بھی حیرت ہوتی ہے۔ یہ ہاتھ پیروں والا انسان آج ایک چیز کا ارادہ کرتا ہے کل اسی ہاتھ پیر اسی اعضاء و جوارح کا آدمی بالکل اس کے برعکس خیال کرتا ہے ایک کام کرنے جاتا ہے اور بیچ راستہ سے لوٹ آتا ہے ایک چیز کا قصد کرتا ہے اور وہ قصد فوراً ختم ہو جاتا ہے جب خوش ہوتا ہے تو وہ شخص کچھ اور ہوتا ہے افسردہ ہو تو اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے غصہ کے عالم میں کسی اور رنگ میں ہوتا ہے .... یہی انسان دن کو جاگنے میں کسی شکل میں دکھائی دیتا ہے شب میں بستر پر جانے سے قبل جب نیند آتی ہے تو کچھ اور صورت ہوتی ہے اور اونگھتے اونگھتے جب سو جاتا ہے تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہی شخص دن بھر اتنے ہنگامے کرتا پھرتا تھا۔ تو ایسی خلقت پر عقل جب فکر کرے گی تو یقیناً کسی حیران کن اور عجیب و غریب ذات کا خیال ہوگا جو اس کا خالق ہوگا.... حقیقت یہ ہے کہ عقل اگر خود نفس انسانی پر غور کرے تو اتنی باتیں حیرت میں ڈال دینے والی ملیں گی کہ وہ ... یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ ہے کوئی جس نے ایسی چیز بنائی۔ اور اب وہ فقرہ اس موقع پر دہرانے کی ضرورت نہیں

جس میں حضرت علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے نفس کو پہچانے وہ خدا کو پہچان لیتا ہے۔

یہ عقل ہمارے لئے بہترین چیز ہے کہ جس کو استعمال کر کے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے اور اگر خود اسی کو دیکھیں تو اس کا وجود بتا دیتا ہے کہ ایسی چیز دنیا میں ممکن ہے جس کو دیکھا نہیں جا سکتا اور... وہ ہر شخص کے پاس موجود بھی ہے عقل کو جاننے کے لئے بہترین سوال یہی ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو ہم سوچتے کیسے اور سوچتے نہیں تو یہ دنیا کے اتنے کام جو عقل کا نتیجہ ہیں کیوں کر وجود میں آتے۔ عقل کا ہر کام بتاتا ہے کہ انسان کے پاس ایک غیر معمولی صلاحیت ہے جس سے وہ سوچتا اور نئی نئی چیزیں پیدا کرتا ہے۔..... اسی طرح خدا کی بنائی ہوئی چیزیں بتاتی ہیں کہ کوئی ایک غیر معمولی ہستی ہے جو ہر چیز کو' بلکہ سارے عالم کو منظم رکھتی ہے اور اسی نے سب سے پہلے ان کو بنایا بھی ہے

اس کے علاوہ بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں کوئی جہل بات کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بے وقوف ہے اس کو عقل نہیں ہے کوئی بھی کام اگر بدنظمی سے کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ عقل نہیں ہے اگر ایک معمار بغیر بنیاد کے مکان بنانا شروع کر دے۔ چھت کے بجائے فرش پر قمقمے لگا دے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کو عقل نہیں ہے۔ حالانکہ ہم نے اس شخص کے اندر جا کر یہ نہیں دیکھا کہ عقل اس میں نہیں ہے لیکن ہم ایسے کام دیکھ کر جو عقل سے بعید ہیں کہدیتے ہیں کہ اس کے عقل نہیں ہے۔ تو اب عقل کو پہچاننے میں دو قسم کی چیزوں نے مدد دی ایک تو اس بات سے کہ وہ سوچتا

ہے اور سوچ کر کام کرتا ہے اس لئے اس کے پاس کوئی طاقت ہے جسے عقل کہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ بیوقوفی نہیں کرتا اس سے احمقانہ افعال سرزد نہیں ہوتے وہ ایسا نہیں ہے کہ جیسے بیوقوف ہیں اس لئے اس کے پاس عقل ہے۔ یا بالفاظ دیگر...... ہم خدا کو کبھی اس طرح پہچانتے ہیں کہ وہ قادر ہے عالم ہے اس لئے کہ اس کی قدرت اور علم کے نمونے سامنے ہیں جس کو ہم دیکھتے ہیں۔ اور کبھی اس طرح پہچانتے ہیں کہ وہ کسی مخلوق جیسا نہیں ہے اس لئے خالق ہے وہ جسم والا نہیں ہے وہ مجبور نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے وہ اپنے ارادہ کو بدلتا نہیں وہ صرف اُوپر نہیں وہ صرف نیچے نہیں وہ کسی خاص طرف نہیں غرض یہ کہ جتنی خصوصیات مخلوقات میں ہیں وہ خالق میں نہیں ہیں اور مختصراً یہ کہ وہ مخلوقات جیسا نہیں اس لئے وہ صرف اللہ ہے۔ اور اسی کو کہتے ہیں کہ خدا کو دو طرح سے پہچانا جاسکتا ہے اثبات کے پہلو سے یعنی وہ قادر وعالم ہے اور اس کی مخلوقات ہیں اور نفی کے پہلو سے یعنی وہ مخلوقات جیسا نہیں وہ کسی قسم کے نقص والا نہیں۔

اس نفی والے پہلو سے جب ہم خدا کو سوچیں تو اس سلسلہ میں پھر وہی بات آجاتی ہے کہ جب وہ مخلوقات جیسا نہیں تو جب مخلوقات نہیں تھیں تو وہ ضرور تھا۔ ہم مخلوقات پر غور کرتے جائیں کہ اس عالم سے پہلے کیا تھا اور اس سے پہلے کیا تھا اور پھر اس سے پہلے کیا تھا! اس غور وفکر میں جتنا تصور ہمارا ذہن کر سکتا ہے ان سب کے لئے مانتے جائیں گے کہ وہ نہ تھا جب بھی خدا تھا کیونکہ خدا ایسا نہیں ہے اور اسی کو خدا کہتا ہے کہ اس جیسی کوئی چیز

نہیں ہے تو ہم اس طرح سوچتے سوچتے اس منزل پر پہنچیں گے کہ ہمارے ذہن میں دنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی سوائے ایک مخصوص تصور کے اور وہ مخصوص تصور ہماری عقل کی حد ہوگی۔ اور اس حد کے بعد ہم نہیں تصور کر سکتے کہ کیا ہوگا اور جہاں ہم نہیں سوچ سکتے کہ کیا ہے لیکن جانتے ہیں کہ ہے وہی خدا ہے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کے ذہن میں سب سے پہلی چیز کا ایک خاص تصور ہوتا ہے اب وہ چاہے جیسا بھی تصور ہو اسی طرح آج کی تحقیقات اور غور و فکر کے ذریعہ پہلی مخلوق مان لیجائے کہ یہ اوّل چیز ہے اور دُنیا کی ہر چیز اس کے بعد بنی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ جب وہ اوّل چیز بھی نہ تھی اس کا بھی کوئی وجود نہ تھا تو صرف ایک ذات تھی۔ اور وہی ذات خدا ہے۔ انسان کا ذہن جس جس چیز کا تصور لا سکتا ہے وہ اس کا تصور ذہن سے ہٹا بھی سکتا ہے لیکن خدا کا تصور تو لا ہی نہیں سکتا پھر بھی اس کی عقل بتاتی ہے کہ جو تصور دماغ میں ہے اس کے علاوہ بھی کچھ ہے تو اس کا تصور دماغ میں نہ آئے گا اور نہ اسے انسان کو دماغ سے دُور کرنے کا موقع ملے گا۔ اسی تصور حقیقی کو خدا کہتے ہیں۔ یہ ذات بالکل مخفی تھی کیوں کہ اس کی کوئی مخلوق سامنے نہیں آئی تھی کہ اس کی صفت اس پر ظاہر ہوتی تو اس وقت خدا یعنی خدا کی قدرت خدا کا علم خدا کا وجود خدا کی طاقت غرض وہ ذات (جو ہر قسم کی اچھی صفت والی ہے) بالکل مخفی تھی۔ بھی ضرور لیکن اس ذات کے علاوہ کچھ نہ تھا اس میں قدرت تھی لیکن ابھی اس نے اپنی قدرت سے کچھ پیدا نہیں

کیا تھا وہ ذات عادل بھی تھی لیکن اس نے اپنا عدل کسی چیز پر ظاہر نہیں کیا تھا، کیونکہ کوئی چیز ہی نہیں تھی جس پر ظاہر کرتی۔ وہ اس وقت بھی رحمت والا اور بہت بڑا مہربان تھا لیکن کسی چیز پر اس نے ابھی تک اپنی رحمت نازل نہیں کی تھی کیونکہ اس کی رحمت قبول کرنے والا کوئی نہ تھا وہ اس وقت بھی صاحب ارادہ تھا لیکن کسی چیز کا اس نے اب تک ارادہ نہیں کیا تھا۔ وہ اُس وقت بھی کلام پر قادر تھا اور چاہتا تو اپنا کلام پیدا کرتا لیکن اس نے اب تک کوئی کلام پیدا نہیں کیا تھا وہ اس وقت دنیا کی ہر چیز پیدا کر سکتا تھا اس سے بڑھ کر پیدا کر سکتا تھا لیکن اس نے پیدا نہیں کیا تھا کیونکہ جس طرح وہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اسی طرح پیدا نہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اور یہ اختیار کی نرالی شان ہے۔

یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ جس طرح آگ ہوگی تو جلائے گی ضرور، پانی ہوگا تو نیچے کی طرف جائے گا ضرور اسی طرح خدا اپنی قدرت کے ساتھ چیزوں کو بنانے پر مجبور ہے یعنی چونکہ بنا سکتا ہے اور لوگوں کو پیدا کر سکتا تھا اس لئے اس نے پیدا کیا وہ ارادہ کر سکتا ہے اس لئے اس نے ارادہ کیا۔ نہیں ایسا نہیں ہے اس کی قدرت کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح وہ ارادہ پر قادر ہے اسی طرح ارادہ نہ کرنے پر قادر ہے جس طرح رحم پر قادر ہے اسی طرح رحم نہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ وہ بنانے پر قادر ہے اسی طرح اس بات پر بھی قادر ہے کہ کچھ نہ بنائے دُنیا میں کچھ نہ ہو اور وہ پھر بھی خلّاق ہو۔ دُنیا میں ہوا بھی نہ ہو فضا بھی نہ ہو لیکن وہ صفت خلق والا ہو اور اسی کو کہا جاتا ہے کہ

خدا جس طرح کرنے پر قادر ہے اسی طرح کسی چیز کے نہ کرنے پر بھی پورا اختیار رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کے لئے کوئی سمت بھی نہ تھی اور نہ ہے کہا جاتا کہ خدا ہے لیکن بغیر کسی طرف کے ہے۔ نہیں بلکہ کچھ نہ تھا کوئی سمت نہ تھی کوئی چیز نہ تھی اس نے کچھ بھی نہیں بنایا تھا اور اس کے باوجود بھی وہ تھا۔

اسی لئے اس نے دنیا بنا کر دکھا دیا کہ وہ بنانے پر قادر ہے اور یہ بتا دیا کہ بنایا اور ایک زمانہ ایسا تھا کہ اس نے نہیں بنایا تھا وہ کائنات کے قبل بھی تھا یعنی اس کے نہ بنانے پر بھی وہ قادر تھا۔ لہذا حالات زمانہ کو جاننے میں سب سے پہلے جو چیز ہم کو معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ کر کے اس شکل میں آئی ہیں ان سب سے پہلے کچھ نہ تھا سب سے پہلے ایک چیز خدا نے بنائی اور اس ایک چیز سے پہلے صرف خدا تھا پھر اس کے بعد دوسری تیسری اور چوتھی چیزیں رفتہ رفتہ کر کے بنائیں۔ وہ خود کہتا ہے کہ "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا" یعنی اس کی صفت تو سب ہی تھی لیکن مخلوق کی نظر سے پوشیدہ کیوں کہ کوئی مخلوق ہی نہ تھی جس پر صفات ظاہر ہوتیں۔ اب جبکہ یہ تصور ہو گیا کہ دنیا میں پہلے کچھ نہ تھا اور یہ تصور سب سے اہم اور خدا کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ کچھ نہ تھا۔ صرف خدا تھا تو اب اس کے ساتھ ہی ساتھ خدا خود ہی یہ بتا رہا ہے کہ اس نے عالمین کو بنایا لیکن سب سے پہلے کیا بنایا یہ پہلی اہم منزل ہے اور اس سے بڑھ کر دلچسپ چیز یہ ہے کہ جب وہ نہ بنانے پر بھی قادر تھا تو اس نے کیوں بنایا؟

دنیا میں بڑے بڑے سوچنے والے اور غور و فکر کرنے والے ہیں

لیکن ہر سوچنے والا اور ہر مفکر دنیا کے بارے میں سوچتا ہے جو چیزیں دنیا میں ہیں صرف ان کے بارے میں ہی سوچتا ہے لیکن یہ کوئی کیوں نہیں سوچتا کہ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ہر مفکر یہ غور کرتا ہے کہ کسی جسم کا رنگ کیسا ہے اس کا مزہ کیسا ہے بو کیسی ہے اجزاء کتنے ہیں وہ اجزاء کن چیزوں سے مل کر بنے ہیں۔ اس کی خصوصیات کیا ہیں اس سے فائدہ کیا اُٹھایا جاسکتا ہے اور نقصان کیا پہنچ سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس کی حقیقت کیا ہے لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ یہ جو ہر گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے عمر کی ایک منزل پر پہنچتا ہے اور پھر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے پھر دوسرے پیدا ہوتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح موت سے ہمکنار ہوتے ہیں ایک جانور پیدا ہوتا ہے کچھ عرصہ بعد شکار ہو جاتا ہے یا اپنی موت آپ مرجاتا ہے ہر طائر کچھ دنوں کے بعد کہیں نہ کہیں جان گنوا دیتا ہے۔ اسی طرح ہر نفس اپنی ذات کو کھوتا ضرور ہے جس پر قرآن کی دلالت ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ "ہر نفس موت کا مزہ چکھتا ہے" تو یہ بھی تو ایک غور کرنے کا محل ہے کہ یہ سلسلہ پیدائش کس مقصد کے تحت ہے غلہ اس لئے پیدا ہوا کہ انسان کھائیں اور جانور اس سے پیٹ بھریں اور اپنی روزی حاصل کریں۔ جانور اس لئے ہیں کہ دُنیا آباد کریں زندہ رہیں اور کسی انسان کی مدد بار برداری سے کریں کسی کی غذا بنیں۔ ان کا دودھ اور گوشت ہمارے کام آئے۔ ہم نے بھی گاڑیاں بنائیں تو اسی لئے کہ خود بیٹھیں اور اپنا سامان اس سے منتقل کریں سمندر اور دریاؤں میں اسی لئے کشتیاں چلائیں کہ ناقابل عبور پانی پر قابو ہو جائے ہوائی جہاز اڑائے تاکہ فضا میں جائیں اور اپنی منزل تک بجلد پہنچیں انسان کا وقت

کم صرف ہو۔ دوسرے سیاروں پر راکٹ جا رہے ہیں تاکہ وہاں کی چیزوں کا علم ہو اور وہاں کی چیزوں سے یہاں انسانیت کو فائدہ پہنچے ساری چیزیں انسان کے فائدہ اور اس کے نفع کے لئے بنائی گئی ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ کیا اس انسان کی غرض صرف زندہ رہ کر جان دے دینا ہے کیا اس کا مقصد پیٹ بھرنا اور امراض پیدا ہونے پر اپنے جسم کو ختم کر دینا ہے۔ یہ اُوپر ستارے کس غرض سے بنائے گئے اور پھر ستاروں سے دور وہ گہری فضا اور اس کے بعد اس سے بھی زیادہ گہرائی میں چیزیں۔ یہ چیزیں خدا نے کیوں بنائیں۔ یہ ایسا عقدہ ہے کہ حل کرنا تو بڑی بات ہے آج کے مفکرین اس موضوع کو چھوتے تک نہیں اور اسکے نام ہی سے بھاگتے ہیں واقعی یہ لوگ ہمیشہ یوں ہی بھٹکتے پھریں گے۔ جب تک خدا سے راہ حق نہ مانگیں گے سیدھا راستہ اور صحیح بات کبھی نہ ملے گی۔۔۔۔ کیوں کہ چیز کا مقصد وہ بتاتا ہے جو اس چیز کو بناتا ہے راکٹ بنانے والا بتائے گا کہ کیوں راکٹ بنایا مہلک ہتھیار بنانے والا بتا سکتا ہے کہ اس کا مقصد کس ملک کو تباہ کرنا ہے یا کسی صحرا میں تجربہ کرنا۔ ایک دوا کا موجد ہی بتائے گا کہ اس میں اس نے کون سے اجزا اور کس مرض کے لئے اور کیوں۔۔۔ ملائے ہیں اسی طرح کسی چیز کا مقصد اس کا بنانے والا صحیح طور سے بتا سکتا ہے یا کچھ حد تک۔۔ جو اس چیز پر پورا قابو حاصل کرلے وہ بتا سکتا ہے اب ان سے جب یہ پوچھا جائے کہ اس عالم کا مقصد کیا ہے تو جو لوگ خدا کو نہیں مانتے۔ ان کے لئے حیرت ہی حیرت ہے وہ اس کا جواب دیں کیوں کر خود انھوں نے تو بنایا نہیں اور نہ اس پورے عالم پر قدرت حاصل

ہے اور نہ ہی وہ ایسا عالم بنا سکتے ہیں۔ حالانکہ انسان سے بڑھ کر کسی مخلوق کو عقل نہیں دی گئی سوچنے اور غور وفکر کرنے کا ملکہ نہیں دیا گیا لیکن اتنا غور وفکر کرنے والا انسان ایک معمولی سی دنیا نہیں بنا سکتا ایک زمین کا ٹکڑا نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ لوگ جو بڑی بڑی باتوں کو سوچتے ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ مقصد صرف بنانے والا ہی بتایا کرتا ہے لہذا اس ڈر سے کہ کہیں بنانے والے کا اقرار نہ کرنا پڑ جائے وہ اس موضوع کو چھوتے ہی نہیں کہ عالم بنا کیوں اور کس غرض سے ہے۔ لہذا ابھی وہ اس منزل سے بہت دور ہیں کہ سبب خلقت اور مقصد کائنات کو سمجھ سکیں کیوں کہ وہ خدا سے بچنا چاہتے ہیں لیکن جو خدا سے کسی ذریعہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے آسان ہے کہ وہ پوچھ لیں اُسی سے کہ تو نے جب بنایا ہے تو یہ بھی بتا کہ کیوں بنایا ہے اس نے اتنے نبی بھیجے اور ہر نبی نے اسی ایک خدا کا پتہ دیا اس نے کتابیں بھیجیں جو آج بھی ہیں وہ یقیناً بتائے گا۔ جب اس کے برگزیدہ اور مقرر کئے ہوئے ہادی بھرے مجمع میں یہ کہا کرتے تھے کہ جو چاہے مجھ سے پوچھ لو کہ مجھے ہر بات کا علم ہے میں سب کچھ تمہیں بتا سکتا ہوں تو وہ تو خدا ہے اس کی شان ان لوگوں سے بھی افضل و اعلیٰ ہے اس سے تو پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی خود بتا دے گا اس نے بغیر کہے اور بے مانگے ہوئے ہم سب کو پیدا کیا اتنا وسیع عالم بنایا ہادی بھیجے نصیحت کے لئے اتنی بڑی کتاب قرآن بھیج دی تو وہ پوچھنے پر تو ضرور بتا تا خود اس کا وعدہ ہے کہ مجھ سے طلب کرو میں دوں گا۔ وہ خود چاہ رہا ہے کہ ہم لوگ زیادہ سے زیادہ باتوں سے واقف ہو جائیں اور دنیا کے نشیب و فراز کو جان جائیں۔ چنانچہ وہ یہاں ابتدا ء خلقت کا ذکر کر رہا ہے اس وقت کا

بیان ہے کہ جب کچھ بھی نہ تھا وہ اعلان کرتا ہے کہ اس وقت صرف میں تھا اور میں بھی ایک پوشیدہ اور مخفی خزانہ تھا۔۔ کوئی چیز اس کے علاوہ نہ تھی جس پر اس کی کوئی کسی قسم کی صفت ظاہر ہوتی خود کہتا ہے کُنتُ کنزاً مخفیاً۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس وقت خدا نے جو سب سے پہلی چیز خلق کرنی چاہی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے اس کی معرفت ہو۔ لفظاً یہ ہیں فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفُ میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لئے اتنی بڑی مخلوق کو پیدا کیا تاکہ یہ مخلوق اس کو پہچان سکے۔ اور ان الفاظ میں بتایا فخلقتُ الخلقَ لِکَی اُعرَفُ۔ اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ ......

یہ مخلوق میری معرفت حاصل کرے۔ اور چونکہ پہچاننے میں عقل صرف ہوتی ہے اور سب سے زیادہ عقل ہی مدد کرتی ہے کسی ذات کو سمجھنے میں اس لئے ایسی چیزیں بنائیں کہ انسان ان کو دیکھ کر جب اپنی عقل سے سوچے گا تو خدا کو پہچاننا شروع کر دے گا اور جو عقل کو متوجہ نہیں کرے گا وہ بیوقوف کہا جائے گا اور جانوروں میں شمار ہوگا۔ چنانچہ اسی عقل کو استعمال کرنے کے لئے اس نے قسم قسم کی چیزیں بنائیں اور ہر چیز میں سوچنے کی گنجائش رکھی۔ وہ قرآن کو صاف احکام ہی سے بھر سکتا تھا لیکن اس نے محکم یعنی صاف اور کھلی ہوئی آیتوں کے علاوہ متشابہہ آیتیں بھی رکھیں جن کا مطلب واضح نہیں ہے بلکہ ایک آیت کا اگر ایک مطلب سمجھا جا سکتا ہے تو دوسرا شخص اسی کا دوسرا مطلب لے سکتا ہے اور تیسرا کوئی اور مطلب اور درحقیقت خدا کا مقصود وہاں کچھ اور ہی ہو سکتا ہے۔ تو اس قسم کی متشابہہ اور مبہم آیتیں رکھیں تاکہ

انسان ان میں غور و فکر کرے اور پھر ساتھ میں سوچنے کا حکم بھی دیدیا کہ یہ لوگ حکم کے ذریعہ اس کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے سوچنا شروع کردیں چنانچہ کہا کہ قرآن کی باتوں پر عقل دوڑاؤ اس کے بغیر تم بالکل بیوقوف بنے رہو گے۔ اَفَلاَ یتدبرون القرآن اَم علی قلوبٍ اقفالُہا ۔ یہ لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا دلوں پر قرآن کے لئے تالے لگے ہوئے ہیں اور غور و فکر کو ایسا بنایا کہ جس قدر انسان سوچے گا اتنا ہی اس کی عقل بڑھتی جائے گی اور جس قدر عقل بڑھے گی اسی قدر اس کی معرفت زیادہ ہوگی جو غرض خلقت کائنات ہے کیونکہ دنیا میں انسان غور کرے گا تو بات بات سے خدا کو پہچانے گا ۔ اور اس کی اپنی ذات اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ مفید ہوتی جائے گی ۔ اور خدا نے جس لئے اس سارے عالم کو پیدا کیا وہ غرض ایک حقیر سا انسان بھی پورا کر سکے گا ۔ اور خدا ایسے ہی بندہ کو پسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تو نے پہچان لیا کہ میں کیا ہوں اور میری صفات تیرے سامنے آگئی ہیں تو تو واقف ہوجا کہ میری رحمت بہت بڑی ہوتی ہے میں بہت سخی ہوں تجھ کو ہر طرح سے اپنی مغفرت اپنی رحمت اپنی بخشش اور اپنے کرم سے نوازتا جاؤں گا اور چونکہ خلق میں نے بنائی ہی اس لئے تھی کہ میں پہچانا جاؤں اور تو مجھے پہچان رہا ہے اس لئے اب جب تک خلق ہے اس وقت تک تجھ کو غم نہیں ہونے دوں گا اور خلق میری اب ہمیشہ رہے گی اس لئے ایسا انسان بھی ہمیشہ رہے گا جو مجھے پہچان رہا ہے ۔ اور ہمیشہ اس کو بے حساب بخششیں ملتی رہیں گی ۔

تاریخ کی ابتدار

تاریخ کی ابتدار یہاں سے ہوتی ہے کہ خدا نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور اس لئے اس نے کسی چیز کو پیدا کیا۔ تو اب سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا اپنی اس عظمت اور قدرت کے ساتھ چاہ رہا ہے کہ کچھ بنائے تو اس نے سب سے پہلے کس چیز کو منتخب کیا ہوگا بنانے کے لئے نظر کرم نے آنے والی مخلوقات میں سے کس کو اولیت کا شرف بخشا ہوگا۔ اس کو سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰؐ نے خود ہی بیان کر دیا کہ "وہ میں ہوں" وہ میرا نور ہے" میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب و گل میں تھے۔ دوسرے مقام پر اس طرح فرماتے ہیں کہ میں حضرت آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پیشتر خلق ہو چکا تھا" اور آگے چل کر جس مقام پر اول مخلوق کا ذکر کیا گیا ہے وہاں آپ کی خلقت کا مسئلہ اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو خدا نے بنائی وہ میرا نور تھا" اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی۔

یہ نور محمدیؐ سب سے پہلی مخلوق تھی سب سے پہلے جو چیز بنی وہ آپؐ تھے۔ لیکن ایسا نہیں تھا کہ خدا نے ان کو مجسم کر کے اسی وقت انسانی قالب میں بنایا ہو بلکہ وہ تو ہماری سہولت کے لئے ہماری شکل و صورت پر بھیجے گئے اور بہت زمانہ کے بعد بھیجے گئے ورنہ درحقیقت انسانی تخلیق اس نے کسی اور شکل میں کی تھی ...... جو اس زمانہ کے لحاظ سے مناسب تھی جبکہ فضا تمام نہ تھی ...... جو بھی شکل تھی وہ سب سے پہلی شکل تھی اس وقت مادہ تھا ہی نہیں کہ مادی شکل

ہی بناتا صرف نورانی اور معنوی شکل تھی ..... ان کی خلقت ایک نور تھی اور اس نور کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ ہمارے چراغوں یا چاند تاروں جیسی روشنی ہو کسی چیز کو وہ بھی ہمارے چراغوں کی طرح روشن کرتا ہو بلکہ وہ ایک مخصوص قسم کا نور تھا جس میں کسی قسم کا مادی جز و شریک نہ تھا اور وہ نور میل دو میل میں نہیں ہزار میل یا لاکھ میل میں نہیں تھا یہ بھی نہیں کہ وہ صرف کروڑوں میل تک رہا ہو بلکہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ نور کیا تھا اور کتنا وسیع تھا۔ بہرحال اس کی وسعت کا کچھ پتہ نہیں۔ ہاں آنے والی ہر چیز اسی نور پر بنا کرتی ہے۔ وہ نور ایک عجیب و غریب خلقت تھی جس کا تصور کرنا ہمارے لئے مشکل ضرور ہے وہ ایک خالص نور تھا جو ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ نور ان تمام صفات سے مزین تھا جو خدا کو پہچاننے میں ضروری ہیں۔

چنانچہ یہی نور اس کی صفات کا عالم تھا یہی نور عقل والا تھا بلکہ عقل کل تھا اور اسی نور کو مختلف ناموں سے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جو نام بھی اول مخلوق کے لئے لیا گیا ہے وہ اس نور کی ایک صفت تھی یعنی اگر کہا گیا کہ اول مخلوق قلم تھا تو قلم کی یہ صفت ہے کہ اس نے خدا کے حکم سے ان تمام چیزوں کو لکھا جو قیامت تک ہونے والی تھیں تو یہ نور جو خدا کا پہلی اور سب سے افضل مخلوق تھا۔ یہی آنے والی ہر بات کا عالم تھا کیونکہ خدا کی پوری معرفت اس کو تھی۔ عقل وہ چیز ہے کہ جس سے انسان سونچے۔ وہ سونچنے کی طاقت جو انسان کو دی جاتی ہے اسے عقل کہتے ہیں اور عقل خدا کے نزدیک وہ چیز ہے جس سے اپنے معبود کی عبادت کی جائے تو یہ عقل نہ تو کوئی جسمانی چیز ہے۔ نہ ایسا نور ہے کہ جس طرح

چراغ یا دوسرے قمقمے ہوتے ہیں لیکن ہے ایک نورانی چیز جو خدا کو پہچاننے میں اور دوسرے کاموں میں مدد دیتی ہے تو اس کو ہم عقل کہتے ہیں۔ اور یہ عقل اس نور میں بھی تھی کیونکہ سب سے بہتر چیز جس سے خدا کی معرفت کی جا سکتی ہے عقل ہے اور وہ خدا کو پہچاننے میں اعلیٰ تھے اس لئے عقل کل بھی تھے لہٰذا ان کو مجسم عقل مانا گیا اسی لئے رسولؐ نے کبھی یہ بھی کہا کہ سب سے پہلے جس چیز کو خدا نے پیدا کیا وہ عقل تھی کبھی کہا لوح کبھی قلم کبھی روح اور کبھی علم۔ خدا قرآن میں ایک جانور کی قسم کھاتا ہے اور دوسرے کی نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرا جانور ہے ہی نہیں یا اس سے بہتر جانور نہیں۔ ہاں یہ ایک محیر العقول چیز تھی اس لئے اس کی اس نے قسم کھائی تا کہ اس کی عظمت ظاہر کرے جبکہ دوسری مخلوقات بھی موجود تھیں۔ اسی طرح اس نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے نور محمدیؐ کو پیدا کیا تو اب نور محمدیؐ ہی مکمل عقل مکمل علم اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات سے واقف تھی یعنی جس طرح قلم سے کہا گیا تھا کہ قیامت تک کے ہونے والے واقعات لکھو اور اس نے لکھا تو وہ یہ نور ہی ہو سکتا ہے جو کہ خدا کی ان باتوں کو جانتا ہے جن کے جاننے کی خدا نے اجازت دی اور اس نے چاہا کہ جانے۔ قلم کوئی درحقیقت ہمارے جیسا قلم تو نہیں تھا بلکہ وہ ایک ایسی چیز تھی جس سے آئندہ ہونے والے واقعات ایک جگہ ایک ساتھ جمع ہو گئے۔ اور خدا کا علم ظاہر ہو گیا کہ کیا کیا ہونے والا ہے اور اپنی اسی صفت کو ظاہر کرنے کے لئے خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا تا کہ اس کی صفت دیکھ کر اس کو پہچانا جا سکے۔ لہٰذا وہ مخلوق اول جس شکل میں بھی ہو لیکن ایسی تھی کہ اس

نے اس کی صفات دیکھ کر اس کو پہچانا۔ اب یہاں سے یہ سوچنے کا پورا موقع ملتا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے ایک نور کو ..... پیدا کیا اور پھر اس نور کو محمدؐ کے نام سے یاد کیا اور اس نور میں یہ بھی صفت دی کہ اس کے ذریعہ لوح پر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات درج ہو گئے وہ مجسم علم بھی تھا اور وہ مجسم عقل بھی۔ یہ تمام اس کی صفات تھیں عالم ہونا عاقل ہونا یا آنے والے واقعات کا اس کے ذریعہ کسی جگہ محفوظ ہونا یا دوسرے صفات اور اسیطرح جس صفت کو بھی چاہے پہلی مخلوق کہا جا سکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ سب سے پہلے علم کو پیدا کیا تو اس سے بھی مراد نور محمدیؐ کیونکہ وہ مجسم علم تھے اگر پہلی چیز سے مراد عقل ہے تو یہ بھی صحیح کیونکہ وہ مجسم عقل تھے اور اگر کہا جائے گا کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا تو اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ وہ نور محمدیؐ تھا۔

اس کی بہترین مثال خود ذات باری کے صفات ہیں کہ ہم کبھی کہتے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے یعنی اللہ اکبر۔ کبھی کہتے ہیں کہ میری تربیت کرنے والا اور مربی صاحب عظمت ہے یعنی ربی الاعلیٰ کبھی ہم خلاق کہ کر سجدہ کرتے ہیں۔ کبھی رحمان کہ کر اور کبھی غفار کہ کر حالانکہ خدا صرف خدا ہے رحمان ہونا اس کی صفت ہے رب اس کی صفت ہے لیکن جس طرح ہم اس کو اللہ کہ کر سجدہ کرتے ہیں اسی طرح رب کہ کر بھی اسی کو سجدہ کرتے ہیں خالق کہ کر بھی اسی کی تسبیح کرتے ہیں رحمان و رحیم کہ کر بھی اسی کو یاد کرتے ہیں۔ تو خدا نے جو سب سے پہلی مخلوق بنائی ..... جو سب سے بہتر مخلوق تھی اس کو اس نے بہت سی صفات دیں۔ یا یوں کہ اپنی تمام صفات کا اس کو مظہر قرار دیدیا اور اس کو سب سے پہلے

بنایا تو اب ہم جس صفت کو چاہیں اوّل مخلوق کہ دیں مقصد ان سب کا نور محمدی ہوگا کیونکہ نور محمدی کی یہ شان ہے کہ خدا نے اس میں تمام صفات دیدی تھیں۔ اس مقام پر ہم غور کرتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے اس نور کو کیوں پیدا کیا۔ جب بھی کسی چیز کو بنایا جاتا ہے تو کسی نہ کسی غرض سے۔ ہم گلاس بناتے ہیں پانی پینے کے لئے۔۔ چراغ بناتے ہیں روشنی حاصل کرنے کے لئے اور اسی طرح دوسری چیزیں انسان جب بھی اپنی ضرورت اور اپنے فائدہ کے لئے کوئی چیز بناتا ہے تو چیز بننے کے بعد اسی مقصد میں استعمال ہوتی ہے لیکن وہ چیز کبھی ایک شخص اچھی بناتا کبھی دوسرا اس سے گھٹیا اور کبھی کوئی شخص اس سے بھی بہتر بناتا ہے کیونکہ جیسی صلاحیت ہوتی ہے جتنا صاحب کمال ہوتا ہے ویسی ہی چیز بناتا ہے اگر اس میں کوئی نقص رہ جائے گا تو کوئی بھی اس چیز کی مذمت اور برائی نہ کرے گا بلکہ اس کے بنانے والے پر ہنسے گا اور اس کی کمزوری ظاہر ہوگی۔ تو اب خدا بھی ایک مخلوق بنا رہا ہے اور اس کا مقصد بتاتا ہے کہ فخلقتُ الخلقَ لِکی اُعرَف میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں لھذا جو بھی چیز بنائے گا وہ اس خدا کا پتہ دے گی اور بتائے گی کہ بنانے والا کیسا ہے اور اسکو معرفت خدا ضرور ہوگی اب وہ سب سے پہلے ایسی چیز بنا رہا ہے جس میں ذرہ برابر عیب نہ ہو اور تمام صفات بھی اس میں ہوں ورنہ ہر نقص اور ہر کمزوری کا وجود خود سائل ہوگا کہ خدا کیا تو اس کو دور نہیں کر سکتا تھا۔ اگر خدا دور کر دیتا تو اس کی معرفت اور بھی زیادہ ممکن تھی۔ اسی لئے اس نے نور محمدی کو بنایا کیونکہ دوسری مخلوقات سوچ سمجھ کر اس کی عبادت نہیں کرتیں بلکہ بنائی ہی گئی

ہی کہ صرف عبادت کریں اگر کوئی دوسری چیز بنا تا تو وہ چیز اس سے افضل ہو جاتی کیونکہ وہ اسوقت بھی تھی جب یہ نہ تھا۔ اور خدا ان کو سب سے بہتر بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نہ ہوتے تو کائنات کو خلق ہی نہ کرتا۔ اس کا مقصد ہے کہ یہ پہلی مخلوق ہے جو اس ذات باری کو پہچانے گی۔ اس لئے اس میں وہ صفات خدا دے گا جو اس کی ذات کو پہچاننے کے لئے معاون ہوں کیوں کہ مقصد تو اس کی معرفت ہے اور اس کی معرفت میں اس کی ہر ہر صفت کا جاننا ضروری ہے خدا عالم ہے تو اس کی صفت علم کی بھی معرفت حاصل کرنی ہے وہ عادل ہے تو عدالت کو بھی جاننا پڑے گا وہ قادر ہے تو قدرت کو بھی جاننا ہوگا۔ اس لئے وہ ذات ایسی ہونی چاہئے جو ہر ہر صفت کو سمجھ سکے اور اس کی معرفت حاصل کر سکے۔ خدا کا ارادہ تو معمولی ہوتا نہیں خدا کو پہچاننے کے لئے جن جن باتوں کی ضرورت ہوگی سب اس میں ہونی ضروری ہیں اس میں ان تمام صفات کی جھلک ہونی چاہئے جو خدا میں پائی جاتی ہیں تاکہ اس ذات کو دیکھ کر خدا کی ہر ہر صفت کا پتہ چلتا جائے اسی لئے ان کی ذات کو انسان کے لئے خدا کی صفات کو پہچاننے کا ذریعہ قرار دیا گیا اسی لئے اس نے دنیا میں ان کو بھیجا تاکہ لوگ ان کو دیکھیں اور ان کی باتوں کے ذریعہ خدا کو پہچانیں۔

رسولؐ جس جسم و جسمانیات میں آئے تھے وہ ان کو اس لئے دیا گیا تھا کہ ہم کو سمجھنے میں آسانی ہو ورنہ وہ تو اول مخلوق اور نوری تھے بذات خود ان کو کسی جسم کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو اس کی صفات کے مظہر تھے اور خدا کے اندر صفت ہی صفت ہے اس لئے ان میں بھی کمال ہی کمال تھا۔ اس میں ظلم۔ بد اخلاقی۔ کذب وعدہ خلافی اور دوسرا کوئی نقص نہیں اس لئے ان میں بھی کسی قسم کا نقص نہیں۔ ہاں

وہ خالق ہے اور یہ اسکے بندے اور اس کی مخلوق لیکن یہ وہ مخلوق ہے کہ جس نے خدا کی پوری معرفت حاصل کر لی تھی کیونکہ اس میں پوری صلاحیت خود اس نے دی تھی اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے جب ان کو بنایا یعنی اپنی پہلی خلقت فرمائی تو اس سے پہلے کوئی چیز بھی نہیں تھی اور ان کو بنایا تو ان کے سامنے بھی سوائے ذات باری کے کوئی چیز نہیں تھی۔ اس لئے سب سے پہلے جس چیز کو انہوں نے اپنی عقل سے دیکھا وہ ایک ذات تھی خالق کی اور دوسرا کوئی نہ تھا اسی لئے انہوں نے برجستہ کہدیا کہ میں تو مخلوق ہوں اور میرے علاوہ کوئی نہیں لیکن میرا بنانے والا ضرور ہے بے شک وہی خدا ہے۔ اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے خدا نے پیدا کرنے سے قبل یہ تو کہا نہیں تھا کہ میں ایک مخلوق پیدا کر رہا ہوں تاکہ وہ صرف میری قدرت کو پہچانے یا صرف علم کو پہچانے بلکہ عام لفظ کہا تھا کہ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں یعنی میری ذات پہچانی جائے۔ اور اس کی ذات کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی صفات کے متعلق تو گفتگو کی جائے لیکن اس کی ذات بیچ میں نہ آئے یا ذات کے متعلق گفتگو کی جائے اور صفات کا ذکر نہ ہو بلکہ وہ توصفت فی الا اللہ ہے اس لفظ اللہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے بڑا بھی ہے عظیم بھی ہے اعلیٰ بھی ہے اور اسی طرح تمام دوسری صفات اس میں ہیں۔ جس طرح ہم لفظ خدا بغیر خ۔ د اور الف کے بول ہی نہیں سکتے لفظ اللہ بغیر الف لام اور ہ کے ادا ہی نہیں کر سکتے۔ جس طرح مٹھائی کا تصور بغیر مٹھاس کے ممکن ہی نہیں سرخی کا تصور بغیر سرخ چیز کے ہو ہی نہیں سکتا رنگ کا تصور بغیر کسی رنگین چیز کے نہیں ہو سکتا بلندی کا تصور بغیر اونچی چیز کے ممکن ہی نہیں اسی طرح لفظ اللہ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ایک ذات ہے اور اس ذات کو

ہم سمجھ گئے لیکن اب اس کی خوبیوں اور اس کی اچھائیوں کو پھر بعد میں جانیں گے نہیں بلکہ اس کی ذات کو سمجھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کی تمام صفات ہم سمجھ گئے اسی لئے اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسی مخلوق جس کو خدا کی صرف ایک صفت کا پتہ ہو کافی نہیں ہو سکتی۔ اس کو اگر معمولی سا علم ہو تو وہ خدا کی بے شمار صفات کا علم کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ علم نباتات پر غور وفکر کرنے کے لئے نباتات کو جاننا ضروری ہے علم فلکیات کو جاننے کے لئے ستاروں اور چاند سے واقفیت ضروری ہے اور اسیطرح ہر بات کے علم کے لئے کچھ ابتدائی دخل ہونا ضروری ہے اور یہاں اس ایک مخلوق کا بہت اہم کام خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے جو تمام صفات کا مجموعہ ہے اور تمام نقائص سے پاک ہے اور اس کی معرفت ہونی بھی ضروری ہے کیونکہ وہ بنا اسی لئے رہا ہے کہ اس کو پہچانا جائے اس لئے اب نور محمدیؐ کی عظمت کو دیکھنے کے لئے خود ذات محمدیؐ میں غور کی ضرورت نہیں بلکہ ذات خداوندی کا اندازہ کرنا ہے کہ وہ کتنی عظیم ہے اور اسکی ہر عظمت کی جھلک اس ذات میں دکھائی دے گی۔ اسی لئے اس ذات کو سب کچھ بتا دیا ایک ایک بات سمجھادی اور ہمیں سمجھانے کے لئے یہ جملہ کہ دیا کہ تجھ کو اے میرے حبیب وہ سب کچھ سکھا دیا جو تو نہیں جانتا تھا عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ جو کچھ تو نہیں جانتا تھا سب تجھ کو بتا دیا اب اس سے بڑھ کر کیا کوئی لفظ ہو سکتا ہے جس میں تمام صفات بھی آجائیں اور یہ پتہ بھی نہ چلے کہ وہ پہلی ذات جو خلق کی گئی تھی وہ کیا کیا چیز جانتی تھی کیونکہ ہم کو تو دنیا کی ساری چیزوں کا پتہ ہی نہیں جو ہم کہ سکیں کہ رسولؐ یہ یہ بات جانتے تھے۔ ہم جن باتوں کو کہیں گے کہ رسولؐ ان کو جانتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ایک نئی چیز کا پتہ چلے تو سوال ہو گا کہ اسے بھی رسولؐ نہیں

ہو جاتا ہے کہ خدا نے اپنی ذات کو پہچنوانے کے لئے ہر جگہ صفات کا ذکر کیا ہے سارا قرآن اور احادیث بھری ہوئی ہیں ان صفات سے لیکن بڑی اہم منزل یہ ہے کہ خدا خود کو بغیر کسی صفت کے بتائے اگر صرف صفت بیان کرتا تب بھی اس کی معرفت ممکن تھی لیکن اس نے اپنی ذات کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ سمجھنے میں اور سہولت ہو لہذا یہاں اس نے عجب انداز سے بتایا کہ اللہ ہے کیا۔ اور اس طرح اس نے گویا ہر ممکنہ صورت پوری کر دی تاکہ انسان جب اس کی معرفت حاصل کرنا چاہے تو کوئی صورت باقی نہ رہ جائے۔ جو چیز بھی اس کو مدد دے سکتی ہے خدا نے بیان کر دی اور بتا دی اب یہ صرف انسان کا کام ہے کہ اس کو سوچ کر خدا کی معرفت حاصل کرے چنانچہ اس نے اپنا ذکر کیا اور اپنی ذات کو پہچنوانا چاہا اس طرح کہ کسی صفت کا ذکر نہ ہو بلکہ اس کی ذات کو ایک نئے انداز میں پہچان لیا جائے تو اس نے اس مقام کی وضاحت کے لئے یہی بتایا ہے کہ یہ تمہاری زمین اور اوپر جتنے آسمان ہیں اللہ ان سب کا نور ہی نور ہے اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اب وہ نور کیا ہے اور کیسا ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ جیسا نور ہم جانتے ہیں یا ہم سمجھ سکتے ہیں ویسا کوئی نور نہیں ہے ہم کبھی کہتے ہیں کہ وہ ایک طاقت ہے تو اگر وہ طاقت ہمارے تصور میں آ سکتی ہے تو ویسا خدا نہیں اس کا نور کوئی روشنی جیسی ہم دیکھتے ہیں ویسی چیز نہیں کیونکہ یہ سب مخلوقات ہیں اور جتنے نور ہمارے ذہن میں آ سکتے ہیں وہ سب نور کے بنائے ہوئے ہیں۔ بس جس طرح اس نے اپنی ذات کے لئے لفظ اللہ استعمال کیا اور ہم اس لفظ کے متعلق بتا نہیں سکتے کہ کیسا ہے اسی طرح اس نے نور کہا ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ کیسا نور ہے۔ وہ ایک نور کا ذکر کر رہا ہے جس نور کی مثال اس نے اس طرح دی ہے کہ اس کو پڑھ کر عقل دنگ رہ

جاتی ہے اور وہ اس نور کے متعلق بہت سی باتیں بھی کہتا ہے تاکہ ہم سمجھ سکیں اور اس سے بڑھ کر اس کا رحم کیا ہوگا۔ خدا اگر اس طرح اپنی معرفت نہ کراتا تو ہم کو اتنی سہولت اس کو پہچاننے میں نہ ہوتی جتنی اب ہے اب تو ہمارے لئے منزل آسان ہے صرف سوچنے کی ضرورت ہے اس سوچنے سے خدا سے بہت ہی قربت محسوس ہوتی ہے چنانچہ سب سے پہلی اور ٹھوس بات وہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ کو جاننا چاہتے ہو کہ یکتا ہے پر دکھائی نہیں دیتا ہے۔ ہے پر کسی طرف نہیں ہے۔ ہے پر کوئی نہیں کہ سکتا کہ کہاں ہے اور نہ یہ کوئی کہ سکتا ہے کہ کہاں نہیں ہے یہ خدا نور سموات وارض ہے۔ لیکن تم جس نور کو سمجھوگے ان سب کا وہ خالق ہے وہ خالق انوار ہے اور وہ خود کیا ہے یہ بات انسانی ذہن سے بلند ہے ہاں انسان کی آخری پہونچ اس کے ایک نور تک ہو سکتی ہے جو سب سے پہلا نور ہے اور اسی کی خدا مثال دے رہا ہے آیت میں جو لفظ بھی آیا ہے ان سب کا تعلق وہاں سے ہے۔ ہماری دنیاوی کسی چیز سے اس کا تعلق نہیں کیونکہ بات اس نور کی ہے جو کسی چیز کے ذریعہ نہیں بنا کوئی مادہ اس میں استعمال نہیں ہوا بس یہ کہ وہ خدا کا نور ہے خدا نے اس کو خلق کیا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے کیا ہے۔ لیکن اس پر غور کرنا ہمارے لئے پھر بھی بہت مفید ہے چنانچہ اس نے یہ کہا کہ اس کی کائنات میں نور کہ مخلوق اول ہے اور اس کے صفات کا مظہر ہوا اس نور کی مثال ایک مشکوٰۃ کی ہے۔ مشکوٰۃ ہماری دنیا میں اس طاق کو کہتے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ اس خدا کے نور کی مثال ایک مشکوٰۃ کی ہے اور اس مشکوٰۃ میں ایک چراغ ہے فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس میں ایک چراغ ہے۔ تو خدا اپنے نور کی مثال مشکوٰۃ سے دے کر اب اس مصباح کو بتا رہا ہے جو اس مشکوٰۃ میں ہے لُطف یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں ایک چیز دوسری چیز کے اندر آتی ہے بعینہ اسی طرح اندر

آنا بھی یہاں مراد نہیں ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ جس مشکوٰۃ سے وہ مثال دے رہا ہے اس میں وہ چراغ کیوں کر ہے۔ لیکن ہمیں اب اس مصباح یعنی چراغ کو سمجھنا ہے اور اس پر غور کرنا ہے کیونکہ خدا اس چراغ کی وضاحت کرتا ہے اس کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ بھی عجیب و غریب ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ مصباح خود ایک زجاجہ میں ہے زجاجہ دنیا میں شیشہ کی اس قندیل کو کہتے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے تو وہ چراغ بھی ایک زجاجہ کے اندر ہے اور وہ زجاجہ یعنی وہ قندیل جس میں چراغ ہے اس کی چمک کا یہ حال ہے کہ وہ مثل ایک کوکب یعنی ستارہ کے ہے جو اپنی صفائی جلا اور نورانیت میں موتی کی طرح ہے۔ یعنی خوب چمکتا ہوا ہے اور موتی جیسے ستارے کے مانند خود وہ زجاجہ ہے جس میں چراغ رکھا ہے خدا کے الفاظ یوں ہیں کہ المصباحُ فی زجاجۃٍ۔ چراغ ایک قندیل میں ہے الزجاجۃ اور یہ جو زجاجہ ہے۔ کانّھا کوکبٌ دُرّیٌ وہ ایک موتی جیسے ستارے کے مانند ہے۔

خدا کے کلام کا اندازہ اس موقع پر ہر شخص کر سکتا ہے کہ ایک غیر جسم والی چیز یعنی نور کو کس طرح مثال دے کر سمجھا رہا ہے اور پورا موقع دے رہا ہے کہ اچھی طرح اسے سمجھا جا سکے۔ اب وہ اس چراغ کے متعلق ایک اور بات کہتا ہے اور وہ یہ کہ چراغ جو روشنی دیتا ہے یا نور جو اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ کس چیز سے آتا ہے۔ ہماری دنیا میں تیل سے بجلی سے یا اور دوسرے ذرائع سے روشنی آتی ہے اور تیل بھی کبھی سرسوں کا ہوتا ہے کبھی کسی اور چیز سے حاصل کیا جاتا ہے بہرحال اب پھر خدا اس چراغ کا ذکر کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ ایسا چراغ ہے جو ایک درخت سے جلتا ہے اور وہ درخت بڑی ہی برکتوں والا ہے بڑا مبارک شجر ہے وہ۔ اور پھر کہتا ہے وہ شجر شجرِ زیتون ہے زیتون

کا تیل دوسرے تیلوں سے زیادہ صاف اور بہت روشن ہوتا ہے اور یہ انسان کے لئے ہر طرح سے مفید ہے غذا پکا کر کھائے تو مفید اس کو پیئے تو امراض کے لئے فائدہ مند اور مالش کے لئے یہ بہت مناسب ہے اور اسی طرح بہت سے کاموں میں فائدہ دیتا ہے اور اس کی روشنی بھی سب سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوتی ہے بہرحال یہ ہماری دنیا کا زیتون ہے۔ اب خدا کہہ رہا ہے کہ وہ چراغ بھی ایک مبارک درخت سے جلتا ہے جو زیتون کا ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں۔ یُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ وہ چراغ جلتا ہے ایک درخت سے مُبارکۃٍ زیتونۃٍ وہ درخت بہت مبارک ہے اور زیتون کا ہے ابھی اس کے بعد اس درخت کی اور صفت بیان کرتا ہے چونکہ نہ وہ چراغ ہمارے جیسے چراغ ہیں بلکہ خدا ہی جانتا ہے کہ کتنا عظیم اور کتنا بڑا چراغ ہے کس شکل میں ہے اور کیسا ہے اس لئے اس درخت کی بھی مثال کو اسی طرح سمجھا جا سکتا ہے چنانچہ وضاحت خود ہوتی ہے کہ دیکھو وہ درخت کسی خاص سمت کا نہیں ہے کہ کہا جائے کہ مغربی ہے یا مشرقی بلکہ اس کے لئے کسی طرف کا تعین نہیں کہ اِدھر کا وہ درخت ہے یا اُدھر کا بلکہ لَا شَرقِیَّةٍ وَّلَا غَربِیَّةٍ وہ نہ تو مشرقی ہے نہ مغربی۔

اب اس کے بعد خود اس تیل کی شان بیان کر رہا ہے۔ ہماری دنیا کا بہتر سے بہتر تیل سفید رنگ میں ہوگا پانی جیسا ہوگا لیکن خدا اب اس دلچسپ سلسلۂ بیان میں اس شجر زیتون کے تیل کی تعریف اس خوبی سے کر رہا ہے کہ بس وہی کر سکتا تھا ارشاد ہے کہ "وہ اتنا روشن تیل ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اپنی صفائی اور چمک سے خود بخود جل اُٹھے گا۔"

واقعی خدا کا کلام ہے اور معجزہ ہے کسی سیال چیز کے صفائی کی تعریف کیلئے جو الفاظ اس جگہ استعمال ہوئے ہیں اپنی مثال آپ ہیں اتنا صاف تیل ہے کہ اس

تک آگ اگر نہ بھی پہونچے تو عنقریب گویا یہ خود بخود جل اٹھے گا اللہ اکبر! وہ کیا چیز ہوگی اور کس قسم کی ہوگی اس کا تصور کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔

یکاد زیتھا "قریب ہے کہ اس کا تیل" یضیئ "جل اٹھے"۔ ولو لم تمسسہ نار "اگرچہ اسے آگ نے چھوا تک نہ ہو"۔ نور علی نور "ایک نور دوسرے نور پر ہے"۔

یہ جملہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے کہ ایک نور پر دوسرا نور ہے نہ عام روشنیوں کا یہ حال ہے کہ جب ایک روشنی پھیلتی ہے تو دوسری روشنی اس سے دب جاتی ہے یا یہ خود دب جاتی ہے یا دونوں مل جاتی ہیں لیکن اس نور کی حالت ہے کہ ایک نور پر دوسرا نور اسی شان سے ہے اور ہر نور خود الگ ہے یھدی اللہ لنورہ من یشاء "خدا جسے چاہتا ہے اسے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے" اس نور کو سمجھنے کے لئے خدا نے یہ فقرہ بڑھا دیا اور ہمیں بہت سی منزلوں پر بھٹکنے اور ادھر اُدھر جانے سے بچا دیا ہے کہ اتنی صفات نور خدا کو سمجھانے کے لئے بیان کی گئیں اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس نور خدا کے لئے خدا جس کو چاہتا ہے اسی کو ہدایت کرتا ہے۔

اب اس کا جانا گیا ہوگا اور وہ نور کیسا ہوگا یہ ایک الگ منزل ہے لیکن ایک چیز تو واضح ہوئی کہ خدا اپنی ہدایت کے ذریعہ لوگوں کو اس نور تک پہونچاتا ہے لہذا اب وہ نور صرف عالم بالا کی چیز نہیں رہے گی بلکہ اس کا تعلق ہم سے بھی ہوگا اسی لئے کہ خدا جس کو چاہتا ہے اس نور کی ہدایت کرتا ہے اور ان مثالوں کو خدا بیان بھی ہم انسانوں کے لئے ہی کر رہا ہے کیونکہ قرآن ہمارے لئے مفید ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے تو وہ اس بات سے بھی واقف ہے کہ انسان اس کی معرفت حاصل

کرنے دیئے لئے عالم بالا میں تو پہنچے گا نہیں وہ مٹی سے بنا ہے اور اسی زمین پر ہے اسی میں چاہے ہدایت حاصل کرے یا گمراہی اس لئے چاہیے اس نور کا تعلق دنیا سے ہونا ضروری ہے اور اس طرح ہونا ضروری ہے کہ خدا جس کو چاہے اس نور کی ہدایت دے سکے اس لئے بنی نوع انسان کے لئے اس نور تک پہونچنا ضروری ہوا۔ اب جو...... صفات بیان کی گئی ہیں ان کا تعلق اس چھوٹی موٹی دنیا سے نہیں بلکہ خاص علم الٰہی کی باتیں ہیں اس لئے یہ بھی پتہ چل گیا کہ وہ نور خدا سب سے پہلی مخلوق ہے وہ سب سے پہلے پیدا ہوا اور ہمیشہ رہے گا تاکہ ہمیشہ لوگ اس کی ہدایت حاصل کر سکیں کیونکہ ہدایت کی سب سے زیادہ ضرورت دنیا میں ہے یہ امتحان کی جگہ ہے اسلئے اس نور کا اس طرح دنیا میں آنا ضروری تھا کہ یہاں کے لوگ بھی ہدایت حاصل کریں ورنہ خدا یہ نہیں کہتا کہ جس کو چاہتا ہے اس نور تک پہنچاتا ہے اب اس منزل کو سمجھنے کے لئے حدیث رسول یاد آتی ہے کہ سب سے پہلے جس چیز کو خدا نے پیدا کیا وہ.... صرف میرا نور تھا یعنی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اس نے نور محمدی کو خلق کیا اور جب تک ضرورت تھی اسی نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول خاتم الانبیاء کے بھیجتا رہا اور آخر میں جب خود اس کی ضرورت ہوئی تو دنیا کی ضروریات کے لحاظ سے مادی شکل میں اسکو بھی بھیج دیا پھر وہ مصلحت کے مطابق ایک مختصر سے عرصہ تک یہاں رہا اور اس کے بعد چلا گیا لیکن وہ نور اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑ گیا اور قیامت تک اسی نور سے لوگ ہدایت پاتے رہیں گے خدا جس کو چاہے گا اس کی طرف لاکر نجات آخروی کا سامان کرلے گا کیونکہ اس نے عام لفظ بتا دیا کہ خدا جس کو چاہتا ہے اس نور کی ہدایت کرتا ہے

پیروی

اس میں ہر زمانہ کے لوگ شامل ہیں صرف کسی خاص زمانہ والے نہیں یہ وہی ذات تھی یہ وہی نور محمدی تھا جس کو خدا نے اس لئے سب سے پہلے بنایا کہ وہ خدا کو پہچانیں اس کے متعلق آیتیں یہاں بیان ہوئی ہیں ان پر جتنی دفعہ غور کیا جائے جتنی مرتبہ پڑھا جائے اور سوچا جائے یہ یقین ہوتا جاتا ہے کہ خدا نے اپنے محبوب بندے کا نور اپنی معرفت کے لئے بنایا اور پھر اس نور کو ہمارے درمیان بھی بھیج دیا تاکہ ہمارے لئے خدا کو پہچاننے میں اور اس کی معرفت حاصل کرنے میں پوری سہولت ہو۔ ......
کیونکہ جو ذات معرفت رکھتی ہے اور اتنی عظیم ہے اور جو برابر نور کی شکل میں وہاں سے خدا کو پہچانتی آ رہی ہے وہ ہمارے سامنے جب آئی تو ہمارے لئے اس تک پہنچنا آسان ہو گیا اب اسکی باتوں تک پہنچنا آسان ہوا اور ان کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے کیونکہ اب وہ نور محمدی ہم میں آ گیا اور ہمارے جیسی شکل وصورت میں آیا انہوں نے دنیا میں آنے کے بعد ہم جس طرح رہتے ہیں اسی طرح کی رہائش اختیار کی۔
زندگی کے تینوں درجے بچپن جوانی اور بڑھاپا گزار کر پورا موقع دیا کہ جو چاہتا ہے وہ ان سے سیکھے اور ان کی باتوں پر پیروی کرے اور دیکھ لے کہ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے وہ کس طرح رہتا ہے کس طرح کھاتا پیتا ہے کس طرح گفتگو کرتا ہے۔
کس طرح دشمن سے سلوک کرتا ہے کس طرح غریبوں کی مدد کرتا ہے کس طرح انتظام سلطنت کرتا ہے اور کیوں خدائے ذوالجلال کی عبادت کرتا ہے لیکن درحقیقت ان کی ذات بہت بلند ہے اور ان کا درجہ عنداللہ ایسا ہے کہ دنیا کسی شخص کا نہیں ہو سکتا کسی انسان کو وہ مرتبہ نہیں مل سکتا کوئی فرشتہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔
اس نے اپنی ہر ہر صفت کی جھلک اس میں دکھا دی ہے اور اس کی خلقت بھی کسی اور شکل

میں نہیں بلکہ نور کی شکل میں کی کیونکہ خود وہ اپنے لئے بھی کہتا ہے کہ وہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے تو چوں کہ وہ اپنے لئے لفظ نور استعمال کرتا ہے۔ اس لئے ان کے لئے بھی نہ مٹی کو منتخب کیا اور نہ آگ کو نہ کسی اور چیز کو بلکہ نور کو منتخب کیا کیونکہ نور افضل ترین چیز ہے لیکن دو نوں میں ایک نور ایسا ہے جس کو ہم سمجھ سکتے ہیں جو خلق کیا گیا ہے جو ہماری شکل میں آ سکتا ہے اور دوسرا نور وہ ہے جس کو اللہ کہتے ہیں جو خالق نور ہے جو کسی ایک جگہ سے مخصوص نہیں ہر جگہ ہے اور کسی شکل میں نہیں جس کو ہم سمجھ سکیں ......"

ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا اس کا تصور کسی صورت سے ممکن نہیں اس نور کو سمجھنے کے لئے چیزوں کو دیکھنا پڑتا ہے اور عقل سے سوچ کر اس کو سمجھا جاتا ہے اور یہ نور محمدی وہ نور ہے جس کو اس نے پیدا کیا اور جیسا چاہا پیدا کیا اور اس لئے پیدا کیا تاکہ یہ نور خدا کو پہچان سکے اور اس کی معرفت حاصل کر سکے چونکہ نور خدا کو بتانا انسان کے بس کی بات نہیں اسی لئے عموماً اس کا مطلب بیان کیا گیا کہ وہ نور کا خالق ہے اور اس نے پہلے جن چیزوں کو بنایا وہ نور ہی نور تھے اس لئے اپنی ذات کو بھی نور کہا لیکن ہم یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ جس طرح چاند ستاروں کا نور ہے اسی قسم کا خدا بھی نور ہے۔ ان نوروں کی حالت جدا ہے یہ جب ہوتے ہیں تو دن ہوتا ہے یہ نور صرف زمین کے اوپر ہیں یا اپنے آسمان میں ہیں لیکن خدا جس کو نور کہہ رہا ہے وہ جس طرح دن کو ہے اسی طرح رات کو ہے جس طرح زمین پر ہے اسی طرح غاروں میں ہے جس طرح پہاڑوں پر ہے اسی طرح ہمارے دلوں میں ہے وہ فضاؤں میں بھی ہے اور زمین کے اندر کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں وہ نہیں ہو۔ ہم ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور صرف اس کے حکم سے اوپر کی طرف لو لگاتے ہیں لیکن وہ ہماری رگِ گردن

سے زیادہ قریب ہے۔ وہ خدا ایسا ہے کہ جس کی تعریف کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ بیان کر سکے اس کی ذات کو ارادوں کی بلندیاں نہیں پا سکتیں غور و فکر کی گہرائیاں اس کو نہیں چھو سکتیں بلکہ جس طرح عمارت دیکھ کر معمار کا علم ہو جاتا ہے اور کوئی بھی بنی ہوئی چیز دیکھ کر اس کے بنانے والے کا یقین ہوتا ہے کہ کسی نے ضرور بنایا ہے۔

اسی طرح اس عالم کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کا بھی یقین ہو جاتا ہے اور بس یہی ہماری انتہائے معرفت ہے کہ اس کی مخلوقات کو دیکھتے جائیں ایک ایک مخلوق کو دیکھیں چاہے وہ آسمان کی ہو یا زمین کی اور ان میں غور کرتے جائیں۔ اس کی زمین پر مخلوق کو دیکھیں اس کے آسمانوں کی پیدائش پر غور کریں دن اور رات کی مسلسل آمد و رفت کو دیکھیں کہ وہ روز آتے ہیں اور ایک تناسب سے گھٹتے بڑھتے ہوئے آتے ہیں پانی پر نظر کریں کہ کس طرح اس پر کشتی چلتی ہے جو نہ کشتی کو ڈبو دیتی ہے اور نہ مٹی کی طرح روک لیتی ہے بلکہ بیچ میں رکھتی ہے اور مال لوگوں کا ادھر سے اُدھر لے جاتی ہے۔ انسان کشتی میں بیٹھ کر سمندر پار کرتا ہے اور زمین پر آتا ہے اس کو دیکھیں کہ وہی آسمان ہے لیکن کبھی پانی آتا ہے کبھی اولے کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں اور کبھی بجلی عذاب بن کر آتی ہے کبھی خشک زمین خوب تر و تازہ ہو جاتی ہے اس میں کیسے کیسے چھوٹے اور بڑے مخلوقات آباد ہوتے ہیں اتنے چھوٹے کہ بعض تو آنکھ کھولتے ہیں دنیا پر نظر ڈالتے ہیں اور جاں بحق ہو جاتے ہیں ہوا کے چلنے کو دیکھیں بادل پر نظر کریں جو فضا ہی میں ہمیشہ رہتا ہے دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کوئی چیز ہے لیکن قریب جائیے تو کچھ نہیں ہے اور عجیب شان ہے خدا کی کوئی چیز ایسی کہ معلوم ہوتی ہے پر قریب جانے پر کچھ نہیں، اور کوئی ذات ایسی کہ کچھ نہیں معلوم ہوتی پر ہر جگہ اس کا اثر اور وجود ہے اب ہم ان کو سوچیں اور سوچ کر یہ یقین کرتے جائیں کہ ایک ذات

ہے اسی کو اللہ کہا جاتا ہے بس یہ اس کی معرفت کیلئے ہماری آخری منزل ہے اور اس منزل کو حاصل کرنے میں یہ عالم کی اشیاء ہر ایک مدد دیں گی تاکہ ان کو دیکھ کر ہم سمجھ سکیں کہ خدا کون ہے ہم جان جائیں کہ خدا وہ ہے جو پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے وہی ہر چیز کا موجد ہے اور وہی فنا کر دیتا ہے وہی حقیقی معنوں میں مالک ہے وہی سلطان ہے اور وہ پاک ذات ہے جو ہمارے دلوں کو امن دینے والی ہے جو نگہبانی کرنے والی ہے جبکہ ہر قسم کی نگہبانی سے ہم مایوس ہو جاتے ہیں وہ عزت والا ہے اور عزت دے سکتا ہے جبکہ ہر بڑا سے بڑا آدمی ذلت کی منزل پر پہونچ چکا ہو وہ بڑا ہی زبردست ہے اور صرف وہی ایسا ہے کہ اپنی بڑائی خود بیان کر سکتا ہے دوسرے بیان کریں تو خدا ان کا سر نیچا کر دے گا جس طرح وہ ہر بڑے آدمی اور متکبر کا سر نیچا کرتا ہے وہ مختلف شکلوں پر لوگوں کو بناتا ہے کہ ایک شکل کبھی دوسرے سے ملتی نہیں ہے ان صفات کو ہم سمجھ سکتے ہیں اور صفات کو سمجھ کر جان سکتے ہیں کہ کوئی ذات ہے جو ایسی ہے اور ایسی ہے بس صرف اتنا ہی اس کے متعلق کہنا ممکن ہے اور یہی اس کی معرفت ہے کہ ہم اس کی مخلوقات کو دیکھ کر یہ یقین پختہ کرتے جائیں کہ کوئی ہے اور جو اس نے کہا ہے کہ اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اور زمین و آسمان میں جو چیزیں ہیں ان میں جو صفات ہیں ان سب کا بنانے والا اور دینے والا وہی ہے وہ ان سب کے قریب ہے اور ان کے رگ و ریشہ سے ہر وقت واقف ہے اس کی ذات کے بارے میں دنیا کی ہر شے کچھ نہ کچھ بتا ہی دے گی اس لئے اب اس کے بجائے اس ذات کی طرف توجہ کرنا بہتر ہے جس کو اس نے خود بنایا ہے اور جو اس کی شاندار تخلیق کہی جا سکتی ہے یعنی جو نور اس کا اول مخلوق ہے اس کو دنیا والے ہر عہد

تغیر

بی سمجھ سکتے ہیں کبھی اس کے نور سے بنے ہوئے انبیاء کی شکل میں اور کبھی دوسرے پیکروں میں۔

آج کے سائنس دانوں کا خیال

آج ان نئے علوم میں غور و فکر کرنے والوں نے ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور یقیناً ان کو پڑھنے سے انسان کا دماغ زیادہ روشن ہوتا ہے بہت سی باتیں ایسی ہمارے سامنے پیش کر دی گئیں کہ پہلے ان کی حقیقت گویا ان کے متعلق کچھ بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ مثال کے طور پہ پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے کوئی نہیں جانتا تھا کہ پانی اس لئے بنا کہ اس کے اجزاء کو ملانے سے پانی ہی بن سکتا ہے اگر کچھ اجزاء ختم کر دیئے جائیں تو یہی پانی ہوا ہو جائے گا۔ خدا نے کہا تو تھا اور آج بھی قرآن اعلان کر رہا ہے کہ ہم نے زمین میں ہر چیز کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے لیکن اس پُر مطالب جملہ پر کسی نے غور نہیں کیا اسی لئے بہت سی باتوں کے فوائد کا ہمیں علم نہیں ہو سکا لیکن اب اس میں کوشش کی گئی اور چھان بین کر کے ہر چیز کی خصوصیات کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ واقعی ہر چیز ہمارے لئے مفید ہے اس لئے یہ کام مستحسن اور قابل تعریف ہے ہمارے نزدیک بھی اور ہر معقول شخص کے نزدیک بھی اسی غور و فکر میں یہ بھی پتہ چلا کہ دنیا میں ہر چیز بدلتی جا رہی ہے جو دنیا ۵۰۰ برس پہلے تھی اس کی ہر ایک چیز اتنے عرصہ میں کچھ نہ کچھ بدل چکی ہے یہ کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ اس کا اصول تو سب دہی پرانا ہے قدیم منطق کی کتابوں میں سب سے پہلے پڑھایا جاتا ہے کہ عالم میں تغیرات ہوتے ہیں اور جس چیز میں تغیرات ہوں وہ حادث ہے یعنی پہلے نہ تھی اور اب ہے اس لئے عالم بھی حادث ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز سے خلق ہوا ہے اور یہ سطح

فنا ہو جائے گا جس طرح اب سوچا جا رہا ہے کہ ہر چیز جو آج ہے کل اس کی شکل میں کچھ فرق تھا اور جو کل تھی وہ ایک سال پیشتر کسی اور طرح تھی اسی لئے آج سے ایک ہزار سال پہلے کی دنیا کی یہ شکل نہ تھی جیسی اب ہے اُس زمانہ کے جانور دوسرے قسم کے تھے سامان کچھ اور تھے غذائیں کسی اور طرح تھیں اتنی چیزیں کھانے پینے کی اس زمانہ میں نہ تھیں جتنی اب استعمال میں ہیں ایسے ایسے پرندے نہ تھے اور اسی طرح اس سے کچھ پہلے اور دوسری شکل تھی اور ہوتے ہوتے ایک وہ زمانہ آجاتا ہے جب خود یہ زمین اس شکل میں نہیں تھی بلکہ یہ کسی اور رنگ میں تھی اس میں گرمی بہت تھی رفتہ رفتہ اس کی سطح جمتی جا رہی ہے اس شکل میں یہ آئی تو ضرور ہے لیکن بہت سے تغیرات کے بعد شروع میں یہ صرف ایک گولا تنی اور وہ بھی ایسا نہیں جیسا کہ اب ہے اور ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ نہ تھی۔

... اس مقام پر ماہرین علم الارض کا کہنا یہ تھا کہ سورج کا ایک ٹکڑا کسی وجہ سے سورج سے باہر آگیا اور جس طرح سورج گردش کر رہا ہے اسی طرح وہ بھی کرنے لگا اور گردش لگاتے لگاتے اس پر ٹھنڈک پہونچی اور رفتہ رفتہ ٹھنڈک سے زمین کی سطح جمتی گئی لیکن سب خود بخود ہوا کوئی خدا نہیں تھا بغیر کسی بنانے والے کے وہ سورج تھا اور بغیر کسی خدا کے زمین الگ ہو گئی اور سارا عالم آباد ہو گیا لیکن ۱۹۵۶ء میں جو کتابیں یورپ سے اس موضوع پر شائع ہوئیں وہ کہتی ہیں کہ زمین سورج سے الگ نہیں ہوئی بلکہ بے حساب ذرات ہر طرف بکھرے ہوئے تھے اور وہ ذرات آپس میں خود بخود ملنے لگے (بغیر کسی طاقت یا خالق کے) اور ستارے بنے اسی طرح خود سے سورج بنا اور اسی طرح خود بخود ان ذروں سے مل کر زمین بھی بن گئی اب یہ لوگ زمین کے سورج سے خود بخود باہر نکلنے کو نہیں مانتے اور اس پہلے خیال کے متعلق وہ اتنا ہی مذاق

اڑاتے ہیں جس طرح دنیا کے چپٹی ہونے کے خیال کو مضحکہ خیز سمجھا جاتا ہے اور اس طرح یہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے اور اپنے بزرگوں کا مذاق اڑانے کا سلسلہ ابتک چل رہا ہے بہرحال اس طرح یہ رفتہ رفتہ اس منزل تک تو اپنی تحقیقات سے خود ہی پہونچ گئے ہیں کہ پہلے دنیا میں کچھ بھی نہ تھا ہر طرف ایک مخصوص قسم کے ذرات پھیلے ہوئے تھے اور وہی ابتدا دنیا ہے اور اس طرح ان لوگوں نے خود ہی ان دہریوں کے خیال کو ختم کر دیا جو پہلے اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ محمد کیا کہہ رہے ہیں کہ خدا نے دنیا بنائی کیا انھوں نے بناتے دیکھا ہے یہ تو ہمیشہ سے یوں ہی چلی آ رہی ہے اور کبھی بنی ہی نہیں (پتہ نہیں انہوں نے ہمیشہ سے اس کو یوں ہی دیکھا تھا جو کہ دیا کہ ہمیشہ سے ہے) بہرحال اب ان کی اس تحقیق کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ اب سمجھا گیا ہے اس کے آگے کوئی تحقیق نہیں ہو سکتی یا نہیں ہوگی یا یہ کہ جو کچھ تحقیق ہو چکی ہے کہ سب سے پہلے ذرات ہی ذرات بے حساب بکھرے ہوئے تھے یہ نظریہ بالکل صحیح ہے نہیں ہر نسل اپنے سے پہلے والوں کا مذاق اڑاتی آئی ہے اور کیا عجب ان کے بعد بھی تاریخ ورق دہرائے جب انسانی دماغ بدلتا جا رہا ہے تو ہر بات میں تبدیلی ہوگی ہر نسل کے لوگ اپنے پہلے گزرنے والی نسل کے خیالات پر ہنستے رہے ہیں آئندہ آنے والے لوگ اس ذرات والے تصور سے بھی آگے بڑھ سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے یہ مان لیں کہ اس ذرہ سے بھی پہلے ایک چیز تھی جس سے بعد میں یہ ذرات بنے لیکن وہ چیز کیا تھی اور کہاں سے آئی اس کا جواب سوائے خدا کے کوئی نہ دے سکے گا یہ تو کہیں گے کہ وہ چیز بس ایک مخلوق تھی جس کو بتانا مشکل ہے اور ہم کہیں گے کہ مشکل نہیں ہے خدا خود بتاتا ہے کہ اس نے سارے عالم کو بنایا اور اس طرح کہ اس نے سب سے پہلے ایک نور کو پیدا کیا جس میں تمام صلاحیتیں موجود تھیں اور یہی صلاحیتیں

غرض پیدائش

رفتہ رفتہ رنگ برنگے مخلوقات کی شکل میں ظاہر ہوئیں اسی نور سے دوسری مخلوق وجود میں آئی۔

یہ بات ذمہ داری سے کون کہہ سکتا ہے خود سائنسداں بھی پوری ذمہ داری سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ اپنے ذرائع کو استعمال کرتے ہیں جو نتیجہ ان کے خیال میں درست ہے پیش کرتے ہیں لیکن ہمیں تو یقین ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے غلط ہونے کا امکان نہیں حالانکہ ہم نے ذرا محنت نہیں کی لیکن جب خدا نے بتا دیا تو اب اس کے یقینی ہونے میں شک کیا کیوں کہ یہ سب اس نے بتایا ہے جس نے خود بنایا ہے اور جو بناتا ہے اس کی بنائی ہوئی چیز دوسروں سے بہر حال بہتر اور زیادہ صحیح ہوتی ہے اس لئے ہم تو مطمئن ہیں کہ پہلے کیا بنا اور کس طرح بنا لوگ ہمیشہ یہی تحقیق کرتے رہیں گے کہ اس سے پہلے کیا بنا اور وہ چیز کیا تھی اور اس سے پہلے کیا تھا اور وہ کہاں سے آیا اور یہ سوچنے کا وقت ان کو نہیں ملے گا کہ جو کچھ بنا کیا بے کار بنا ہم ان سے بہت آگے نکل کر یہ تک معلوم کر چکے ہیں کہ یہ سب کیوں ہے اور اس عالم کے بننے کی غرض و غایت کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے اور یقیناً ہم کو یہ معلوم بھی ہونا چاہیے کہ نمک کا فائدہ اور اس کا استعمال کیا ہے نہ یہ کہ نمک کی حقیقت کیا ہے چیز کو جاننے سے بہتر ہے کہ اس کی غرض اور اس کا مقصد معلوم کر لیا جائے اور اس مقصد کر فائدہ اٹھایا جائے لہٰذا جو لوگ سوچ رہے ہیں وہ یہی سوچتے رہیں گے کہ کیا ہے اور کیوں کر ہے اور ان کے لئے وہ دن بڑا سخت ہوگا جب پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم کیوں تھے؟

لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ یہ سب صرف اس لئے بنایا گیا تاکہ انسان کو جو عقل دی گئی ہے اس کو بے کار نہ رہنے دے اس سے ان مخلوقات پر غور کرے اور ان کے بنانے والے خدا کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کو سمجھ کر اس کی عبادت کرے کیونکہ انسان کی خلقت کا مقصد نہ تو یہ تھا کہ وہ پتھروں کی خدمت کرے یا دریاؤں کی نہ سمندر کے لئے وہ

اشرف مخلوق

نہیں پیدا کیا گیا نہ وہ فضاؤں کے لئے بنا جانوروں کی خدمت اس کے سپرد نہیں ہے نظاروں کی خدمت گزاری وہ تو اشرف المخلوقات ہے اور خود کہتا بھی ہے کہ میں اشرف المخلوقات ہوں یعنی بہترین مخلوق ہوں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان میں سب سے افضل ہوں اس لئے کسی دوسری مخلوق کی خدمت کرنا اسکی ذلت وحقارت ہے دنیا پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ ہر مخلوق اپنے سے افضل کے لئے فنا ہو جاتی ہے۔ مٹی آگ پانی ہوا یہ سب جمادات ہیں سب سے پست اور ادنی مخلوق ہیں یہ نباتات یعنی درختوں کی غذا بنتے ہیں اور خود اپنی اصلیت کھو کر درخت کی شاخ پھل پھول بنجاتے ہیں اور اس طرح ان کی خدمت کرتے ہیں اور پھل پھول پتے یہ جانوروں کے لئے ہیں وہ کھاتے اور اپنی ذات کو فائدہ پہونچاتے ہیں یہ خود فنا ہو کر جاندار کا جزو بن جاتے ہیں اور یہ سب چیزیں یہ تمام جانور جو کچھ زمین میں ہے جو فضاؤں میں ہے سب اپنے سے افضل یعنی انسان کے لئے بنے ہیں زمین کی ہر چیز اس کو فائدہ پہنچاتی ہے آسمان پانی برساتا ہے روشنی دیتا ہے اور اس سے زمین قائم ہے تاکہ سب انسان کے لئے مفید ثابت ہوں تو ہر مخلوق اپنے سے افضل مخلوق کی خدمت گزار ہے اور یہ اصول اپنی جگہ مستحکم ہے جس طرف جی چاہے توجہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے اور اسی اصول کے مطابق انسان کی خلقت کسی پست مخلوق کے لئے تو نہیں ہو سکتی تاکہ وہ بننے کے بعد گھٹیا چیزوں جانوروں یا جمادات کے لئے زندگی صرف کرے۔ خود انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے یہ جب خدمت کرے گا تو وہ یا تو اس سے کم درجہ ہوگی یا برابر اس سے بلند صرف خالق ہے دوسری تمام مخلوق اس سے پست ہیں۔ اس لئے اس کا مقصد جب کسی کی خدمت ہوگا تو وہ دوسرا مخلوق اس سے بہتر نہیں ہو سکتا یہ صرف اپنے خالق کی خدمت اور بندگی کر سکتا ہے کہ وہی ایک ذات اس سے بلند ہے یہ بھی انسان

سوچ سکتا تھا کہ انسان دوسرے انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن یہ بھی اس اصول سے غلط ہے کیونکہ ہر چیز اپنے سے بلندی کی طرف جا رہی ہے اور بلند ہی کی خدمت کرتی ہے اگر انسان اپنے برابر والے کی خدمت کرے تو کم سے کم اس بات میں دوسروں سے گھٹ جائے گا کہ دوسری مخلوقات اپنے سے اعلیٰ کے لئے نثار ہوتی ہیں اور یہ اپنے برابر والے پر جان دے دیتا ہے دوسروں کی خدمت کرنا ایک اچھی چیز بتایا گیا ہے جیسے اپنے بھائی بند ماں باپ اعزا پڑوسی مہمان غریب فقیر وغیرہ یہ سب اسلئے نہیں کہ اس دوسرے انسان کی خلقت بلند ہے یا دوسرا انسان کسی خاندان یا مال وجاہ یا سن وسال کے سبب سے اس سے افضل ہے بلکہ افضل تو درحقیقت صرف وہ ہے جو اپنے سے بلند یعنی خدا کی عبادت زیادہ کرتا ہے اس نے خود بتا دیا کہ "تم میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنے معبود سے سب سے زیادہ ڈرے"۔ جب ڈرے گا تو بری باتوں سے بچے گا اور خود کو اللہ سے قریب کرے گا اس لئے افضلیت کا معیار خدا کی عبادت ہے اور خدا کا ہر حکم ماننا ہی اس کی عبادت ہے اور اسی کا حکم بعض انسانوں کی عزت کرنا اور خدمت بجا لانا بھی ہے دنیا میں جو ہم بزرگوں کی عزت کرتے ہیں دوسروں کی خدمت کرتے ہیں اور عام لوگوں کی بہبودی کے لئے نیک کام کرتے ہیں مثلاً درسگاہ یتیم خانہ ہسپتال بنائے جاتے ہیں یہ صرف اس لئے کہ اس سے خالق کی خوشنودی ہوتی ہے اور اس کا یہ حکم ہے۔ ورنہ اگر اس سے بادشاہ کو خوش کرنا لوگوں پر بڑائی جتانا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں چونکہ وہ کہتا ہے کہ بڑوں کی عزت کرو، تو ہم ان کی عزت کرکے درحقیقت خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اسی لئے کتنا ہی بُرا وہ کیوں نہ ہو لیکن بڑے سے عزت سے اور ادب سے گفتگو کی جاتی ہے وہ کہتا ہے کہ والدین سے اُف نہ کرو اس لئے ہم ان کی ہر بات کو برداشت کر لیتے ہیں ورنہ بہت سے ماں

باپ کی بات قابل برداشت نہیں ہوتی بہت سے اپنی عمر کی وجہ سے تکلیف دہ ہوجاتے ہیں
لیکن ہر نیکی اور ہر اچھائی کا معیار یہ ہے کہ اس میں خدا کی عبادت ہے کہ نہیں اس لئے ہم
ہر حال میں کوشش کئے جاتے ہیں خدا نے اسی لئے ہم کو انسانوں کی بندگی سے دور ہٹایا
ہے اور کہا ہے کہ جہاں تک میں کہوں میری بات کی پیروی میں ان کے ساتھ نیک سلوک
کرو۔ لیکن ہم کو جب اپنی غرض ہو تو کسی ہم رتبہ کے پاس یعنی انسان کے پاس جانے سے بھی
روکا گیا ہے کہ دوسروں کی عزت بے شک کرو لیکن اپنی حاجت لے کر کسی انسان کے
پاس ..... نہ جانا کسی کے آگے کبھی نہ جھکنا۔ کسی انسان سے ڈرنا کبھی نہیں ڈرنا تو مجھ سے
صرف میری ہی ذات ایسی ہے جہاں تم کو خوف کرنا چاہئے کسی انسان کی بندگی نہ کرنا
اگر کرنا تو میری بندگی کرنا میرے علاوہ کسی کی غلامی کرنا انسانیت کے لئے عار ہے کسی
سے امید نہ کرنا کیونکہ جس سے کوئی امید ہوتی ہے اور کسی چیز کے ملنے کی تمنا ہوتی ہے اس کی
اتنی دیر کے لئے بندگی بھی کرنی پڑتی ہے ایک آدمی سے اگر امید ہے کہ وہ دولت یا عہدہ دے
گا تو انسان اس کا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہوجاتا ہے اگر وہ کہے کہ اپنے باپ ماں کو بھی
چھوڑ دو تو بندہ اس امید پر سب کچھ کر دے گا اس کی معمولی سے معمولی خدمت جو نوکر کرتے
ہیں وہ تک کر دے گا لیکن خدا کو پسند نہیں کہ جس کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا وہ
انسان کسی بندہ کی عبادت کرے جو خود دوسرے کے آگے سر جھکاتا ہے اس کی بندگی
کرنے اسی لئے کہا کہ صرف مجھ سے امید رکھو اور جس نے دنیا سے قطع تعلق رکھا دوسروں
کی پرواہ نہیں کی مجھ سے امید کی اور مجھ سے مانگا وہ انسان اپنی قدر پہچانتا ہے اور
میرے حکم پر چلنے والا ہی صحیح زندگی گزار سکتا ہے میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ انسان
صرف میری بات پر ہے۔ میری ایک بات کی بھی مخالفت نہ کرے کیوں کہ میں سخت سزا دینے

سکتا ہوں اور دوسرے کی بات کی پرواہ نہ کرے کیونکہ دوسرا ایک دانہ روزی کا کم کر سکتا ہے نہ زندگی کی ایک سانس گھٹا سکتا ہے اگر انسان عقل کو کام میں لائے جمادات کی بندگی نہ کرے مال و دولت کی عبادت سے بچ سکے اس کے دماغ سے خواہشات دنیا نکل جائیں چاہیے خواہشات زر کی شکل میں ہوں یا زن کی شکل میں اس پر مسلط نہ ہوں اپنے اولاد کی محبت اس کو فرائض سے اندھا نہ کردے سونے چاندی کی چمک دمک اس کے ہوش و حواس گم نہ کردے اور دنیا کی دوسری چیزیں مثلاً جانور زراعت اور عیش و آرام کے سامان اس کو مدہوش نہ کردیں اور وہ ان سے دامن بچالے ان باتوں کو تھوڑی دیر کے لئے بھول جائے اور ان سے بچ کر اپنی زندگی پر غور کرے تو وہ یہ سمجھ جائے گا کہ ہماری خلقت بے کار نہیں ہم یوں ہی پیدا نہیں کردیئے گئے کہ راکٹ پھینکتے رہیں اور ہوائی جہاز اڑاتے رہیں اور ساری طاقت اسی ڈر میں صرف کردیں کہ کہیں دوسرا حملہ نہ کردے بلکہ ہماری پیدائش کا مقصد اس کے علاوہ بھی کچھ ہے اور وہ ایسا مقصد ہے جس کا تعلق کسی بلند ذات سے ہے ہم اشرف المخلوقات ہیں اس لئے وہ ذات صرف خالق ہی کی ہوسکتی ہے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہوں اور ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ اس طرح رہیں جس طرح وہ بتائے مانگنا ہو تو اس سے مانگیں اور کسی انسان سے مانگنا باعث شرم سمجھیں عبادت کرنا ہو تو اس کی کریں انسان یا دنیاوی چیزوں کی عبادت کرنا حقارت ہے اور اسی کے ہو کر رہیں کیونکہ وہی ایک ہم سے بڑا ہے۔ اپنے سے پست اور اپنے سے برابر والے سے ڈرنا اور اس کی بندگی کرنا انسانیت کی توہین ہے کیونکہ انسان کی خدمت کے لئے عالم کی ہر چیز موجود ہے خود انسان خادم نہیں مخدوم ہے دنیا میں اللہ کے علاوہ ایسی زندگی کا تصور کوئی دوسرا نہیں بتا سکتا۔ جس میں اس قدر باعزت اور

فخر والی زندگی بسر کرنا ضروری بتایا گیا ہو۔ خود شناسی اور اپنی قدر کرنا کوئی دوسرا دین اس طرح نہیں سکھا سکتا۔ لوگوں نے دوسروں کے بتائے ہوئے طرز حیات پر بھی عمل کیا ہے کاہنوں کی بات مانی ہے پیر و مرشد کے آگے سر جھکایا ہے جادوگروں کے اصول مانے ہیں لیکن ان کا حشر جو ہوا وہ معلوم ہے کہ کسی کو دنیا نے سورج کے آگے جھکا دیا کسی سے آگ کی پرستش کرائی کوئی سانپ کو ہاتھ جوڑتا رہا اور بہت سے جمادات کی پرستش کرنے لگے جو سب سے کم درجہ والے ہیں جو پتھر ان کی عمارتوں میں کام آتا ہے اس کو کاٹ چھانٹ کر اس سے اولاد مانگنے لگے روزی کی دعائیں کرنے لگے۔ غرض ٹھوکر ہی کھاتے رہے اور عقل پر پردے پڑے رہے دنیا کی ہر چیز کی عبادت کرتے رہے اور پھر بھی سمجھتے تھے کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں حالانکہ اشرف المخلوقات وہ ہوئی جس کے آگے انسان اپنا سر جھکا دے نہ کہ خود ایسے انسان۔ تو انسان چاند سورج کو پوجتا رہا اس نے سانپ کی پرستش کی اور خود کو اشرف المخلوقات بھی سمجھتا رہا حالانکہ ہر شے نے اس کی ذلت و توہین کی یہ آگ کو پوجتے رہے وہ ان کو حسب معمول جلاتی رہی سانپ اسی طرح ڈستا رہا کیونکہ انسان نے خود اپنے آپ کو پہچاننا چھوڑ دیا تھا اس نے زیادہ سے زیادہ جو ترقی کی تو یہاں تک پہنچا کہ ایک انسان کو خدا مان لیا اور خدا کے بندے کو خدائی کا جامہ پہنا دیا جو خود خدا کا محتاج تھا جس کی زندگی اور موت تک کسی دوسری ذات کے ہاتھ میں تھی اس کو خدا سمجھ بیٹھے یہ لوگ جاپان میں پائے جاتے ہیں ان کا بادشاہ ان کا خدا ہے ایسے لوگ سندھ اور دوسرے علاقوں میں پائے جاتے ہیں جو رسولؐ کے بھائی حضرت علیؑ کو اپنا خدا کہتے ہیں اور ایسے لوگ یورپ و امریکہ اور دنیا کے دوسرے خطوں میں ملیں گے جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں اس لئے کہ ان کی

خلقت میں باپ کی شرکت نہیں تھی انکے یہاں خلائی کا معیار بے باپ کے پیدا ہونا ہے۔ ایسے لوگ روس ہی میں گے جو خدا کو نہیں مانتے لیکن کچھ لوگوں کے ہر حکم کی غلاموں اور کنیزوں کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے اصولوں پر اس طرح عمل کرتے ہیں جس طرح ایک مشین چلانے والے کی تعمیل کرتی ہے۔ یہ سب اس لئے کہ انہوں نے خود اپنا قبلہ بنایا اپنا خدا منتخب کیا اور جو حاکم تھا جو بادشاہ تھا اس کے آگے سر جھکا دیا حالانکہ وہ اگر ان کا خدا ہوتا تو وہ ان کو بتاتا ان کو آزادی دے کر اپنے احکام پیش کرتا اور صرف سزا نہ دیتا بلکہ اچھی جزا بھی دیتا ایسی جزا کہ جس کو سن کر انسان خود عمل کرنے کے لئے بے چین ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ جو عقل دی گئی تھی وہ دنیا کے مسائل میں الجھ گئی۔ وہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے لگی اور اس نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ انسان کو بنایا کس نے ہے اور انسان کے بنانے کا مقصد ہے کیا؟ اس لئے کہ اسے وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں اپنی زندگی سے متعلق سوچتے ہیں خدا سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں اور خود تعلق براہ راست نہ ہو تو خدا کو نبی کے ذریعہ سمجھتے ہیں جو خود خدا سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اسی لئے ہم اپنی زندگی کے مسائل میں دوسروں سے بہتر ہیں اپنی روحانی زندگی میں اور اس کے صحیح استعمال میں اپنی اخلاقی قدروں میں ان لوگوں سے بہت آگے آگے ہیں جو نہ انسان کے وسائل زندگی کو سمجھ سکے اور نہ خود انسان کو سمجھ سکے جو دنیا کی ابتدا ہی نہیں معلوم کر سکے تو یہ بات ان کے دماغ میں کیوں کر آتی کہ انسان پیدا کیوں ہوا اور زندہ کیوں ہے کیا صرف موت کے انتظار میں پیٹ بھر رہا ہے یہ صرف خدا بتا سکتا ہے یہ اس کے اپنے لوگ بتا سکتے ہیں اور ان سے سیکھ کر ہم بتا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے بتانے والے ہمارے نبی محمد مصطفےٰ ہیں۔ ان کے بعد ہمارے دوسرے ہادی ہیں اور خدائی کتاب

قرآن ہے اس لئے ہمارا علم براہ راست خدا کا بتایا ہوا ہے اور ہم جو کچھ عمل کرتے ہیں اس پر یقین ہے کہ اس کی جزا ملے گی ہم سے جو گناہ ہوتا ہے اس پر یقین ہے کہ سزا دینے والا دیکھ رہا ہے اور ہم جب گناہ کی معافی مانگ لیتے ہیں اس پر بھی یقین ہے کہ معاف کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خدا گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جب کہ اس کی معافی مانگی جائے اور دل سے توبہ کر لی جائے اور ہمارے یقین کی وجہ بھی ہے کہ ہماری جو کتاب ہے اس کو آئے چودہ سو برس گذر گئے جبکہ اس دور میں ہر اصول اور ہر پرانی بات کی دھجیاں اُڑا دی گئیں پرانی کتابوں کو اب کوئی پڑھنا نہیں پسند کرتا ان کی باتیں اب مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہیں ان کے انداز بچگانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کتاب کی باتوں کا ختم ہونا یا مضحکہ خیز ثابت ہونا تو دور کی بات ہے آج تک کوئی ایسا نہیں پیدا ہوا جو اس کے مقابلہ کی ایک دوسری کتاب لکھ سکے دنیا اس قدر آگے بڑھی اسلام نے ہر مذہب کے لوگوں میں حصہ لگایا عرب کے بڑے بڑے فصحاء نے جب دیکھا کہ ہم ہی میں سے لوگ محمد کی بات مان کر ہمارے خدا کو برا کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کوشش کی اور اس چیلنج کو قبول کرنا چاہا لیکن چودہ سو برس سے عربی بھی دنیا میں ہے اور اسلام کے دشمن بھی لیکن اس کی باتیں رد کرنا تو دور رہا پورے قرآن کا مطلب سمجھنے والے اور صحیح ترجمہ و تفسیر کرنے والے مشکل سے ملیں گے لیکن ہم کو بھی یہ اتنا ہی فائدہ پہونچاتی ہے جتنا ہم فائدہ اٹھانا چاہیں سورے رٹ لینے سے یا قرآن کو حمائل کر لینے سے ہم علم و عمل میں آگے نہیں بڑھتے اسی لئے ہم میں سے جو لوگ غور کرتے ہیں اور اس کے مطالب سمجھتے ہیں وہ ہی قرآن سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیتے ہیں اور بہت سے اس کی طرف سے لاپرواہ بنتے ہیں اور ایک ہی حال میں ساری زندگی بسر کر دیتے ہیں کیونکہ خدا نے ہر ایک کے لئے یہ چیزیں نہیں بھیجی ہیں بلکہ اس کے لئے جو غور و فکر کرے اور سمجھنے کی

کوشش کرے اس لئے دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں ترقی کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو بیٹھ کر سوچتے ہیں وہ چاہے سیاستداں ہوں یا تاجر پیشہ یا فنکار جو غور و فکر کرتا ہے اپنی لائن اور اپنے فن کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے ورنہ اس کو کوئی علم یا کوئی کتاب یا کوئی ہنر کوئی فائدہ نہیں پہونچاتا اسی لئے غور و فکر کرنا اولین ضرورت کی چیز ہے اور جو غور و فکر دنیا میں کرتا ہے اس کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ایک زمانہ میں وہ دنیا میں نہیں تھیں اور اسی طرح ایک زمانہ میں خود دنیا بھی نہیں تھی آسمان بھی کچھ نہ تھے اس وقت صرف ذات باری ہی تھی جس نے ایک مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تاکہ وہ پہچانا جائے وہ مخلوق بنی اور چونکہ بہترین شکل جو ایک مخلوق کی ہو سکتی ہے وہ نور ہے اس لئے وہ مخلوق بھی نور کی شکل میں بنی اور اس نے پیدا ہوتے ہی فوراً خدا کی معرفت حاصل کر لی اور یہی اس کی افضلیت ہے اس واقعہ سے یہ پتہ چل گیا کہ اگر مقصود خدا عبادت نہ ہو تو دنیا کا بنانا عبث اور بیکار ہو جائے گا اور اس کے علاوہ اگر دنیا کا کوئی شخص کوئی دوسری غرض بتائے تو اس پر انسان خوش تو ہو سکتا ہے شاعری تو کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

لیکن ایک سمجھ دار انسان جب عقل کو کام میں لائے گا تو سمجھے گا کہ اس اصول پر عمل کرنے والے بے حقیقت لوگ ہوتے ہیں جس عیش کے لئے انسان محنت کر رہا ہے کما رہا ہے شادی کر رہا ہے اور اقتدار حاصل کر رہا ہے یہ عیش بھی تو چند روزہ ہے وہ خود سمجھ جائے گا کہ جو چیز خود ہی چند روزہ ہے جو عیش و آرام خود ہی وقتی ہے جو ایک وقت رہتا ہے اور دوسرے لمحہ اس کا بھی مزہ ختم ہو جاتا ہے اس کے پیچھے اپنی زندگی لگانا کیوں کر درست ہو سکتا ہے جو خود ہی ختم ہونے والی چیز ہے اس کے ہم ہو کر کیا حاصل کر سکتے ہیں ہونا تو اس کا

چاہیے جو ہمیشہ رہنے والا ہو جب تک ہم چاہیں اس کی خدمت کر سکیں تاکہ وہ اس کا بدلہ دے وہ ہماری خلقت پر بھی قادر ہو ہمیں کچھ خوشی کچھ آرام اور کچھ اطمینان دے سکے کیونکہ اگر کسی مخلوق کی خدمت کرنے لگے اور ساری زندگی بھی کرتے رہے تو وہ خود ہی فانی اور ختم ہونے والی ہے وہ خود ہی مخلوق ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سے پہلے فنا ہو جائے اور نہ بھی فنا ہو تو ہم فنا ہو جائیں لہٰذا ہماری اس بندگی کا بدلہ اور اس کا فائدہ اس سے کب مل سکے گا جبکہ ہماری زندگی کسی اور کے اختیار میں ہے ہم سب کچھ دنیا کے کسی آرام یا کسی فرد کے لئے کر دیں لیکن خود ہماری زندگی کسی اور کے اختیار میں رہے اور وہ جب چاہے ہم کو موت کی گھاٹ اتار دے گا تو ایسی بندگی کا فائدہ کیا ہم دوسرے کی نوکری کریں لیکن خود ہمارا وجود ہمارے اختیار میں نہ ہو وہ جب چاہے ختم کر دے نہیں خدا کہتا ہے کہ ہماری بات مانو ہمارے ہو جاؤ ہم نے زندگی کے لئے ہاتھ پیر اور دوسرے اعضاء و جوارح دیئے اور چاہیں تو کسی قوت اور کسی عضو کو بھی تم سے لے سکتے ہیں تم کو اندھا بہرہ کرنے پر ہم قادر ہیں تو جو بھی مانگو گے دوں گا اور اگر ہم سے مانگو گے مرنے کے بعد بھی فنا نہیں ہونے دوں گا بشرطیکہ میرے کہنے پر چلو... اس لئے کہ میں نے تم کو پیدا کیا میں تم کو دس مرتبہ مار سکتا ہوں اور پھر زندہ کر سکتا ہوں تم روزانہ بستر پر پہونچ کر اپنی حیات سے بے خبر ہو جاتے ہو تم کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ تم ہو بھی یا نہیں تم میں زندگی ہے یا نکل گئی... کسی چیز کی خبر نہیں سوچو کہ ایک مردہ میں اور تم میں کیا فرق ہوتا ہے اور پھر صبح ہوتے ہی پوری زندگی دیدیتا ہوں اب پھر تمہارے ہاتھ پیر آنکھ کان دل و دماغ کام کر رہے ہیں جو رات تک بالکل بے کار تھے یہ روز کی موت اور روز کی زندگی پر میں قادر ہوں تو تم کو اگر میں نے وہ موت دیدی جس کے بعد تم دفن کر دیئے جاؤ گے تو دوبارہ زندگی کیوں نہیں دے سکتا

ہوں یقیناً میں تم کو ایسی زندگی دوں گا کہ پھر نہ مرو گے - اور اس زندگی میں یا صرف آرام ہی آرام ہوگا یا صرف عذاب ہی عذاب - اگر دوسروں کے دھیر پر جھکے تو عذاب ہی عذاب دوں گا اگر دوسروں کے کہنے پر یا اپنے جی چاہنے پر رہے تو ایسا عذاب دوں گا کہ کبھی نہ نکلو گے اور جس طرح میں نے کہا ہے اس طرح زندگی بسر کی تو پھر آرام ہی آرام ہوگا میں صرف اپنے حکم کی تعمیل چاہتا ہوں تمہارا کوئی فائدہ ہو یا نقصان اللہ کو ہمیشہ مقدم رکھو اس میں چون وچرا برداشت نہیں کروں گا میں تمہارا خدا ہوں جو میرا حکم ہے اس پر عمل کرو ورنہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتا خدائی کا دم بھرنے والے گزر گئے ایک دفعہ چوں وچرا کرنے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کر دیتا ہوں چاہے اس نے کتنے ہی سجدے کیوں نہ کئے ہوں کتنی ہی عبادت کیوں نہ کی ہو لیکن مجھے جانتے ہوئے بھی جب یہ کہہ دیا کہ میرا جی چاہے گا تو عبادت کروں گا اور نہیں تو آدم کو سجدہ نہیں کروں گا تو میں نے اس کو فوراً نکال باہر کیا۔

میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرا حکم ہے تو اس پر عمل ہو رہا ہے کہ نہیں تمہارا جب عمل کرنے کو جی چاہے تب بھی کرو اور نہ چاہے تب بھی کرو تم نے اکڑنا شروع کر دیا ہے تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض کرنا اپنا مشغلہ بنا لیتے ہو اور میرے احکام پر کیوں اور کیسے میں پوری دلچسپی لیتے ہو تم نے ان باتوں پر کب عمل کیا جن کو تم جانتے تھے کہ میرا وہ حکم ہے اور جب سے تم اچھی طرح واقف بھی تھے تم کو قرآن کی ایک آیت مل گئی یا ایک حدیث مل گئی اس پر اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق بہت بڑا اعتراض تو کرنے لگے بحث ومباحثہ میں بہت لطف آرہا تھا جس سے احکام سیکھنا چاہیے اس سے مباحثہ تو کرتے رہے لیکن جو حکم تمہارے سامنے تھا جو صاف صاف حکم تھا اس پر تم کب عمل کرتے تھے جن احکام

کو تم جانتے تھے کہ یہ واجب ہیں ان کی کب پیروی کرتے تھے۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ جو لوگ زیادہ کج بحثی کرتے ہوئے ملتے ہیں وہ خدا کے ان احکام پر کبھی عمل نہیں کرتے جو بالکل صاف صاف ہیں ان ہی کے بارے میں خدا نے تنبیہ کی ہے کہ

منہ ایاتٌ محکماتٌ :۔ قرآن میں کچھ محکم آیات ہیں۔

وھنّ امّ الکتاب :۔ اور وہی اصل کتاب ہیں۔

وَاُخر متشابھات :۔ اور دوسری متشابہ ہیں۔

اور جو لوگ دل کے ٹیڑھے ہوتے ہیں وہی ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اصل کتاب جو ام الکتاب ہیں جن پر عمل کرنا آسان ہے ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی لئے خدا کے عبادت گزار بندوں کو بہت کم اس قسم کی کج بحثی میں دیکھا جاتا ہے۔ اور ان باتوں کو سمجھنے والا خود غور کرے گا تو ایک وقت میں وہ سمجھے گا کہ ہماری خلقت کا مقصد خدا کی بندگی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے ہماری راہ میں اور ہمارے عقائد میں سب سے بڑے مخالف اگر ہو سکتے تھے تو یہ چھان بین کرنے والے اور جدید علوم کے مفکرین کیونکہ ان کے ذہن سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو کلام الہی سے زیادہ سچا ماننا فیشن ہو گیا ہے لیکن خود ان لوگوں کی تحقیقات کا یہ حال ہے کہ ہر تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے تحقیق شدہ امور میں فرق آتا جا رہا ہے بڑے سے بڑا سائنس دان بھی نہیں جانتا کہ اس کی بات کتنے دن کے بعد غلط ہو جائے گی اس لئے ان کی کسی بات پر یہ خیال کرنا کہ درحقیقت دنیا یوں ہی بنی تھی اور اس کی ابتدا اسی طرح تھی۔ بہت مشکل ہے ان علوم سے واقفیت رکھنے والے بلکہ جو لوگ ان علوم پر سطحیات سے آگے بڑھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اتنی بڑی بڑی باتوں کی بنیاد اکثر فرض کی ہوئی چیزوں پر ہے ایک چیز فرض کر لی جاتی ہے اور اسی پر دوسری

اصولوں کو طے کر لیا جاتا ہے اس لئے ان تحقیقات میں تبدیلی کا ہمیشہ امکان ہے کیوں کہ ان مفروضات میں یہ خود ہی فرض ہو جاتا ہے کہ تحقیق بدل جانے پر یہ اصول ختم ہو جائے گا لیکن کسی لوٹی ہوئی چیز نہیں بدل سکتی ... کم سے کم چودہ سو سال کا تجربہ یہی ہے کہ وہ خدا کی بات اس کا کلام اور کتاب ہے کہ جو اصول بھی دنیا میں مانے گئے یا بنائے گئے اس کے بیان پر کوئی اثر نہیں آیا بلکہ وہ ایسا انداز بیان ہے کہ ہر اصول کو اس پر ہر زمانہ میں منطبق کیا گیا ایک زمانہ میں یونانی فلسفہ کا زور تھا قرآن کو اس پر منطبق کیا گیا لیکن جب وہ فلسفہ ختم ہوا تو وہ تمام کتابیں بے کار ہو گئیں لیکن قرآن کی کسی آیت پر یہ نہیں سوچا گیا کہ یہ بھی باطل غلط ہو گئی لہذا اس کو بھی تم رد کر دو بلکہ فوراً دوسری آیت نے مدد کی اور سمجھ میں آیا کہ اچھا اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا اور یہی سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس قرآن میں علم الارض پر بھی باتیں ہیں حیوانات کے متعلق بھی چیزیں ہیں کیڑے مکوڑوں کے متعلق بھی طائروں کے متعلق بھی ابر و باد کا بھی ذکر ہے فلکیات کی باتیں بھی ہیں اور معدنیات کی بھی ہر چیز کی بنیادی باتیں بتائی گئی ہیں اور ان کا مقصد بھی لیکن چودہ سو برس میں کسی بات پر بھی کوئی دھبہ نہ آسکا اس لئے ہم اسی کا دامن مضبوطی سے پکڑتے ہیں کہ جب اتنی باتیں پہلے ثابت ہو چکی ہیں تو دوسری چیزیں بھی یقیناً صحیح ہیں بلکہ ہم تو اس کو صحیح مانتے ہی ہیں البتہ ان تحقیقات سے مزید اطمینان ہوتا جا رہا ہے کہ بالکل سچ ہے کہ یہ خدا ہی کا کلام ہے۔ اور خدا نے جو ہماری خلقت کی غرض بتائی ہے کہ "اگر میری بات نہیں مانو گے تو جہنم میں ہمیشہ کے لئے بھیج دوں گا اور اگر مانو گے تو ہمیشہ کے آرام والی جگہ جنت میں جگہ دوں گا" خدا نے سب کچھ کر کے دکھا دیا اتنا بڑا آسمان اور زمین جس کے اختیار میں ہے اور جس نے ان کو بنایا اور ان میں ایسا نور دیا جو آج تک اسی طرح قائم ہے تو پھر اس کے لئے

ایک جنت اور جہنم بنانا ناممکن کیسے ہوسکتا ہے اگر ہماری زندگی یوں ہی ہوتی کہ جس طرح
چاہو گزار لو تو وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نہیں بھیجتا کہ ہر ایک اسی ایک اللہ کا نعرہ
لگاتا ہوا آیا اور اسی ایک اعتقاد پر مر گیا اور ہر نبی کم و بیش کامیاب بھی ہو کر گیا۔ اس سلسلہ
میں ان لوگوں نے تکلیفیں بھی برداشت کیں اذیتیں بھی ہوتی رہیں مال و اسباب بھی
چھینا گیا ہاتھ پیر بھی کاٹے گئے لیکن یہی کہتے رہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو تمہارا
خالق ہے کوئی اپنی بات سے پھرا نہیں نبوت کا اعلان کر کے کبھی دنیاوی تکالیف کے
آگے سپر نہ ڈالی۔ یہ تھی خدا کی معرفت اور اس معرفت کا اثر۔ انسان جس قدر اللہ
کو پہچانتا جائے گا تکلیفوں کا برداشت کرنا آسان ہوتا جائے گا تکلیفیں ہوتی تو ہیں
مگر وہ سوچتا ہے کہ ہمارا خدا خوش تو کچھ پرواہ نہیں کیسی ہی تکلیف کیوں نہ ہو اور اس
کی امنگ میں کوئی پژمردگی نہیں آتی بلکہ اسی طرح ہر کام پورے انہماک سے انجام دیتا
ہے اس لئے کہ فکر وہ کرتا ہے جو اپنی تکلیفوں کا اثر لیتا ہو اور جو اپنی ہر تکلیف خدا
کے حوالے کر دے اس کی زندگی مطمئن ہوگی اور وہ مصائب کے باوجود پوری امنگ کے
ساتھ زندگی گزارے گا اور یہ وہ اصول ہے کہ جس سے انسان کامیاب ہو کر رہتا ہے
اور خدا کی بھی کیا مصلحت ہے کہ جو انسان اس کی بات مانتا ہے اس کی عبادت کرنا اپنا
اصول حیات مقرر کر لیتا ہے اس کو وہ دنیاوی زندگی میں بھی زیادہ اطمینان دیتا ہے
اور اس کے علم کو بھی صحیح راستہ ... پر لے جاتا ہے اسی وجہ سے کہ اس نے خدا کی
بات مانی خدا نے یہ کبھی نہ چاہا کہ ہم دنیا والوں کے غلام بن جائیں یا یہ کہ ہم صرف
ایک مشین کی طرح کام کریں بلکہ ساتھ ساتھ وہ علم کو بڑھانے کی صورت بتاتا ہے
کہ حقیقی معنوں میں علم کا شوق پیدا ہو جائے۔ حکم دیا کہ تم لوگ غور و فکر کرو اور اس طرح

اپنی کتاب میں مختلف چیزیں رکھیں کو سوچنا ہی پڑے گا کیا ضرورت تھی ان پرانے قصوں کی جو قرآن میں جابجا ہیں صرف کہہ دیتا کہ بس نماز روزہ کیئے جاؤ اور تم کامیاب ہو نہیں ایسا نہیں وہ اپنے بندوں کو بہترین مخلوق دیکھنا چاہتا ہے، ہمیں باعزت زندگی دینا اس کا مقصود ہے ورنہ کوئی ضرورت نہ تھی کہ ساری باتیں قرآن میں رکھتا اس کی کیا ضرورت تھی کہ یہ بھی بتا دیا کہ دنیا کیونکر بنائی گئی اس لئے بتایا کہ ہم ہر بات کو جانتے رہیں اور دوسری چیزوں کو جاننے کی کوشش کریں اور اصلی رنگ و روپ میں جان جائیں کہ حقیقت کیا ہے یہ سائنس کی تبدیلیاں تو اسی طرح برابر ہوتی رہیں گی یا تو ان کی توجہ ان باتوں کی تحقیقات سے ہٹ کر کسی اور طرف ہو جائے گی ورنہ آخر یہ لوگ بھی مان جائیں گے کہ جو خدا بتا رہا ہے وہی حقیقت ہے جو ذرہ سب سے پہلے عالم میں پایا جاتا تھا وہ بھی ہمیشہ سے نہیں تھا بلکہ ایک زمانہ قبل دنیا صرف ایک نور کا مجموعہ تھی سوا نور کے عالم کچھ نہ تھا حد یہ ہے کہ یہ عالم بھی خود نہیں تھا بلکہ یہ تو بہت دنوں بعد کئی منازل سے گزر کر بنا ہے ۔

خالق واحد اور مخلوق واحد

اب اس اکیلی ذات خالق کے سامنے وہ پہلی اور اکیلی مخلوق تھی وہ نور ازل ایک ہزار سال تک برقرار رہا اس طرح کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا البتہ اس نور کو معرفت تھی یا معرفت کی صلاحیت تھی اس لئے آتے ہی اس نے اپنی ہستی کو دیکھا اور سمجھا کہ کوئی میرا بنانے والا ضرور ہے اور فوراً گا اٹھی کہ کیا عمدہ ہے وہ ذات جس نے مجھے بنایا اور اتنی اعلیٰ شکل میں بنایا اس کی اسی طرح تسبیح کی شکر ادا کیا اس کی حمد و

ہیں

ثنا میں مصروف رہا۔ معلوم ہوا کہ نورانیت کا فطری تقاضا خدا کی حمد اور ا
تسبیح ہے اور اس کی تسبیح سے بھاگنا اس کی تعریف سے بچنا اس کے لئے اپنے
میں کوئی جذبہ رکھنا نورانیت کے خلاف یعنی ظلمت کی نشانی ہے خدا نے سب سے پ
نور کو پیدا کیا اپنی پہلی خلقت کے لئے دنیا کی چیزوں میں سے نور کو منتخب کیا کیونکہ نور ا
پسندیدہ مخلوق ہے اور اس نور کی صفت یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے جس بات کو
وہ خدا کی حمد و ثنا تھی اسی لئے ہر نورانی شخصیت پیدا ہونے کے بعد خود بخود بغیر کسی
دالے کے خدا کی حمد کرتا ہے کیوں کہ اصل نور نے بھی پیدا ہوتے ہی اس کی حمد و ثن
کی تھی جو انسان تاریکیوں سے بچتا ہے برائیوں سے دور رہتا ہے اس میں یہ صف
خود ہی ہوتی ہے کہ نیک کاموں کی طرف اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے خدا کی عبادت
خوشی حاصل ہوتی ہے دل کو اطمینان ہوتا ہے کیسا ہی تردد اور پریشانی کیوں نہ
قدرے سکون ملتا ہے اور اسی لئے حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ مومن یعنی وہ جس کو
کے وجود کا 'یقین' ہو اس کے دل میں نور رہتا ہے ایک نقطہ کے مانند آگے چل کر
بڑھتا رہتا ہے اور کبھی اس پر تاریکیاں بھی آجاتی ہیں جب برائیوں کی طرف رجح
گا تو تاریکی چھائے گی اور جب ... نیکی کی طرف رجحان ہوگا تو وہ نور بڑھتا جا
یعنی اور نیکیاں کرنے کی خواہش ہوگی اور نور کی پہچان یہ ہے کہ وہ خدا کی حمد و
کرتا ہے اور یہ حمد و ثنا خود بخود ہوتی ہے کسی کے دباؤ سے نہیں کسی کے خوف یا ڈ
نہیں۔ کیونکہ شریف آدمی ڈنڈے کے زور سے یا خوف کھا کر کسی کی مدح نہیں کرتا
کی فطرت یہ ہے کہ جو خالق صفات حسنہ والا ہے اس کی طرف
چکر میں کم رہتے ہیں اور ان کو خدا کا دھیان بھی رہتا ہے اگر وہ کبھی کسی وجہ سے عبا

کریں خدا کو یاد نہ کریں تو ایک کمی محسوس کرتے ہیں جیسے کچھ کھو گیا ہو کوئی بات کم ہو گئی ہو۔ یہ جذبہ کون سا ہے۔ کتنی ہی ترقی مادی دنیا میں ہو جائے اس سے انکار کوئی نہیں کرتا کہ ہماری زندگی کا ایک اور رخ بھی ہے جسے روحانی زندگی کہا جاتا ہے اس رخ کو سمجھنا بہت آسان ہے مادی زندگی کا مطلب یہی ہے کہ مادی دنیا میں جو لذت ہے اس کو حاصل کرو روز و شب مال و دولت کی فکر اٹھنا بیٹھنا پڑھنا لکھنا محنت مشقت سب مال دنیا حاصل کرنے کے لئے اور پھر یہ فکر کہ یہ دو نا اور چوگنا کیوں کر ہو۔ اسے کہتے ہیں زر کی فکر پھر زن کی فکر آرام و آسائش کرنے کی فکر۔ ایسا شخص جب گھر میں ہوگا تو اپنے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں ہوگا اور گھر سے باہر صرف بزنس کی بات ہوگی اب اسی مشغلہ میں ایک پریشان آدمی آتا ہے اور کچھ مدد چاہتا ہے اگر وہ شخص اپنا کام چھوڑ کر اس کی مدد میں اپنا وقت صرف کر دے اور اس شخص سے کوئی بدلہ بھی ملنے کی توقع نہ ہو اور نہ ہی بدلا لینا چاہے بس اس کو پریشان دیکھا اور دل کے ایک جذبہ نے ابھارا کہ اس کی مدد کرو تو یہ مادی نہیں بلکہ اس کی روحانی زندگی ہے دفتر میں جب تک کام کرے یہ اس کی مادی زندگی ہے اور جب وقت باہر نکل کر کسی برادر مومن سے ملاقات کے لئے گیا اور بلا کسی غرض کے گیا تو یہ اس کی روحانی زندگی ہے کسی کو پیسہ دیتا ہے تاکہ سود کے ساتھ واپس ملے یہ خالص مادی زندگی ہے اور اگر کسی فقیر کو تنہائی میں چند سکے جیب سے نکال کر دیتا ہے جس سے اس کو ایک خاص قسم کی خوشی ہوتی ہے اس کو روحانی خوشی کہتے ہیں۔ ان روحانی باتوں کا اثر ایک دلی سکون ہوتا ہے ایک اطمینان اور خوشی سی محسوس ہوتی ہے۔ یہ خوشی ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی کھانے سے یا کسی مشروب سے ہوتی ہے یا مال حاصل کر کے جو خوشی ہوتی ہے ویسی خوشی نہیں ہوتی بلکہ یہاں تو دے کر خوشی ہو رہی ہے یہی روحانی

ہمدردی کا حاصل

زندگی ہے ہم ایک غریب کو پریشان دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے ہیں اور اس کی مدد کر کے خود خوش ہو جاتے ہیں دل سے چاہتے ہیں کہ سارے غریب خوش حال ہو جائیں ایک دفتر کا حاکم اپنی کوشش سے دوسرے شخص کو ملازمت دلوا کر کیا حاصل کرتا ہے ایک عالم دوسرے کو نیک کام کی رغبت دلاتا ہے اور اس پر تاکید کرتا ہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو حالانکہ اس عالم سے پھر کبھی اس کی ملاقات بھی نہ ہوگی وہ اپنی راہ جاتا ہے اور یہ اپنی.. وہ شخص اس چیز کو کبھی برا بھی مان جاتا ہے لیکن جب بتانیوالے کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نماز شروع کر دی ہے تو اسے خاص قسم کی خوشی ہوتی ہے پڑھنے والے نے کچھ عالم کو دیا تو نہیں مگر اس عالم کے دل میں جذبہ تھا کہ یہ لوگ خدا سے واقف نہیں کاش یہ سمجھ جاتے ان کو پتہ نہیں کہ خدا اپنی رحمت کے باوجود جہنم بھی خلق کرے گا اور انسانوں ہی سے اس کو بھر بھی دے گا وہ عذاب شدید ہے اس لئے دل سے چاہتا ہے کہ کاش یہ لوگ بھی سمجھ جاتے اور خدا کی اتنی عبادت ضرور کرتے رہتے کہ اس کا عذاب ان سے ٹل جاتا۔ دوسروں کی بھلائی چاہنے کا یہ جذبہ بڑھتا رہتا ہی اور بڑھتے بڑھتے بعض لوگوں کی زندگی کے ساتھ یہ شوق وابستہ ہو جاتا ہے یہ ایک مستقل جذبہ بن جاتا ہے اور اسی جذبہ سے بڑا بڑا قومی اور ملی کام انجام پاتا ہے قوموں میں انقلاب اسی طرح ہے قائد اپنا سب کچھ دے دیتا ہے تاکہ اس کی قوم کو فائدہ پہونچے حالانکہ وہ بھی اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے کروڑپتی بن سکتا تھا لیکن اس مادی زندگی سے اس کا تعلق کم رہا اس کو خزانہ جمع کرنے کا شوق نہیں ہوا روحانی زندگی میں اس کو زیادہ لطف آیا اور وہ اسی میں منہمک ہو گیا دونوں زندگی کی مثال آجکل بھی مل سکتی ہے دو آدمی جن میں سے ایک خالص مادی زندگی میں دلچسپی رکھتا ہو اور دوسرا روحانی زندگی سے خوش ہوتا ہو دونوں کو پیرس نیویارک یا لندن جیسی کسی جگہ پر بھیج دیجئے دونوں کا

مطالعہ بالکل ایک دوسرے کے خلاف ہوگا۔ وہاں کی مادی اور مشین جیسی زندگی مادہ پرست کا دامن تھام لیں گی لیکن دوسرا شخص اس کو پسند نہیں کرے گا وہ اپنا ماحول تلاش کرے گا جہاں وہ دوسروں کا غم سنتا اپنی بپتی سناتا... اور موقع ملنے پر کسی کے کام بھی آتا ہے وہ وہاں رہنا پسند نہ کرے گا اس کو وہ زندگی اچھی نہیں معلوم ہوگی وہ وہاں زندگی گزارنا نہیں چاہے گا اسی روحانی زندگی کو خدا پسند کرتا ہے کہ ہر شخص صرف اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں زندگی صرف نہ کردے وہ چاہتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کریں اس سلسلہ میں تفصیل ان احادیث میں ملے گی جہاں روحانی دلچسپی اور معاشرتی زندگی پر اچھے اصول بتائے گئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کیسی زندگی چاہتا ہے یہ بیانات انشاء اللہ آگے جلدوں میں آئیں گے جب حضور سرور کائنات کے وہ حالات پیش کیے جائیں گے جن کا تعلق ہماری معاشرتی اور گھریلو زندگی سے ہے یہ بات حضورؐ کی زندگی میں ملے گی یا ان کے بعد جن لوگوں کے پاس وہ باتیں تھیں ان کے پاس ملے گی اور ان کا ذکر جب انشاء اللہ آئے گا تو اندازہ ہوگا کہ خدا ہم سے غلامانہ ذہنیت کا مطالبہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ کتنی محبت سے ہماری زندگی کو سدھارنا چاہتا ہے ہماری بھلائی کے لئے نبی بھیجے رسول بھیجے ایسے لوگ مقرر کئے جنہوں نے ہماری بھلائی کے لئے اپنی جان دیدی بہرحال یہ باتیں جن کو ہم روحانی صفات یا روحانی زندگی کہتے ہیں ان کا تعلق ہمارے دل کے ایک خاص جذبے سے ہے جو انسان کو دوسروں کی ہر شادی و غم میں شرکت پر مجبور کرتی ہے تو یہ جو جذبہ ہمارے دل کے اندر ہے جو دوسروں سے ہمدردی کرنے پر ابھارتا ہے وہ کوئی خاص عضو کا حصہ نہیں جو اندرون جسم ہو بلکہ اعضاء جسم تو ہر ایک کے وہی یکساں ہوتے ہیں البتہ یہ ایک کیفیت ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا۔ ہر شخص

نور کا مطلب

محسوس کرتا ہے لیکن جانتا نہیں کہ کیا چیز ایسی ہے جو اس کو ابھار رہی ہے۔ کسی کو دوسرے کے ساتھ نیک کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ یقین تو ہو جاتا ہے کہ یہ ہمدردی والا آدمی ہے لیکن اس ہمدردی کو کوئی ڈاکٹر اندر سے نکال کر دکھا نہیں سکتا۔ یا ہمدردی کا کوئی انجکشن نہیں دے سکتا۔ اس ہمدردی کے جذبہ کو ہر شخص محسوس کرتا ہے لیکن وہ کیا ہے کیسا ہے اس کو بیان کرنا مشکل ہے اب اسی کیفیت کو ہم نور کہدیں یا کسی نام سے یاد کریں لیکن بات وہی ہوگی اس لفظ سے بھی وہی کیفیت سمجھی جائے گی جسے ہمدردی کہتے ہیں دل کے اندر درحقیقت کوئی روشنی نہ ہوگی اسی نور کو ایمان کا نور اور ایمان کی روشنی کہتے ہیں جو ہر شخص میں ہوتی ہے یہ خدا ایک نقطہ کی شکل میں دیتا ہے جب انسان ظلم وستم فسق وفجور میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ کیفیت ختم ہوتی جاتی ہے لوگوں سے وہ ہمدردی باقی نہیں رہتی یا بالفاظ دیگر اس نور پر تاریکی چھا جاتی ہے اور آخر وہ ختم ہو جاتا ہے اس کے مقابل میں دوسرا جو ان باتوں میں دلچسپی لیتا ہے اس کی اچھے کاموں کی طرف رغبت بڑھتی جاتی ہے اس کی خواہش نئے نئے اچھے کاموں کی طرف ہوتی ہے اور اسی کو دوسرے الفاظ میں یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کا نور ایمان بڑھتا جا رہا ہے وہ بڑھتا رہتا ہے اور ہر شخص مختلف مدارج پر پہونچتا ہے چنانچہ بعض ایسی بھی ہستیاں گزری ہیں جن کو ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ مجسم نور تھے۔ اور یہی چیز عالم بالا میں یوں کہی گئی کہ سب سے پہلے جو چیز خدا نے بنائی وہ ایک نور تھا جس میں تمام خوبیاں موجود تھیں۔ اور اس نور کا نام آپ نے محمد رکھ دیا۔

جتنی صفات ہیں ان سب کا یہی حال ہے کہ ہر ایک کا تعلق ایک ایسی کیفیت سے ہے جو بتائی نہیں جاسکتی کہ کیا ہے ایک عالم کے اعضاء وجوارح کو دیکھئے دوسرے

جاہل ہے۔ اس کے بھی اعضا و جوارح ویسے ہی ہوتے ہیں وہی ہاتھ پیر رکھنے والا عالم ایک نہیں سیکڑوں بات بتاتا ہے اور دوسرا نہیں بتاتا۔ ایک شخص سست پڑا ہے غم واندوہ میں ہے اس سے یہ نہیں ہوسکتا کہ چارپائی سے اٹھے یا کوئی اپنا کام خود سے کرے بس سوائے لیٹنے کے اور کچھ اس کا جی نہیں چاہتا۔ لیکن وہی شخص ایک وقت میں بہت سے کام کرتا ہے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور پہلوانوں کا مقابلہ بھی کرنے پر آمادہ ہے اور دونوں وقتوں میں وہ آدمی ایک ہی تھا اور دونوں قسم کے مظاہرے اسی نے کئے۔ ایک وقت جوش ہے تو دوسرے وقت وہ سست ہو جاتا ہے۔ ایک شخص بخیل ہوتا ہے اور دوسرا سخی ایک تجربہ کار دوسرا ناتجربہ کار۔ لیکن دیکھنے میں سب انسان ہیں۔ ایک شخص انگریزی میں بات کرتا ہے آپ سمجھ جاتے ہیں اور دوسرا آپ ہی جیسا آدمی نہیں سمجھتا حالانکہ دونوں ایک ہی جیسے انسان ہیں لیکن ایک سمجھتا ہے اور دوسرا بالکل نہیں اس کے لئے وہی الفاظ بے معنی ہیں یہ علم، قابلیت، سخاوت یا اور کوئی صفت کس جگہ پائی جاتی ہے کوئی شخص بدن چیر کر نہیں دکھاتا کہ یہ رہا علم یہ ہے سخاوت بلکہ یہ سب چیزیں ایک مخصوص قسم کی کیفیت کا نام ہیں کسی آپریشن سے کوئی جذبہ نکالا نہیں جا سکتا اور نہ ہی داخل کیا جا سکتا ہے اس جذبہ کو قلب کی کیفیت کہتے ہیں اور اسی کیفیت کو خدا نور کہتا ہے۔

ہم جو کہتے ہیں کہ اول مخلوق ایک نور تھا؛ مکمل نور یعنی تمام صفات اس میں موجود تھیں جب ہی تو خلقت کے بعد اس نے خود سے اللہ کی حمد و ثنا بھی شروع کر دی اور اس کی تسبیح خوانی بھی کرنے لگا۔ خدا نے ہم کو مال جمع کرنے کے لئے یا اولاد پیدا کرنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے اور نہ ہی ایسی تخلیق اس ذات اعلیٰ کی پسندیدہ خلقت ہو سکتی ہے اس کا مقصد تو وہ تھا جس کو اس نے یوں بتایا۔ کہ دیکھو نور اول نے خلق ہو کر

کیا کیا۔ اس میں کوئی نقص نہ تھا وہ خالص نور تھا اس نور نے جو کچھ کیا وہی نورانیت کی اپنی فطری خواہش ہے اور اس کے برخلاف جتنے دوسرے امور ہماری زندگی میں ہیں اور جو دوسری خواہشات پیدا ہوتی ہیں یہ سب دنیاوی لوازمات ہیں تاکہ ہم اس دنیا میں رہ سکیں مگر اصل مقصود تو اسی نور کو تقویت دینا ہے جو ہمیں نیک کام کرنے کی طرف مائل کرتا ہے اور یہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے ممکن ہے جن کی توجہ اس طرف ہے جو انسانی ہمدردی کو کچھ سمجھتے ہیں لیکن جس کا روز و شب عیش و عشرت میں کٹتا ہے اور مال و زر کے پیچھے صرف ہوتا ہے اس سے یہ توقع عبث ہے اس لئے کہ وہ تو اسی عالم اور اسی زندگی کو غنیمت سمجھ رہا ہے وہ جلدی میں ہے کہ کسی طرح جتنا زیادہ سے زیادہ آرام ہو سکے اٹھالے ایسے جلد باز کو تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی مادی دنیا کے علاوہ ایک روحانی زندگی بھی ہے جس کا لطف اٹھانے والا اپنی جگہ اس سے زیادہ مطمئن رہتا ہے جس کو یقین ہے کہ موت کے بعد اس کو دوسری کوئی تکلیف نہ ہوگی اور خدا اس کو آرام دے گا اس کو دنیا کی حرام غذاؤں سے زیادہ مال حلال سے حاصل کی ہوئی سوکھی روٹیوں میں مزہ ملتا ہے اس کو عزت لینے میں کوئی خوشی نہیں ہوتی لیکن کسی کی عزت بچا کر خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ وہ شخص نہیں کر سکتا جو خالص دنیادار ہے۔ ان دونوں کے اندر بڑا فرق ہے لیکن دوسرا نہیں سمجھ سکتا وہ ایک جگہ چوری کرکے اس فکر میں رہتا ہے کہ دوسرے کسی گھر کو لوٹا جائے ایک نشہ اترنے پر دوسرے نشہ کی تلاش میں رہتا ہے اس کو اتنی مہلت ہی نہیں ملتی کہ یہ بھی سوچے کہ چوری کرنے کے بجائے حلال کا کمایا ہوا پیسہ خرچ کرنے کے بعد جس آرام کی نیند ایک انسان سوتا ہے وہ اس کو ساری زندگی چوریاں کر کرکے نہیں پا سکتا۔ لیکن اس کو اتنی مہلت

ہی نہیں کہ ان باتوں کو سوچے وہ تو جلدی جلدی اسی زندگی میں زیادہ سے زیادہ عیش اٹھا لینا چاہتا ہے اسی بات کو خدا نے ان الفاظ میں کہا ہے کہ "ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں یہ آنکھ کان سے اندھے اور گونگے ہو چکے ہیں" یہ نہ اچھی بات سن سکتے ہیں اور نہ خود سوچ سکتے ہیں اسی کو ان الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے کہ ان کے دلوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جس کو اتنی مہلت مل جاتی ہے کہ کبھی بیٹھ کر اچھے کام کو بھی سوچ لیتا ہے کبھی کسی دوسرے مصیبت زدہ کے دکھ درد پر بھی غور کر لیتا ہے جو کبھی یہ بھی سوچ لیتا ہے کہ کس کام سے ملک و قوم کو فائدہ پہونچ سکتا ہے اور کس سے ہر ایک کی بھلائی ہوگی کبھی وہ اجتماعی مسائل پر بھی نظر کرتا ہے۔ اور دوسروں کی نظروں میں ایک اچھا آدمی کہا جاتا ہے۔ ہمیں ایک غریب پر رحم بھی آتا ہے اور دوسرے غریب سے چڑ بھی پیدا ہو جاتی ہے ایک امیر کا اخلاق بار بار اس کے پاس کھینچ بلاتا ہے اور کبھی دوسرے امیر کا گھمنڈ اس کے اپنے قرابت داروں کو بھی اس سے جدا کر دیتا ہے۔ یہ چیزیں مادی نہیں ہیں ورنہ ہر شخص روپیہ سے حاصل کر سکتا تھا۔ ان ہی چیزوں کو اور ان ہی اخلاقی منزلوں کو نور و ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کا جو بھی نام کسی زبان میں رکھ دیا جائے لیکن خدا اسی جذبہ کو ایمان اور نور کہتا ہے اور یہ جذبہ ہر قدم پر انکی زندگی میں ... ملتا ہے جو پیدا ہی صرف نور پر ہوئے حضرت پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ جذبہ اعلیٰ کیا ہوتا ہے اور جب اس سلسلہ میں مشہور انبیاء کے حالات اور ان کے کردار کے بعد آپؐ کی ذات کے متعلق معلومات آئیں گی تو ان سے اندازہ ہوگا کہ واقعی وہ مجسم نور تھے ان کی ہر بات ایک خوبی تھی ہر قدم ایک عمل خیر تھا بلکہ ہر اعتبار سے بہترین مخلوق

پہلے ہزار سال

تھے انسانیت ہو یا شرافت اخلاق، علم، حلم ہو یا تدبیر سب میں اپنی مثال آپ تھے
جو خوبیاں ان میں تھیں وہ معیاری خوبیوں کی۔ یہ وہی ذات ہے جس کو خدا نے پیدا
کیا تو نور مجسم تھی اور پیدا کرتے ہی اسنے خدا کی حمد ادا کی اور برابر ادا کرتی رہی ایک
دو سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال تک آپ اسی حالت میں ..... رہے اور مسلسل خدا کے حضور
حمد و تسبیح بجالاتے رہے جو بھی خدا کے ان احسانات کا خیال کرے جو اسیر ہوتے ہیں
وہ بھی یہی کرے گا ایک ہزار سال کیا اگر اس سے بھی زیادہ مدت ہو تو یہی کہے گا یہ
ایک ہزار سال اس شمس و قمر کا نہیں تھا کیونکہ اس وقت شمس و قمر ہی نہیں تھے بلکہ
وہ بہت بڑا سال تھا جس کے ایک دن کو خدا نے ہمارے حساب کے ایک ہزار سال
کے برابر بتایا ہے بہر حال ایک ہزار سال کہنے سے مقصد یہ ہے کہ سال کتنا ہی بڑا
رہا ہو ایک بہت طویل مدت تک وہ اس حال میں رہے اور برابر اس کی مدح و ثنا کر
رہے آج جن امور کی تحقیقات ہو رہی ہیں ان سے بھی اندازہ یہی ہوتا ہے۔ ابتدا عا
کی جو بھی بات کی جاتی ہے لاکھوں اور کروڑوں سال ہی میں ہوتی ہے اس سے کم
کا ذکر بہت کم آتا ہے زمین کتنے دن میں پیدا ہوئی کہا جائے گا کہ ہزاروں سال
آبادی کب ہوئی فوراً ہزاروں سال کا ذکر ہوگا اور اسی طرح دوسری باتوں
بھی طویل مدتیں بیان ہوتی ہیں اس لئے اب یہ بیان آج کل زیادہ بہتر طور سے سمجھ
جا سکتا ہے اس کو ہم تو مانتے ہی ہیں۔ دوسروں کے لئے بھی اب قابل قبول نظر آ
ہے کہ وہ سال ایسے تھے کہ ایک دن ان کا ہمارے ہزار سال کے برابر تھا ورنہ
بات اب ناممکن نہیں کہ وہ نور اپنی ایک ہی حالت پر ہزار سال تک باقی بھی رہا یہ سب
باتیں اب عقل میں آتی ہیں ہو سکتی ہیں اور یقیناً ہوئی ہوں گی ہزار سال تک وہ پہ

مخلوق ایک حالت میں رہی اور ایک ہی کام یعنی حمد و تسبیح خدا کرتی رہی۔ اب اس وقت تسبیح کی صورت یہ نہ تھی جو اس وقت ہے کہ ہم مخصوص اوقات میں تسبیح پڑھتے ہیں بلکہ ہر وقت اور ہر عالم کی تسبیح جداگانہ ہے چنانچہ۔

یسبّح اللہ :۔ خدا کی تعریف کرتی ہے۔

ما فی السّمٰوٰتِ :۔ ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے۔

وما فی الارض :۔ اور جو زمین میں ہے۔

انسان کی تسبیح تو وہ ہے جو ہم جانتے اور کرتے ہیں لیکن حیوانوں کی اور طائروں کی اور ہی .... ہوگی۔ جمادات اور نباتات کی اور ہی طرح سے۔ خود آسمان و زمین کی تسبیح کی اور ہی شان ہے لیکن خدا کی ہر چیز تسبیح کرتی ضرور ہے اور انسان ان سے سیکھ سکتا ہے کہ جب جمادات و حیوانات اس کی تسبیح کر رہے ہیں تو پھر انسان جس کو حکم ہے تسبیح کا وہ کیوں نہ کرے، ہر چیز کی تسبیح اپنے اپنے رنگ میں ہوتی ہے اور اس تسبیح کا لب لباب یہ ہے کہ جس طرح خدا کا حکم ہو اسی طرح انسان زندگی بسر کرے۔ اس عالم میں خدا کی تسبیح اس نور نے اس طرح کی ہوگی جو اس کی شان ہوگی۔ لیکن اس میں دو باتیں ضرور تھیں جن کو صاف بتایا گیا ہے ایک تو یہ کہ وہ نور خدا کے حسن تخلیق پر اس کی تعریف کر رہا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ خدا کا شکر گزار تھا۔ ہماری عبادتوں کے جو طریقے بتائے گئے ہیں اور ہم جو باتیں اپنی نماز اور دعاؤں میں عربی زبان میں ادا کرتے ہیں ان میں یہی دونوں جزو سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور خدا چاہتا بھی یہی ہے کہ جو بندے اس کے قریب ہیں وہ اس کو پہچانیں اور جو پہچانے گا وہ اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوگا اور اس کی عظمت کا مقر ہوگا۔

وقت کی حیثیت

ہم اس کائنات پر جب غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس قدر صحیح انداز پر چلنے والا سورج ہمیشہ سے فائدہ پہونچا رہا ہے چاند کی روشنی کی ٹھنڈک کبھی گرمی سے نہیں بدلتی ستاروں کی چمک کبھی غائب نہیں ہوتی ہوائیں ایک انداز پر چل رہی ہیں درخت پھل دے رہے ہیں تو ہم میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بس حیرت کرکے رہ جاتے ہیں اور کچھ فوراً بول اٹھتے ہیں کہ واقعی خدا بہت ہی عجیب باتوں کا پیدا کرنے والا ہے اور اس طرح ہم خدا کی تعریف میں مصروف ہو جاتے ہیں مشاہدہ دونوں کرتے ہیں لیکن ایک کے لئے مشاہدہ بے کار ہوتا ہے اور دوسرا اپنے مالک کی معرفت اسی مشاہدہ سے حاصل کرتا ہے اور اس کی عبادت اور بندگی کا ایک پہلو نکال لیتا ہے وقت دونوں کا صرف ہوا لیکن دونوں کے وقت کی قیمت بدل گئی ایک کا وقت صرف حیرت و استعجاب میں صرف ہوا اور دوسرے نے اتنے ہی سے وقت میں اپنے خدا کی حمد کر لی اپنے دل کو سکون پہونچانے کا سامان کر لیا اور اپنے نامہ اعمال میں ایک اچھے کام کا اضافہ کیا۔ اور اسی طرح مسائل عالم میں ہر مسئلہ کا یہ حال ہے کہ ہر خاص بات کا اثر انسان پر ہوتا ہی ہے کون ہے جس کی زندگی میں رنج و خوشی کی آمیزش نہیں آج ہم ایک بچہ کے پیدا ہونے پر خوش ہوتے ہیں کل اسی کے چھن جانے پر سر و سینہ پیٹتے ہیں۔ اپنی روزانہ زندگی میں کبھی خوشی نصیب ہوتی ہے اور کبھی معمولی سے معمولی بات تکلیف کا باعث بن جاتی ہے تو یہ مختلف قسم کے حالات میں ایک عام آدمی خوش ہوتا ہے۔ مسرت و انبساط میں جھومنے لگتا ہے ناچتا ہے اور جس طرح چاہے اپنے دلی جذبہ کا اظہار کرتا ہے لیکن ایک خدا کا ماننے والا یہ سب کسی اور طرح کرتا ہے وہ پہلے تو خدا کا شکر ادا کرتا ہے دل سے اس خدا کے آگے سر جھکا دیتا ہے جس نے وعدہ کیا ہے کہ جو بھی میری نعمت کا

شکر ادا کرے گا اس کو میں ۔۔۔۔ اور زیادہ کرکے دوں گا اور شکر کرنے کے بعد بندہ کو یہ ڈر نہیں ہوتا کہ یہ نعمت چھن جائے گی نعمت کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے جب یہ یقین ہو کہ یہ چھینے گی نہیں اور نفسیاتی ردعمل اس کو اور زیادہ پر اثر کر دیتا ہے کیونکہ اب نعمت کے چھننے کا خوف نہیں ہے اب ایک انسان خوشی میں بچوں جیسی حرکت نہیں کرے گا کیونکہ جس خدا کا اس نے شکر ادا کیا ہے اس نے منع کیا ہے کہ کسی بات پر زیادہ خوش نہ ہو جاؤ اور اسی طرح جب کوئی مصیبت پڑتی ہے کسی قسم کی پریشانی ہوتی ہے جس سے بچت نہیں تو یہ خیال کہ خدا اس سے ہمارا آخرت میں اجر بڑھا دے گا ایسی تسلی انسان کو دیتا ہے کہ غم کا بوجھ خود کم ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ حکم بھی ہے کہ تکلیف ہو تو زیادہ غم نہ کرو بلکہ صبر کرو خدا اس کا اچھا بدلہ دے گا اتنی تسلی کوئی نظریہ نہیں دے سکتا اس طرح انسان کی زندگی میں وہ متوسط درجہ رکھا گیا ہے کہ نہ تو حد سے بڑھی ہوئی خوشی ہو جو دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو ان کے آرام و سکون میں مخل ہو اور نہ زیادہ غم جو خود گھر والوں کے لئے باعث تکلیف بن جائے اور ۔۔۔۔ انسان کی صحت کو بھی خراب کر دے یہی حال آخری رسولؐ کی پہونچائی ہوئی تمام باتوں میں ہے کہ اتنی متوازن اور اطمینان والی زندگی پیش کی ہے کہ ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہوئے انسان اس منزل کا اچھا سامان کر لیتا ہے جس منزل پر ہر ایک کو پہونچنا ہے۔ کوئی آج پہونچا کوئی دس سال کے بعد اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نور محمدی نے پیدا ہونے کے بعد نہ تو اپنی زندگی کی فکر کی نہ اپنے متعلق کچھ سوال کیا نہ یہ پوچھا کہ میں کہاں سے آ گیا بلکہ نور کی اپنی فطرت ظاہر ہوئی اور صرف ایک بات کی طرف دھیان گیا کہ کیا عمدہ ہے وہ ذات جو میرا خالق ہے۔ حمد و ثنا کو خدا کے معرفت کی علامت بنا دی اور اس

کی مدح و ثنا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے اپنی رحمت اور بڑھا دی اب اس لذت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو روحانی زندگی کا لطف اٹھاتا ہے اس نور نے ایک ہزار سال تک اسی طرح برابر خدا کی عبادت کی اگر وہ نور مزید مدت کے لئے بھی اسی حال میں چھوڑ دیا جاتا لاکھوں سال بھی رہتا تو سوائے خدا کی حمد و ثنا کے اور کچھ نہ کرتا کیونکہ ایک ہزار سال تک اس نے سوائے حمد و ثنا کے کچھ نہیں کیا اور ثابت کر دیا کہ اس کو اس کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں یقیناً وہ خدا کا محبوب بننے کا اہل تھا۔ اور خدا نے یہی اصول ہماری زندگی میں بھی رکھا ہے کہ ساٹھ.... استر سال میں جوانی، بڑھاپے آرام، تکلیف ہر طرح سے انسان کو آزما لیتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم و جنت کا اسے مستحق بنا دیتا ہے کیوں کہ اس عمر میں اندازہ ہو جاتا ہے کہ اگر یہ برسوں بھی دنیا میں رہتا تو یہی کرتا جو اس نے اس زندگی کے نشیب و فراز میں رہ کر کیا۔ بہر حال جب وہ نور برابر صرف تسبیح ہی کرتا رہا تو اب خدا نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا محبوب بندہ بنا لیا اور اس وقت اس نے دوسری عزت اس نور کو یہ بخشی کہ اس سے خطاب کیا

وَالحقُّ تعٰ :۔ اور خداوند عالم

یَنظُرُ الیہ ویقول :۔ اس نور کو دیکھ رہا تھا اور فرما رہا تھا۔

یا عبدی :۔ اے میرے بندے۔

سب سے پہلے خدا نے جس لفظ کو اس نور کے لئے پسند کیا وہ لفظ عبدی تھا' اے میرے بندے' پہلی آواز تھی اور خطاب کا پہلا انداز تھا اسی لئے یہ لفظ آپ کو اتنا پسند آیا کہ جب وہ نور مادی شکل میں ہمارے سامنے آیا تو جو لفظ اس کو سب سے زیادہ پسند

تھا وہ یہی لفظ "عبد" یعنی بندہ ہے۔ اور اس کو آپ نے بار بار استعمال کیا۔ یہ لفظ اتنا پسندیدہ ہو گیا کہ آخر خدا نے ہمارے لئے تشہد میں آپ کے لئے جو لفظ رکھا اس میں "عبد" پہلے ہے اور "رسول" بعد میں اور خود حضورؐ کو "عبد" ہونے پر فخر تھا۔ اس "یا عبدی" کا لطف انہیں نے اٹھایا ہوگا یہ لفظ خدا کی طرف سے اپنے محبوب کے لئے استعمال ہوا تھا کہ "اے میرے بندے" اور اس خطاب کے بعد قدرت نے ان کے لئے ایسے ایسے لفظ رکھے کہ آپ جھوم اٹھے ہوں گے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندے تو ہی میری مراد ہے۔ تو ہی میرا مرید ہے اور میرے خلق میں تو ہی پسندیدہ ہے مجھے اپنے عزت کی قسم مجھے اپنے جلال کی قسم کہ اگر تو نہ ہوتا اور تجھے میں نے پیدا نہ کیا ہوتا تو .... کچھ نہ پیدا کرتا یعنی صرف تیری ہی وجہ سے اتنی بڑی کائنات زمین و آسمان کو خلق کروں گا یہاں تک تو اس کی طرف سے صرف آپ کی مدح تھی اور اب وہ آنے والی ہر مخلوق کو آپ کی طرف متوجہ کر رہا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب جس نے تجھ کو دوست رکھا تجھ سے محبت کی اس کو میں بھی محبوب رکھوں گا اور جو تجھ سے الگ ہوا تیری مخالفت کی اس کا میں بھی مخالف ہوں اور اس پر میرا غضب ہوگا۔ یہ کلام قدرت تھا خدا کا ایک لفظ بھی کسی بندہ کے لئے بہت ہے لیکن اس نے اس قدر مدح کی مدح کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر کلمہ کا اثر اس پر ہو رہا تھا کیونکہ یہ نور تھا اور اللہ جان رہا تھا کہ اس میں کن کن صفات کا اضافہ کرنا چاہئے چنانچہ خدا کا یہ کلام سن کر وہ نور چمکا اور اس کی چمک سے اس کی شعاع بلند ہوئی۔

اللہ اپنی مخلوق میں اضافہ کر رہا ہے اس نور کو اب وہ اکیلا نہیں رکھنا چاہتا بلکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ اگر تو نہ ہوتا تو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ کیا جاتا اسی

ذات کے سبب سے ان چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے اور اس کے قبل اپنی صفات کو بھی ظاہر کرنا چاہ رہا ہے۔ تاکہ یہ نور دیکھتا جائے اور میری معرفت بڑھتی جائے اب تک اس نور نے خود کو دیکھ کر اپنے خالق کو پہچانا تھا۔ اور اب اس کی دوسری صفات کی جھلک جب اپنی ذات میں دیکھے گا۔ تو اپنے خالق کی معرفت بڑھاتا جائے گا۔ چنانچہ ہر صفت اسی نور میں آتی رہی اسی کو اصل قرار دے کر دنیا کی ہر خوبی خدا بنا رہا ہے اور اپنی صفات لوگوں تک پہونچانے کے لئے اسی نور کو ذریعہ بنا رہا ہے۔

کیونکہ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اس کی صفات کا جاننا ضروری ہے

خدا کی صفات اور اس کی ذات دو جدا گانہ چیزیں نہیں ہیں اس کی صفات کو سمجھنے کے لئے اس کی مخلوقات پر غور کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر خلق کو دیکھیگا تو صفت خلق کی معرفت ہوگی اور اپنے خالق کو پہچانے گا اسی طرح جتنی اچھی مخلوق ہوگی اتنی ہی زیادہ خدا کی صفات کا اس سے پتہ چلے گا کیونکہ انسان ہو یا کوئی مخلوق اس کی صفات خدا کی صفات کا پتہ دیتی ہیں پھر اپنے وجود سے خدا کے وجود کا اور انسان اپنی عقل سے خدا کی حکمت کا پتہ دیتا ہے اسی لئے حکم ہے کہ خود کو اُن صفات سے آراستہ کرو جو خدا میں ہیں۔ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ خدا جیسی صفات خود میں پیدا کرو، تو جب ہم کو خدا کی صفات اور اس کے اخلاق کا نمونہ بننے کی ہدایت ہے تو جتنے بلند لوگ ہوں گے اتنی ہی زیادہ صفات الٰہی ان میں ہوں گی لہذا انبیاء میں اور اولیاء میں الٰہی صفات بہت زیادہ ہوں گی جیسے رحم دل زیادہ ہوں گے اللہ بھی مہربان ہے۔ ہدایت کریں گے اللہ بھی ہادی ہے۔ انصاف کریں گے وہ بھی عادل ہے علم ہوگا اور اللہ بھی عالم کل ہے۔ تو انہیں یہ سب صفات ہوں گی کیونکہ وہ

اس کی صفات کے نمونہ ہیں اسی لئے ان میں تمام ممکن صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اور ان میں کوئی خرابی ممکن نہیں کیونکہ خرابی نہ ہونا بھی ایک صفت ہے اور جب وہ صفات الٰہی کے مظہر ہیں تو خدا کے صفات میں سے کوئی صفت برائی نہیں ہے اور برائی کا نہ ہونا بھی ایک صفت ہے لہٰذا ان کو خود بہترین صفات والا ہونا چاہئے اور تمام برائیوں سے دور ہونا بھی ضروری ہے انبیاء خدا تک پہونچانے کا ذریعہ تھے ان میں صفات تمام تھیں اور برائیاں بالکل نہیں تھیں۔ کل الٰہی صفات ان میں پائی جاتی تھیں یہ تو تمام انبیاء کا حال ہے ان سے کہیں بہتر ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں یہ سب میں افضل و اعلیٰ ہیں جس طرح نبی کی اُمت عوام ہوتے ہیں اسی طرح خدا نے تمام انبیاء کو آپ کی اُمت بنایا ہے اور جب لوگوں کے گواہ ان کے نبی ہوں گے تو انبیاء کے گواہ آپ ہوں گے ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم آپ کی خاص امت ہیں اور جہاں آپ دوسرے انبیاء کے سردار ہوں گے ہمارے بھی سردار ہوں گے

آپ سردار انبیاء تھے خدا نے آپ کو پیدا کرنے کے بعد تمام صفات عطا فرمادیں تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر خدا کو سمجھ جائیں آپ کی صفات تک پہونچنا آسان ہے ان سے خدا تک پہونچیں اور خدا تک پہونچنے کیلئے آپ ذریعہ بنیں۔......

خدا کے کلام کا سلسلہ برابر رہا اور ایک ہزار سال اسی حالت میں گزر گئے تو خداوند عالم نے اس نور سے ایک حجاب (پردہ) پیدا کیا۔ حجاب ہماری دنیا میں اس پردہ کو کہتے ہیں جو ہمارے اور دوسرے شخص کے درمیان رکاوٹ بنتا ہے کبھی یہ حجاب مسافت کا ہوتا ہے یعنی دوری کی وجہ سے ہم لوگوں سے نہیں مل سکتے اور کبھی پردے کا حجاب اور کبھی شرم و حیا کا حجاب ہوتا ہے چنانچہ غیر محرم مرد اور

عورت کے درمیان جو دوری ہوتی ہے اس کو بھی حجاب کہتے ہیں یہ حجاب شرم اور پردہ دونوں کا ہے کبھی ایک رئیس اور دوسرے غریب میں رتبہ اور درجہ کا حجاب ہوتا ہے یہی ان کے درجوں کا فرق ملنے نہیں دیتا۔ اسی طرح ہمارے اور خدا کے درمیان بہت سے حجاب ہیں اور ہم خدا سے نہیں مل پاتے ہیں۔ خدا تک پہونچنے کے لئے ہمارے واسطے ان ہی حجابوں کو سمجھنا ضروری ہے انسان ان پر جتنا غور کرے گا صفات خدا کو سمجھتا جائیگا اور پردے ہٹتے جائیں گے جس صفت کو سمجھ گیا اس کا حجاب دور ہوا اور خدا سے کچھ قربت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ خدا نے جو حجاب بنائے ہیں وہ مادی نہیں ہیں کہ ان کو دور کرنے کے لئے ہمیں طاقت کی ضرورت ہو.... ویسے تو وہ ہماری رگ گردن سے زیادہ قریب ہے۔ اس کی قربت اس کی معرفت ہے اور اسے ہم محسوس کر سکتے ہیں اسی لئے ان حجابوں اور ان کے ناموں پر غور کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلے خدا نے قدرت کا حجاب پیدا کیا اب اس کو پہچاننے کے لئے قدرت ہی وسیلہ بنے گی اسی کو سمجھنے کے بعد انسان خدا تک پہونچ سکے گا پہلا حجاب قدرت اس لئے ہے کہ ہر شخص اس منزل سے آسانی سے گذر سکتا ہے اپنی ذات اور دوسری مخلوقات کو دیکھنا آسان ہے اور اس سے اس کی قدرت کا اندازہ کرنا بھی آسان۔ سب سے پہلے جو حجاب آتا ہے وہ قدرت ہے اسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اس صفت کو ذرا ذرہ بتا دے گا اور اگر کوئی اس صعنت کو بھی نہ سمجھ سکے تو اس کا انسانیت کے درجہ میں رہنا مشکل ہے کیوں کہ کون ہے جو دنیا کی چیزوں کو نہیں دیکھتا کم سے کم اپنی ذات کو تو دیکھتا ہے یہی کافی ہے اس کے بعد اس نے اپنی عظمت کا حجاب بنایا اس کی بنائی ہوئی چیزیں دیکھ کر جب قدرت کا پتہ چلے گا۔ تو اس کی قدرت کا پتہ چلتے ہی اس کی عظمت کا خیال بھی

آئے گا پھر اسی نور سے اس کی عزت کا حجاب بنا جس کی عظمت ہو گی اس کی عزت ضرور ہو گی، اور عزت الہٰی کے بعد ہیبت کا پردہ حائل ہوا کیونکہ جو قادر ہے جو عظمت والا ہے اور صاحب عزت ہے اس .... کے مطابق ہیبت ضرور ہو گی جس طرح ایک حاکم کی عزت اور ہیبت ایک بادشاہ کی عزت اور ہیبت ۔ پھر اس کی جبروت کا حجاب تھا کیونکہ ہیبت کے بعد اس کی جبروت کا اندازہ ہو گا اور اس کے بعد رحمت کا حجاب پیدا کیا گیا ۔ کیونکہ اس کی ہیبت جو قلب پر طاری تھی اس کے بعد رحمت کا ہونا ضروری تھا ۔ اور رحمت کے بعد نبوت کا حجاب تھا کیوں کہ جب اس کی رحمت کو جانے گا تو سوال ہو گا کہ جہنم سے بچانے کے لئے ہدایت کا سامان کیا ہے .. نبوت کے بعد اس کی کبریا کا حجاب بنا کیوں کہ اس سے اس کے عظیم انتظام کا پتہ چلتا ہے اور پھر منزلت کا حجاب ہے جس سے اس کا درجہ اعلیٰ معلوم ہو ۔ یہ سب اس کی صفات ہیں اور اس کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ جن میں سے ایک کے بعد دوسری صفت خود بخود وابستہ ہو جاتی ہے بہرحال اس نے اپنی منزلت کے بعد اپنی رفعت کا حجاب بنایا کیونکہ اس کی منزلت بلند ہے اور رفعت ضروری پھر سعادت کا حجاب ہے ۔ یعنی اس کے یہاں سعادت ہی سعادت ہے نیکی ہی نیکی ہے ۔ اور نیکی سے نیکی ہی کا رجحان پیدا ہو گا پھر جو کمزوریاں رہ جائیں گی ان کے لئے شفاعت ہوتی ہے چنانچہ پھر شفاعت کا حجاب بنا دیا اور یہ سب بنا کر حکم دیا کہ تم ان تمام صفات کو اچھی طرح سے جان لو کہ ان کا جاننا ضروری ہے ان پر نظر کرو ہر ایک عقل میں آنے والی بات ہے اور اس سے خدا کی معرفت بڑھے گی تم خدا سے قربت حاصل کر لوگے خدا کو پہچاننے کے لئے یہاں ہر ہر حجاب سے گزرنا ضروری ہے اور تم چونکہ اوّل مخلوق ہو دنیا کی ہر شے سے افضل ہو اور میرے پسندیدہ مخلوق ہو اب تم

ہر حجاب میں داخل ہوتے جاؤ اور اس کی ہر صفت پر غور کر کے معرفت بڑھاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ کی ذات نے قدرت الٰہی کو سب سے دیکھا اور اس میں غور کیا اس کی قدرت کو سمجھا اور جب اس منزل سے گزر گئے تو اس کی قدرت کی عجیب و غریب شان دیکھ کر بے اختیار کہہ اٹھے پاک ہے وہ ذات جو بلند اور سب سے اعلیٰ ہے۔ سُبحَانَ العلیِّ الاَعلیٰ اس کی قدرت کو حضور دیکھتے رہے اور اس ایک صفت کے مطالعہ میں آپ کا نور بارہ ہزار سال تک مصروف رہا اس طویل مدت میں کوئی عقلی تردد نہیں ہے کیونکہ ابتدار خلقت کیلئے چاہے سائنس داں بات کرے یا مذہب سے معلومات حاصل کرنے والا جو بھی خلقت کائنات پر غور کرے گا دس بیس سال کا ذکر نہیں ہوگا بلکہ ...... لاکھوں کروڑوں سال کی کرے گا۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ انسان جو آج سائنس میں ترقی کر کے سوچ رہا ہے اپنی سمجھ اور مفروضات کے اعتبار سے وہ اسباب کو کسی اور شکل میں بیان کرتا ہے اور خدا جس نے پیدا کیا ہے وہ کسی اور شکل میں بیان کر رہا ہے۔۔ خدا پر یقین رکھنے والے کو کوئی تردد نہ ہوگا کہ یہی صحیح اور ..... درست کیفیت تخلیق عالم ہے فرق صرف یہ ہے کہ جو الفاظ استعمال ہو رہے ہیں ان کے معنی جو دنیا میں استعمال ہوتے ہیں وہ عالم بالا میں بعینہ اسی طرح نہیں ہیں مثلاً حجاب کے معنی پردہ ہے تو وہاں بعینہ یہی معنی نہیں ہے مقصد تو یہی ہے جو پردہ کا ہوتا ہے یعنی دو چیزوں کو ملنے میں ایک چیز حائل کر دینا لیکن وہ اسی صورت میں سمجھنا چاہیئے۔ جو اس عالم کے مناسب ہو اب جیسا بھی حجاب تھا اس میں ۱۲ ہزار سال تک یہ نور رہا اور برابر سُبحَانَ العلیِّ الاَعلیٰ (پاک ہے وہ ذات جو بلند اور اعلیٰ ہے) کہتا رہا۔ پھر وہ حجاب عظمت میں داخل ہوا جو دوسرا حجاب تھا اب ایک صفت سے پہلے واقفیت پوری ہو چکی تھی اور وہ بھی اس کو سمجھنے میں مدد دے

رہا ہے چنانچہ وہاں گیارہ ہزار سال تک رہا۔ ہماری سمجھ میں یہاں دنیا میں جو کروی شکل آئی ہے کہ مثال کے طور پر اگر ایک گول چیز کو طے کرتے ہیں اور اس کی پوری سیر کرنے میں ایک مدت صرف ہوتی ہے تو جو کرہ اس کے بعد ہوگا اگر وہ اس کے اوپر پیاز کے چھلکے کی طرح گھیرے ہوگا تو یہ پہلے سے زیادہ وقت لے گا اور اگر اس کے اندر ہوگا جیسے پیاز کا چھلکا اوپر کے بعد نیچے کا ہوتا ہے تو یہ دوسرا کرہ چھوٹا ہوگا اور پہلے والے سے کم وقت لے گا۔ یہ ہم دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں اور خوب اچھی طرح جانتے ہیں لیکن وہاں کیا مقصد ہے اور کیوں کہ ایک کرے کے بعد دوسرے کرے میں کم وقت صرف ہوا اس کو خدا بہتر جانتا ہے وہاں کے حجابوں میں ایک کے بعد دوسرے میں اس نور کا قیام گھٹ ضرور گیا پہلے حجاب قدرت میں تو بارہ ہزار سال صرف ہوئے اور اب دوسرے حجاب میں آپ صرف گیارہ ہزار سال رہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا صورت تھی لیکن ہم دنیا میں کروی شکل ہی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں وہاں آپ کہتے رہے کہ پاک ہے وہ ذات جو ہر مخفی اور ظاہر چیز کو خوب اچھی طرح جانتی ہے وہ عظیم ہے عظمت کا حجاب گزر رہا تھا اور اس کی عظمت کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر مخلوق سے واقف بھی ہے یہ الفاظ اس کی عظمت کے بالکل مناسب تھے پھر اس حجاب سے نکل کر آپ حجاب عزت میں گئے یہاں آپ نے فرمایا کہ بہترین ذات اس خدا کی ہے جو سلطان حقیقی اور بہت بڑا احسان کرنے والا ہے اس کی عزت تک پہونچ کر یہی الفاظ مناسب تھے۔ عزت کے لئے اس کی سلطنت کا بھی ذکر کیا اور احسان کا بھی کیونکہ یہی دو چیز عزت دیتی ہے یہ بہترین تسبیح تھی۔ یہاں آپ دس ہزار سال تک رہے اور اب آپ حجاب ہیبت میں پہونچے اور آپ نے فرمایا کہ بہترین ہے وہ ذات جو غنی ہے اور کسی کی محتاج نہیں ہیبت الٰہی جب پوری ہوگی تو خدا

عظیم اور غنی معلوم ہوگا کہ کسی بات میں اسے احتیاج نہیں ہے یہاں آپ نو ہزار سال تک رہے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ واقعی کروی شکل تھی لیکن وہ شکل جو وحدت کو ظاہر کرتی ہے کروی ہی ہوتی ہے اور یہ بھی ہم جیسا کہ اوپر گذر چکا جانتے ہیں کہ اگر چیزیں کروی شکل میں ایک دوسرے کے اوپر تہہ بتہہ ہوں تو اوپر والا کرہ سب سے بڑا ہوگا اور نیچے کا ہر کرہ اوپر والے سے کم جگہ کا احاطہ کرے گا۔ اگر یہی صورت ہے تو نور اب ان منزلوں کو طے کرتا ہوا اور ہر کرہ کی پوری سیر کرتا ہوا دوسرے کروں کی طرف منتقل ہو رہا ہے ہر حجاب سے گذرنے میں اس کو پہلے سے کم وقت صرف ہو رہا ہے اور اسی طرح آگے چل کر جو تفصیل آئے گی اس سے بھی ...... پتہ چلتا ہے کہ کیوں کر یہ عظیم نور جو کبھی سماوات وارض پر حاوی تھا مختصر ہوتے ہوئے اس شکل میں آیا کہ وہ صلب آدم میں پہونچ گیا اور منتقل ہوتا ہوا ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس اور اسی طرح صلب عبد اللہ میں پہونچا اور پھر نور محمدی بن کر سرزمین عرب پر ہویدا ہوا اور آتے ہی اس نے ماں کی گود ہی سے خدا کی گواہی دی۔ ہم خدا کی ان باتوں کو جو عالم بالا کی ہیں آسانی سے نہیں سمجھ سکتے۔ ہمیں تو دوسری دنیا کی باتوں کی طرح سمجھنا مشکل ہے ہر بات اپنی جگہ کے مطابق صحیح ہوتی ہے یعنی اپنی اضافی حقیقت کے لحاظ سے پھر بھی اہل فکر اس کی کیفیت کو ان ہی الفاظ کے ذریعہ برابر سمجھے اور اب بھی دلچسپی رکھنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ کیسے حجاب تھے اور ان میں سے اس نور کے گزرنے کا کیا مطلب تھا اور کیوں وہ جب حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال رہا۔ تو دوسرے حجابوں میں اس کا کم ہوا مدتیں فرض پورا ہوگیا جب آپ حجاب جبروت میں پہونچے تو وہاں آپ نے فرمایا پاک ہے وہ ذات جو کریم اور سب زیادہ کرم والی ہے کیونکہ

اس کی جبروت میں اتنی نعمتیں اس نور کو ملی تھیں کہ وہ تعریف کرتا رہا بہرحال اس حجاب میں آپ آٹھ ہزار سال تک رہے پھر حجاب رحمت منتظر تھا اور آپ کا وہاں بھی قدم ہوا اور وہاں آپ کی تسبیح تھی کہ "پاک ہے پالنے والا عرش عظیم کا" سبحان رب العرش العظیم جو خدا عرش عظیم کو پرورش کر رہا ہے اس کی رحمت کا کیا ٹھکانہ۔ اس حجاب میں آپ سات ہزار سال رہے پھر آپ اس حجاب سے حجاب نبوت میں گئے وہاں آپ نے تسبیح کی کہ پاک ہے وہ ذات جو تیرا رب ہے اور لوگوں نے جیسا خدا کو سمجھ لیا ہے اس سے وہ ذات بہت بلند ہے لوگوں نے سمجھا کہ وہ ہاتھ پیر والا ہے یا چاند سورج جیسا ہے لیکن نبوت نے بتایا کہ وہ بے ہاتھ پیر والا ہے چھ ہزار سال اس حجاب میں رہنے کے بعد آپ حجاب کبریا میں آئے اور وہاں فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو عظیم اور سب سے بڑی ہے اور اس کی کبریا دیکھ کر یہ تسبیح مناسب بھی تھی یہاں پانچ ہزار سال قیام رہا۔ منزلیں کم سے کم تر وقت لے رہی ہیں ایک حجاب سے نکلنے کے بعد جب اس کی معرفت پوری ہو جا رہی ہے تو دوسری میں قیام کی مدت کم ہو جاتی ہے اور جب دو حجابوں سے واقفیت ہو گئی تو تیسری میں اور بھی قیام کم رہا یہاں تک کہ آپ حجاب منزلت میں پہونچے اور فرمایا پاک ہے وہ ذات جو علیم اور صاحب کرم ہے۔

یہاں چار ہزار سال رہ کر آپ حجاب رفعت میں پہونچے اور فرمایا پاک ہے وہ ذات جو صاحب ملک و ملکوت ہے اس کی رفعت کا کیا کہنا باوجودیکہ ایک ایک صفت اور ایک ایک حجاب میں اتنا طویل قیام رہا لیکن کسی ایک منزل نے دوسری منزل سے مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ ہر منزل میں جانا ضروری رہا۔ یا یوں کہا جائے کہ

ایک خوبی آجانے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری کی ضرورت نہیں۔ ہر منزل خدا کی مقرر کردہ ہے اور اس نے جس طرح اور جتنی مدت مقرر کی ہے۔ وہ بہر حال لازمی ہے

یہاں تین ہزار سال تک رہ کر آپ حجاب سعادت میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو دنیا کی ہر چیز کو فنا کرتی ہے لیکن خود وہ زائل نہیں ہونے والی کیوں کہ وہ خیر ہی خیر نیکی ہی نیکی ہے یہاں آپ دو ہزار سال تک رہے اور آخر میں آپ آخری حجاب یعنی حجاب شفاعت میں پہونچے جہاں سب سے کم مدت.... ایک ہزار سال تک قیام رہا اور وہاں آپ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات اللہ کی اور اسی کی حمد ہے وہ ذات بہت پاک اور عظیم ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اس طرح یہ نور ہر حجاب میں صفات الٰہی سے ایک نئی صفت کو پہچانتا رہا اور ہر منزل پر خدا کی معرفت بڑھاتا رہا کیونکہ خدا کو پہچاننے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف زبان سے کہہ دیا جائے بلکہ ہر صفت کو غور کر کے سمجھنا ہے یہ تمام منزلیں ضروری تھیں۔ خدا اس مخلوق کو بہت محبوب رکھتا تھا اور جانتا تھا کہ میری پسندیدگی یہی ہے کہ انسان مجھے پہچانے چنانچہ جو بندہ اس کا محبوب ہونا چاہے وہ معرفت کی کوشش کرتا ہے چنانچہ وہ اس ذات کو ہر حجاب سے گزارتا رہا۔

اب اس کی قربت کا اندازہ کرنا مشکل ہے ویسے تو وہ ہم سے بھی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے لیکن ہم اس سے قریب نہیں ورنہ ہم دوسروں کے پاس جانے سے پہلے اس طاقت والے سے کیوں نہ مانگتے جو بہت قریب ہے اس قربت میں کچھ اور ہی

لطف ہوتا ہے جو روحانی ہو اور ..... جہاں خود انسان بھی سمجھے کہ سب سے نزدیک وہ اللہ میرے سامنے ہے اور ہر جگہ ہے مثال کے طور پر خدا کو سب مانتے ہیں لیکن جب ایک شخص انتہائی مصیبت میں خدا کو پکارتا ہے جب دوسرا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور اس کی مصیبت کسی حیرت انگیز صورت سے دور ہو جاتی ہے کہ اس کو بالکل توقع نہیں ہوتی تو وہ خود کہ اٹھتا ہے کہ واقعی اللہ نے میری مدد کی ہے اس وقت خدا کی قربت بندہ سے بڑھ جاتی ہے اور وہ اس سے قریب ہو جاتا ہے ..... اس وقت وہ حجاب قدرت تک پہونچتا ہے اور جو زیادہ بلند ہوتا جاتا ہے دوسرے حجابوں کو بھی سمجھتا جاتا ہے لیکن وہ نور بارہ حجابوں سے گزر چکا تھا تو پھر اس کو کتنا یقین ہوگا۔ اس کے یقین کے لئے یہی کیا کم ہے کہ جب دنیا میں آیا تو لاکھوں کو یقین دلا گیا کہ ان کا خالق ایک خدائے رحیم ہے اس طرح جب آپ نے خدا کی معرفت اچھی طرح سے حاصل کر لی۔ اور خدا کو پہچاننے میں آپ اتنی مدت صرف کر چکے تو پھر رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ خدا اپنے یاد کرنے والوں پر زیادہ رحمت کرتا ہے دنیاوی بھی اور دینی بھی اور بے شک خدا ہے بھی بڑا رحیم جب بھی اس کو یاد کیا جائے اس کی نعمتوں پر شکر کرنا ہوگا جب اس کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور کریگے اس کو سمجھا جائے گا تو خدا اپنی نعمتیں بڑھا دے گا۔ غضب اور عذاب کم نازل کریگا اور لوگوں پر اپنی رحمت زیادہ نازل کریگا بشرطیکہ اس کو پہچانا جائے اور اس کی حمد و ثنا کی جائے وہ دینے کا وعدہ کرتا ہے لیکن صرف ان کو جو اس سے مانگتے ہیں جو اس سے طلب کرتے ہیں دین تو دین دنیا میں بھی دے دیتا ہے بشرطیکہ مانگنے والا ہو .... حقیقی وجہ یہ ہے کہ مانگنے کے لئے جاننا ضروری ہے اور جانے گا تو اس کی صفات کا پتہ چلے گا اسی لئے جو اس کو یاد کرتے ہیں

قلیل علم

وہ اس کی مدح وثنا بھی ضرور کرتے ہیں۔ نور محمدی نے ۱۲ حجابوں میں اس کی معرفت حاصل کی... اس کی تعریف بیان کی اس کی تسبیح خوانی کی تو اللہ نے بھی آپ کی عظمت کو اور بڑھا دیا اور ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ اس کی شان اور بھی بڑھی وہ اور بھی خدا کا محبوب بنتا گیا چنانچہ خدا کی رحمت آپ کی معرفت اور تسبیح دیکھ کر جوش میں آئی اور اس نے بیس مختلف قسم کی صفتیں آپ کو عطا فرمائیں کہ ہر صفت اپنی جگہ بے مثال اور افضل ترین تھی، جتنی رحمتیں وہ نازل کرتا.... آپ شکر کرتے.... اور ہر شکر پر وہ نعمت بڑھاتا.... اب اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے جب ہر نعمت پر شکر تھا اور ہر شکر پہ زیادتی تو آپ کی رفعت کا کیا حال تھا چنانچہ ان حجابوں سے گزرنے کے بعد خدا نے... بیس صفات سے آپ کو زینت دی

اسی نور سے بیس عظیم دریا خلق فرمائے۔ ہر دریا میں ایسے ایسے علوم تھے کہ جن کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں.... علوم بے حساب ہیں۔ علم کے متعلق مختصر تعریف یہ ہے کہ جتنا خرچ کیا جائے اتنا ہی علم بڑھتا ہے..... یعنی علم کی کوئی حد نہیں ہے۔ آج بے شمار علوم پھیلے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی ہم کو جتنے علوم ملے ہیں وہ سب کے سب قلیل ہیں۔ مَا اُوتِيتُم مِنَ العِلْمِ اِلَّا قَلِيلًا۔ تم کو جو کچھ علم دیا گیا ہے سب بہت تھوڑا ہے

اصل علم تو خدا جانتا ہے کہ کیا ہوگا اور کن کن چیزوں کا ہوگا ہم اس قلیل علم میں بھی کسی کو پورا حاوی نہیں دیکھتے ایک فن کا کوئی ماہر ہے تو دوسرے سے ناواقف بہرحال خدا نے بیس دریا خلق فرمائے اور ہر دریا کو ایک اچھی صفت کے نام پر بنایا تاکہ یہ صفات اس نور کی عظمت کو اور بھی بڑھا دیں اور یہی صفات دنیا میں اچھے انسانوں کی خصوصیت بن جائیں اور لوگوں کو ان کے حصول کا شوق ہو اس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ محنت

کریں جو جس قدر ان صفات کو اپنائے گا میری محبت اس کے دل میں بڑھتی جائے گی چنانچہ ان کو خلق فرما کر خدا نے حکم دیا کہ اے میرے محبوب نور ان دریاؤں میں تو داخل ہو جا چنانچہ سب سے پہلے آپ عزت کے دریا میں پہونچے عزت دو بالا ہوئی پھر صبر کا دریا تھا وہاں سے صبر کی بے مثال طاقت لی پھر خشوع کا دریا آیا خشوع الہی میں بلند ہوئے پھر تواضع کا دریا آیا جہاں سے خلق عظیم کا تواضع لیا پھر رضا کا دریا آیا جہاں خدا کی رضا لی پھر وفا کا بحر تھا جس نے وفا الہی میں سرشار ہونا بتایا۔ اس کے بعد حلم کا دریا تھا کہ ہر بات کو برداشت کرنا کھیل بن گیا جہاں سے گزر کر عام انسان بھی بڑے سے بڑے موقع پر اپنے اوپر قابو پالے اور غصہ نہ آنے دے پھر تقویٰ کا دریا کہ سوائے خدا کے کسی کا ڈر ہی نہ ہو ہمارے لئے بھی یہی حکم ہے کہ دنیا میں کسی مخلوق کا ڈر دل میں بالکل نہ ہو نڈر ہو کر رہے نہ تو مال دنیا میں کسی سے خوف زدہ ہو اور نہ اپنی زندگی کے متعلق کسی مخلوق سے خوف کرے۔ خوف ہی انسان کو ہلاک کرتا ہے اور اسی خوف کو دور کرنے کے لئے رسولؐ نے توحید کو پھیلایا اور جن لوگوں نے خدا کا یقین کر لیا وہ میدان میں بغیر کسی خوف کے کود پڑتے تھے تو تقویٰ یہ ہے کہ کسی انسان کا خوف نہ ہو۔ لیکن خدا سے اس کے عذاب کی وجہ سے ضرور خائف ہو۔ جتنا ہی وہ مخلوق سے کم ڈرے گا اسی قدر خالق کا خوف بڑھتا جائے گا اور جب مخلوق کا خوف بالکل نہ رہے گا تو خدا کی ہیبت کا یہ حال ہو گا کہ جب نماز پڑھتا ہو تو خوف سے چہرہ کا رنگ زرد ہو جائے ہاتھ پیر پر خوف خدا سے تھرتھری ہو اور بچپن میں یہ حال ہو کہ امام تقیؑ فرماتے تھے کہ چولھا روشن کرنے میں چھوٹی لکڑیاں کام آتی ہیں اسی طرح کہیں دوزخ روشن ہو تو ہم بھی کام نہ آجائیں اور اس خوف سے کانپ رہے ہوں تو اسے کہتے ہیں خوف خدا اور تقویٰ۔ یہ

تقوی کی منزل بھی گزری اس صفت سے بھی متصف ہوئے اور دوسری منزل پھر ہیبت الٰہی کی تھی یعنی دریائے خشیہ[9] (وہ ڈر جو عظمت سے ہو) اور یہاں اس کی ہیبت سے یہ نور اور بھی خدا سے قریب ہوا اس کے بعد خدا کی طرف[10] بازگشت کی منزل تھی آپ اس میں سے بھی گزرے اور اس طرح گزرے کہ دوسروں کو بھی بازگشت کا یقین دلایا اس طرح آپ گزرتے جا رہے تھے اور اپنی صفات کو بڑھاتے جاتے تھے۔ چنانچہ اس منزل سے نکل کر آپ عمل[11] کے دریا میں پہونچے عمل کو معرفت کی پہچان کہا گیا ہے اور پھر زیادتی[12] کی منزل تھی یہاں ہر بات بڑھ رہی تھی کیونکہ دینے والا کسی زیادتی سے مجبور نہیں اور اس کے بعد ہدایت[13] کا دریا تھا جو آپ کا حق تھا اسی سے آپ کو آج بھی دنیا جانتی ہے یہ تمام خوبیاں انسانوں کی ہیں جو نبی میں بدرجہ اتم پائی گئیں۔ اور ان کا صرف انداز بیان خدا نے اس طرح رکھا ہے ورنہ ہر اچھا مخلوق ان میں کچھ دخل ضرور رکھتا ہے۔ درحقیقت وہ دریا کس شکل میں تھے خدا بہتر جانتا ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ جب آپ کسی صفت کے دریا... سے نکلتے تھے تو وہ صفت آپ میں بڑھ جایا کرتی تھی اور ہر خوبیوں والے انسان میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد چند منزلیں اور ہیں یعنی اب آپ بحر صیانت[14] میں پہونچے۔ یعنی حفاظت اور نگہبانی کا دریا جہاں انسان گناہوں سے اور ہر فعل قبیح سے بچتا ہے۔ یہاں سے آپ برائیوں سے۔ اور دور ہوئے پھر بحر حیا[15] تھا سب سے بڑی حیا خدا سے ہوتی ہے کہ اسی کی دی ہوئی چیز استعمال کر کے اس کا گناہ کیا جائے جو ہاتھ پیر کان آنکھ اور منہ اس نے دیا ہے اس سے گناہ کرتے ہوئے شرم کرنا ضروری ہے بہرحال اسی طرح پانچ اور اعلیٰ صفات والے دریا پیدا کئے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ سچا ہے اور اس نے یقیناً پیدا کئے ہوں گے۔ اور ہر ایک میں

اس ذات کو لے گیا درحقیقت یہ تمام خوبیاں جو دریاؤں کے نام سے منسوب کی گئی ہیں وہ سب اس ذات میں خدا نے ودیعت فرمادیں۔ بے شک رحمت الٰہی کا کوئی ٹھکانہ نہیں وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور جب دیتا ہے تو اس طرح دیتا ہے کہ لینے والے کا جتنا ظرف ہوتا ہے اسی قدر اس کو ملتا جاتا ہے۔ خدا ہر ایک کو کچھ صفات دیتا ہے اور کچھ اس کے اختیار میں چھوڑ دیتا ہے کہ چاہے حاصل کرے یا نہ کرے مثلاً ہر ایک کو ہاتھ پیر، کان کی طاقتیں دیں ہر ایک کو دماغ والا بنایا لیکن اس کے بعد دوسری خوبیاں علم، حلم، صبر، شجاعت وغیرہ کو اس نے ہر ایک کو نہیں دیا لیکن ہر ایک کے اختیار میں دیدیا ہے جن لوگوں نے حاصل کرنا چاہا خدا سے مانگا اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر کوشش کی ان کو اس نے دیا اور خوب دیا اسی لئے دنیا میں کہیں بالکل جاہل ہیں اور کہیں بہت پڑھے لکھے کہیں بددماغ اور غصہ ور لوگ اور کہیں خوش مزاج اور حلیم و بردبار تو یہ سب اس کی عطا کردہ صفات ہیں جو ان لوگوں کو ملتی ہیں جو مانگتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے ہیں خدا سے مانگنا بھی ایک کوشش ہی ہے چنانچہ نور محمدی نے جب اس کی معرفت کے بارہ درجوں کو طے کر لیا تو خدا نے ہیں اعلیٰ صفات سے نوازا اور آپ کو ہر صفت میں دنیا کے دوسرے افراد سے افضل اور اعلیٰ بنایا یعنی دوسروں کے لئے بھی گنجائش چھوڑ دی۔ ان تمام دریاؤں سے نکلنے کے بعد خدا نے ان سے خطاب کیا اور ارشاد ہوا کہ اے میرے حبیب، اے تمام رسولوں کے سردار، اے میرے اولین مخلوق اور اے میرے آخری نبی قیامت کے دن گنہ گاروں کے لئے جب کہ صرف ان کے اعمال کام آئیں گے تمہاری سفارش بھی منظور کروں گا۔ اسی وجہ سے خدا نے ہم کو ہر چیز میں رسولؐ کی پیروی کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کی صفات میں سے

جو بات لی جائے گی وہ ایک صفت حسنہ ہی ہوگی خدا کی صفات تک پہونچنا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن رسولؐ تو ہماری شکل ہی تھے ان کی صفات ظاہر تھیں ان ہی کی صفات سے استفادہ کر کے دوسرے تمام انبیاء آئے۔ عام انسان بھی ان ہی صفات کو حاصل کرکے اس درجہ تک پہونچ سکتا ہے کہ خدا اس سے غضبناک نہ ہو۔ جنت میں اس کو ایسی جگہ مل جائے جہاں اس نورؐ کا ساتھ بھی رہے۔ یہ سب باتیں اسی طرح حقیقت ہیں جس طرح زمین و آسمان کا پیدا ہونا اور خدا پر یقین رکھنے والے اس پر عمل بھی کرتے ہی ہیں۔ اور ان کو آخرت میں رسولؐ کا ساتھ بھی یقیناً ملے گا۔

بہر حال یہ منزل بھی گزری.... خدا نے آپ کو لوگوں کا شفیع یعنی سفارش کرنے والا بنا لیا یہ وہ درجہ تھا کہ جس کا اندازہ ایسا شخص کر سکتا ہے جو سوچے کہ اس ہولناک دن میں جبکہ وہ گناہوں سے بھرا ہوا جاتا ہے۔ گناہ اس کو دوزخ کی طرف لے جارہے ہیں ہر طرف سے مایوس ہو چکا ہے میزان عمل اس کے گناہوں کا پلہ بھاری کر چکا ہے کہ اسی اثنا میں حضورؐ کی طرف رجوع کرتا ہے اور آپ کی سفارش پر وہ دوزخ سے چھوٹ کر جنت میں پہونچ جاتا ہے بھڑکتی ہوئی آگ کے بجائے بہتی ہوئی نہریں ملتی ہیں۔ یا اس کا اندازہ خود وہ کر سکتا تھا جس کو اتنی نعمتیں مل چکی تھیں جو اول مخلوق تھا جو ۱۲ حجابوں سے گزر چکا تھا جو ہر حجاب میں تسبیح کرتا رہا جو فضیلت کے ہیں دریاؤں سے نکلا لیکن جب اس نے سنا کہ میں گنہگاروں کا شفیع بھی بنا دیا گیا تو بے اختیار سجدے میں گر پڑا جو انتہائی شکر کی علامت ہے واقعی یہ درجہ بہت بلند ہے کیوں کہ اول تو خدا کی رحمت ہی بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتی ہے بشرطیکہ خدا چاہے اور اس کی رحمت کے بعد پھر رسولؐ کی شفاعت .... بھی کام آئے گی۔

اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خدا کتنا بڑا رحیم ہے اور اس کے باوجود لوگ بے حساب جہنم میں جائیں گے یہ کتنی بڑی بدقسمتی انسان کی ہے۔ ایسے رحیم خدا اور صرف اسلئے لوگ دوزخ میں جائیں گے کہ اس سے رحمت کا سوال نہیں کیا اس سے گناہوں کی معافی نہیں چاہی اس کے آگے ہاتھ پھیلا کر معافی مانگی نہیں۔ اور رسولؐ سے شفاعت کا طالب نہیں ہوا۔ حیرت ہے کہ خدا خود کہہ رہا ہے کہ میں تم کو دی ہوئی ہر نعمت بڑھا دوں گا۔ بشرطیکہ تم ہر نعمت کا شکر ادا کرو۔ جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے گا خدا وعدہ کرتا ہے اس کو یقیناً بڑھا دے گا ہر شخص کو عزت دے گا بشرطیکہ اس کی بارگاہ میں جھک کر انتہائی پست بن کر مانگا جائے وہ کہتا ہے مال بھی دوں گا بشرطیکہ صرف مجھ سے مانگو اور جنت بھی دوں گا بشرطیکہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو اور پھر بھی لوگ اس کی رحمت ابدی اس کی نعمت کو نہیں پا سکیں گے اور اس کی جنت سے دور رہیں گے کتنے بدقسمت ہوں گے ایسے لوگ۔ کتنے ہی گناہ کئے ہوں وہ ہر گناہ سے آزاد کر رہا ہے ہر قصور معاف کرنے کو تیار ہے رسولؐ شفاعت کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود لوگ کیوں بے حساب جہنم میں جائیں۔؟ غیر تو غیر اکثر مسلمان جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ حالانکہ وہ چھوٹے سے چھوٹے نیک کام کا کم سے کم دس گنا اجر و ثواب دے گا اور بڑے سے بڑا گناہ اگر معافی نہیں مانگی اور اس کی سزا دی تو صرف ایک گناہ کی سزا ہوگی۔ اور اگر معافی مانگ لی تو معاف کر دے گا۔ اور پھر بے حساب جنت میں داخل کر دے گا جہاں ایسے آرام کا اس نے وعدہ کیا ہے جس کا تصور کرنا انسان کے لئے مشکل ہے کیونکہ وہاں ہر صورت سے توی ہوگا اور اتنی ..... آسائشیں ہوں گی کہ جن کا اندازہ دنیا میں نہیں ہو سکتا وہاں کی لذیذ چیزوں کا سمجھنا یہاں مشکل ہے اسی منزل اسی اعلیٰ مرتبہ تک

نہیں پہونچانے کے لئے اس نے ہمارے نبیؐ کو کائنات سے ہزاروں سال پیشتر پیدا کیا اور ان ہی کے نور سے خلق کرکے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے اور سب نے یہی کوشش کی کہ بنی نوع انسان خدا کے اس دردناک عذاب سے بچ جائیں جو بہت ہی سخت ہوگا اور جس سے سوائے خدا کے کوئی دوسری طاقت بچا ہی نہیں سکتی چاہے وہ کسی انسان کی طاقت ہو یا کسی اور مخلوق کی۔ اگر خدا نہ چاہے تو عذاب میں سے بال برابر کم نہیں ہوسکتا اسی عذاب ہی سے بچانے کے لئے خدا نے سب سے بڑے ہادی کو عالم پیدا کرنے سے ہزاروں سال پیشتر خلق فرمایا تاکہ گمراہ ہونے والے تو بعد میں پیدا ہوں گے شیطان بعد میں بہکائے گا مگر ان کو ہدایت کرنے والا پہلے ہی سے موجود ہو۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کے لئے ہدایت کس قدر ضروری ہے وہ بغیر کسی ہدایت کے ہمیشہ بھٹکتا رہے گا اور اگر انسان خود بخود اپنی زندگی کے اصول بنا کر امن سے رہ سکتا تو وہ لوگوں کو صرف پیدا کر دیتا اور جب تک یہ اپنے امور کو صحیح طور سے انجام دیتے رہتے یوں ہی رہنے دیتا اور جس وقت ایسا نہ کرتے اپنے امور کو انجام دینے کے لئے نااہل ثابت ہوجاتے یا ایسے کام کر گزرتے جس میں فساد کا اندیشہ ہوتا اس کے بعد پھر کسی ہادی کو بھیجتا لیکن خدا ہی نے ہم کو بنایا ہے وہ جانتا تھا اور جانتا ہے کہ ہم برے کاموں سے اس وقت تک نہیں بچ سکتے جب تک کوئی روکنے والا نہ ہو جو جنت کی خبر دے دوزخ کے عذاب سے ڈرائے دنیا میں اصول بتائے ہر طرح سمجھائے ہر زمانہ اور ہر قوم پر اسی لئے اس نے نبی بھیجے اور کتنی حیرت ہے کہ پھر بھی تھوڑے سے لوگ جو اس کے بیجھے درنہ باقی اکثر لوگ گمراہ ہوگئے اسی لئے ہمارا اپنے آپ زندگی کا اصول بنا لینا اور اس پر بسر کرنا تو کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا جب ہماری فطرت شروع ہی سے کسی قانون کی ضرورت مند ہے تو وہ قانون ہم خود کیوں

کر بنا سکتے ہیں وہ تو قانون الٰہی ہی ہو سکتا ہے ایسا قانون ہم کو ہر ایسے کام سے روکے گا جو بُرے ہیں..... اس میں بہت سی خواہشات ہماری کچلی جائیں گی ہم دوسروں کا مال ظلم سے نہیں لے سکیں گے..... دوسروں کو نقصان نہ پہونچا سکیں گے دنیا میں اسی قانون سے امن ہو سکتا ہے یہی قانون بتا سکتا ہے کہ یہ انسان خدا کا حکم مانتا ہے یا اپنی خواہشات کا۔ اور اگر انسان خود ہی معقول اور قابل اعتماد ہوتا تو کسی قانون کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ انسان پر کسی معاملہ میں چاہے وہ کتنا ہی معمولی اور آسان کیوں نہ ہو اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے ہم کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارے ہادی اور نبی آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کو پیدا کرنے سے پہلے ان کی اصل نور محمدی کو بنایا اور اس نور کو مختلف منازل سے گزارا کہ ہر منزل ان کے مرتبہ کو بڑھاتی ہی گئی صرف اس لئے کہ انسان کو ہدایت کی ضرورت ہوگی ورنہ یہ در در کے سجدے کرنے لگے گا۔ رسولؐ جتنی بھی خدا کی حمد کرتے تھے اسی قدر خدا ان پر نعمت بڑھاتا جاتا تھا۔ وہ نعمت کھانے پینے کی چیزیں نہ تھیں اچھے صفات تھے جو ان کا درجہ بڑھا رہے تھے اور حقیقت ہے کہ مال سے زیادہ ہمارے کام وہ چیز آتی ہے جو ہماری قدر و قیمت بڑھا دے جو ہماری صفت بن جائے۔۔ اس لئے خدا نے ان کو مال نہیں دیا ایسی خوبیاں دیں جسے دنیا کا کوئی حاکم یا کوئی طاقتور چیز نہیں دے سکتی سوائے اس خالص روحانی ماحول کے جہاں یہ باتیں پائی جائیں اور جب اس نے صفتیں دیتے دیتے بندوں کی شفاعت بھی آپ کو دیدی تو فخر النورؐ ساجداً نورؐ عالم بالا میں سجدہ میں جھک پڑا اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور قاعدہ ہے کہ جو اس کی مدح کرے خدا اس پر نعمتوں کو یقیناً دو چند کر دیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی یہی صورت ہوئی کہ ہر مدح پر ایک درجہ

بڑھتا جا رہا تھا۔ جب اس سجدہ سے سر اٹھایا تو خدا نے اس نور سے بہت چھوٹے چھوٹے نور پیدا کئے یہ نور اعلیٰ بیچ میں تھا اور اس کے گرد بہت سے چھوٹے چھوٹے نور تھے یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں بھی نور سے جب دوسری چیز روشن کی جائے تو۔۔۔ اصل نور پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ اسی طرح روشن رہتا ہے۔۔۔ اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی۔ چنانچہ جب خدا نے بھی اس نور سے دوسرے انوار کو باہر کیا تو اس کی چمک دمک میں اور اس کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور چونکہ یہ صفات اور خوبیوں کا نور تھا اور خوبیاں خرچ کرنے سے بڑھتی ہیں اس لئے یہ تو اور بڑھا ہوگا۔ اس سے جب دوسرے انوار پیدا ہوئے ہوں گے تو اس میں اور صفات بڑھ گئی ہوں گی ایک صفت تو ضرور بڑھی یعنی اس نور سے دوسرے نور کا پیدا ہونا بھی ایک صفت اسی طرح دوسری صفت ہے سخاوت، سخاوت کرنے سے اس کا جذبہ گھٹتا نہیں۔ صبر کرنے سے یہ صفت کم نہیں ہوتی ہدایت کرنے سے ہدایت میں کمی نہیں آتی علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور بڑھتا ہی جاتا ہے اسمیں اضافہ ہی ہوتا ہے اس لئے اس نور میں سے جو مجموعہ صفات تھا جب دوسرے نور الگ کئے گئے تو اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ ایک نور اور بھی بڑھ گیا اور بھی بلند ہو گیا یہ حال صرف عالم بالا کا نہیں ہے۔۔۔ دنیا میں بھی یہی حال ہے کہ کسی اچھی صفت پر جتنا عمل کیا جاتا ہے وہ بڑھتی جاتی ہے اہل علم اور اہل صفات اس کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اور تجربہ بھی جانتے ہیں بہر حال وہ جو دوسرے نور پیدا ہوئے ان کا عدد ایک لاکھ چوبیس ہزار کم قرار دیا اور ہر ہر نور کو بندوں کی ہدایت کے لئے ایک ایک نبی بتایا۔

جب یہ چھوٹے انوار مکمل ہو گئے تو انہوں نے اپنے مقام سے حرکت کی اور اس بڑے نور کے چاروں طرف گھومنے لگے۔ اس لطافت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ خدا نے

یہاں اپنے اس اصول کو بتا دیا جس اصول پر آنے والی تمام مخلوقات کا دار و مدار ہے یعنی "ہر چھوٹی چیز کا دوسری چیز کی طرف کھنچنا اور جب کھنچ کر قریب ہو تو اس کے چاروں طرف گردش کرنا"۔ چنانچہ آج بھی جو کائنات میں سیارے ہیں ان کا اصول یہی ہے کہ کوئی بڑا سیارہ ان کی اصل ہوتا ہے جو ان کو اپنی طرف پوری طاقت سے کھینچتا ہے اور اسی طاقت سے یہ اس کے گرد چکر لگانا شروع کر دیتا ہے یہ اصول خدا کا اس وقت بنا جب اس نے اس بلند مرتبہ ایک نور سے دوسرے انوار بنائے اور وہ تمام نور اس نور کے چاروں طرف گردش کرنے لگے اب یہ نہیں بتایا گیا سب نور یکساں گردش کر رہے تھے یعنی سب براہ راست اس کے چاروں طرف گرداں تھے یا ان میں بھی ایک دوسرے کے گرد گردش کرتا ہوا اس نور کے چاروں طرف گھوم رہا تھا جس طرح زمین تو براہ راست سورج کے گرد ہے لیکن چاند زمین کے گرد گھومتے ہوئے سورج کے گرد گھومتا ہے بہر حال جو بھی صورت رہی ہو لیکن ایک بات کا پتہ چلا کہ یہ الٰہی اصول تھا کہ بڑے نور سے جب چھوٹے نور بنائے گئے تو انہوں نے اس کے چاروں طرف گردش شروع کر دی۔ اور وہ ... کیا شان ہو گی جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نور چاروں طرف گھوم رہے ہوں گے اور پھر ان میں سے کوئی زیادہ قریب ہو گا اور کوئی بالکل ہی نزدیک اور کوئی دور یہ چیزیں کسی زمانہ میں کتنی عجیب معلوم ہوتی ہوں گی لیکن اب اتنی تحقیقات ہو چکی ہیں کہ ان کی روشنی میں یہ باتیں بہت آسانی سے سمجھ میں آ رہی ہیں اور اب زیادہ خیال ہو رہا ہے کہ ایسا ہوا ہو گا حالانکہ جب خدا کہتا ہے تو یہی کافی ہے کہ ایسا ہی تھا قابل تحسین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُس زمانہ میں ان باتوں کو سنا جبکہ ایسی باتیں سن کر لوگ ہنسا کرتے تھے لیکن انہوں نے ان چیزوں کو یقین کے ساتھ سنا اور

اس پر اتنا یقین رکھتے تھے جتنا ہم آج سیاروں پر یقین رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان ہی لوگوں نے ان باتوں کو سنا تھا اور پورے یقین کے ساتھ محفوظ رکھا کہ آج یہ باتیں ہمارے کام آرہی ہیں۔ اور اسی کو ایمان کہتے ہیں کہ خدا کی ہر بات پر یقین کیا جائے چاہے وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور یہی پہچان ہے مومن کی کہ وہ خدا کی ہر بات پر یقین رکھتا ہے۔

لیکن جو شخص وجہ کے بعد یقین کرے اور جس چیز کی وجہ سمجھ میں نہ آئے اس پر یقین کرنے میں تامل کرے اس کو اللہ کا یقین نہیں ہے اپنی سمجھ کا یقین ہے جو ہمیشہ سے دھوکا کھاتی آرہی ہے اور ہمیشہ مختلف باتیں پیدا کرتی رہی اگر اپنی سمجھ ہی سے یقین حاصل کیا جائے اور اللہ کی باتوں پر صرف اس لئے یقین نہ ہو کہ وہ اللہ کی ہیں تو کون سوچ سکتا ہے کہ روزہ رمضان ہی میں کیوں رکھا گیا نماز اس طرح کیوں ہے پہلے الحمد کیوں پڑھی جائے اور دوسرا سورہ بعد میں کیوں ہو وجہ سوچنے والے یہ بھی تو سوچیں کہ ان کو جو اعضاء وجوارح دیئے گئے ہیں جو روزی مل رہی ہے اس کی بھی وجہ سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ سب کیوں ہے ماں کے پیٹ میں جاکر قطرہ انسان کی شکل میں کیوں بنا جب ہر عضو کے استعمال کا پتہ نہیں اس کی وجہ کا پتہ نہیں تو اس عضو کو رکھے کیوں ہوئے ہیں ایسے اعضاء جسم کو جدا کیوں نہیں کر دیتے حقیقت یہ ہے کہ خود خدا نے بتا دیا ہے کہ ہم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور اس تھوڑے سے علم میں ہم ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بات بھی سمجھنا چاہتے ہیں جس کو نہیں سمجھ سکتے۔ کس کے سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ آسمانی نظام لاکھوں ستاروں پر مشتمل کیوں ہے اور اس طرح کیوں یہ سب ستارے چلتے ہیں اور اگر وجہ سمجھ

میں نہیں آتی تو جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے تو ایسے لوگ اس عالم سے باہر کیوں نہیں چلے جاتے اور پتہ تو اس وقت چلے گا جب ایسے لوگوں سے خدا پوچھے گا کہ بتاؤ آج میں تمہیں کس وجہ سے جنت میں بھیجوں آج تمہاری سمجھ کیا ہوئی؟ اب وجہ کیوں نہیں تلاش کرتے اور اسی وجہ کے اور جب جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے تو ہر بات کی وجہ سمجھ میں آجائے گی۔ دنیا میں نماز روزہ کیوں واجب تھا اور شراب، گانا، جوا کیوں حرام۔ یہ دوسرے لوگ آرام کے ساتھ باغوں میں کیوں چلے جارہے ہیں اس دن اتنی آسانی سے ان کے سمجھ میں ہر بات کی وجہ آجائے گی کہ پھر کبھی نہ پوچھیں گے کہ یہ چیز کیوں اور وہ چیز کیوں؟ یہ کیوں واجب ہے وہ کیوں حرام ہے؟ اسی لئے معقول انسان ایک دفعہ خدا کے متعلق پورے طور سے غور و فکر کر لیتا ہے اچھی طرح سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس کی مخلوقات کو دیکھتا ہے اور جب اس کا یقین ہو جاتا ہے تو اس کی ہر بات پر یقین رکھتا ہے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرتا ہے چاہے سمجھ میں آئے یا نہیں۔ یہاں جس منزل پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں بھی بہت سی باتیں لوگوں کے سمجھ میں اب آرہی ہیں لیکن کچھ باتیں اب بھی سمجھ میں نہیں آتی ہیں پھر بھی یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ جب خدا قادر مطلق ہے اور اس کی کوئی چیز بلا مصلحت اور بے فائدہ نہیں ہوتی تو اس نے یہ کائنات اس طرح جو بنائی ہے تو یقیناً اس میں بھی بہت سے فائدے ہوں گے یہ جو مخلوق پیدا کئے ان کی ہدایت کا سامان کیا ہر ایک میں مصلحت ہوگی ورنہ اس طرح وہ اگر ایک نور نہ بناتا اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور بنا کر نہ بھیجتا جب بھی نظام عالم کو چلا سکتا تھا لیکن اس نے یہی چاہا کہ اس طرح بنائے کیونکہ یہی بہتر طریقہ تھا۔ اس نے ایک نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بنائے ... وہ سب عالم بالا میں نور تھے اور اسی نور کی حالت میں اس

نور اعلیٰ کے گرد گردش کرتے رہے، بالکل اسی طرح جس طرح حاجی بیت اللہ کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ یہ فقرہ ان انوار کے دنیا میں آنے کے بعد کا ہے اس فقرہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب کا فاصلہ یکساں نہیں رہا ہوگا بلکہ فاصلہ مختلف رہا ہوگا اور ممکن ہے کہ بقدر فضیلت فاصلہ بھی مختلف رہا ہو کیونکہ انبیاء میں سے بھی بعض کو خدا نے بعض پر فضیلت دی ہے یہ انوار بھی پیدا ہونے ہی خدا کی تسبیح اور اس کی حمد و ثنا میں مصروف ہو گئے۔ یہ اس کی حمد و تسبیح بھی عجیب چیز ہے کہ ہر نورانی مخلوق بغیر کہے ہوئے خود مشاہدہ کر کے ...... پہلے اس کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن اس کے برخلاف انسان ہے کہ بعض افراد برسوں کہنے پر بھی نہیں کرتے انبیاء کہتے کہتے گزر گئے لیکن ان کے سمجھ میں نہیں آیا اور بعض بچے اپنے ماں باپ کو دیکھ کر صغر سنی ہی میں خود سجدہ کرنے لگتے ہیں ان ۱۲۴۰۰۰ ہزار انوار نے تسبیح اس طرح کی کہ پاک ہے وہ ذات جو عالم ہے جاہل نہیں جو حلیم ہے جلد باز نہیں۔ جو غنی ہے کسی کا محتاج نہیں۔ اس وقت خدا نے تمام ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو یعنی نور محمدی اور دوسرے باقی انوار کو خطاب کیا اور پوچھا کہ جانتے ہو میں کون ہوں اللہ اکبر! یہ کتنا بڑا سوال ہے جو سب سے پہلے پوچھا گیا اس پر نور محمدی نے سبقت کی اور وہی تھا جس نے زبان کھولی اور بے ساختہ جواب دیا کہ تو وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو پرورش کرنے والوں کا مربی ہے اور سلطانوں کا سلطان ہے۔ اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے نور تو میرا صفی اور منتخب بندہ ہے تو میرا حبیب ہے تو میری بہترین خلقت ہے اور پھر دوسری بشارت یہ ... دی کہ تیری امت دوسری ان تمام امتوں سے جو لوگوں کے سامنے آئیں

کائنات

خدا نے کائنات کو بنانے کے لئے بھی اسی نور کو ذریعہ قرار دیا چنانچہ اسی نور سے ایک جوہر پیدا کیا۔ تمام صفات نور میں تھیں اس لئے جو جوہر پیدا ہو رہا ہے اس میں بھی صفت ہی صفت ہوگی۔ درحقیقت خدا کے ہر کام میں خوبیاں ہی ہیں جیسا کہ اس نے نور کو بنایا تو اس میں کوئی برائی نہیں پیدا کی یہ جتنی برائی ہے سب ہماری اپنی ہے اور خوبیاں سب اللہ کی طرف سے ہیں اس نے جوہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اس وقت تک دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نور بن چکے تھے بارہ اس کے حجاب تھے اور بیس صفات کے دریا اس کے علاوہ کچھ نہ تھا خدا... اب اس جوہر سے عالم کو بنانا ہے اس طرح کہ اس کی دو قسمیں کیں۔ وہ جوہر کیا تھا اور تقسیم کس طرح تھی اس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہمیں جس طرح بتایا جا رہا ہے وہ ہمارے سمجھنے کے لئے آسان ترین صورت تھی... اسی لئے خدا نے اس انداز میں بیان کیا۔ تاکہ ہم یقین کر کے اس پر ایمان لائیں چنانچہ اسی ذات نے اس نور اوّل سے جوہر پیدا کیا اور جوہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ تقسیم کرنے میں ایک بات کا خیال کرنا ہے کہ خدا چاہتا تو دو دفعہ الگ الگ دونوں قسموں کو پیدا کرتا یا کسی اور طرح عالم کی خلقت کرتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

خداوند عالم اپنے ہر ہر کام کا ایک اصول رکھتا ہے اس کا ایک اصول یہ تھا کہ اس کی طرف سے ہر چیز خیر ہی ہے اس نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان کے متعلق خود اس نے بتایا ہے کہ نور جو سب سے پہلے تھا وہ بھی صرف صفات کا مجموعہ تھا اس نے ہر چیز عالم میں جفت پیدا کی ہے اس چیز کو اس نے قرآن میں بھی ذکر کیا ہے

چنانچہ اب تحقیقات سے بھی یہ بات واضح ہوتی چلی جا رہی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز ذرات ہوں یا گیس یا کچھ اور سب ہی کے اجزاء ہوتے ہیں اور اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو جوڑا کہا جاتا ہے تو خدا نے یہ اصول بنا دیا ہے کہ ہر چیز جفت ہوگی تا کہ ہمیں تحقیقات میں آسانی۔۔ ہو اور جس چیز کو بھی دیکھیں۔ یہ تو اس نے بتا دیا کہ ہر شے جوڑا ہے اب ہم آسانی سے پتہ لگا لیا کریں کہ اس کے دونوں جزو کیسے ہیں اور ان کی کیا خصوصیت ہے اسی لئے دنیا میں جو چیزیں ہیں ان کی طبیعتیں بھی عموماً دو قسم کی ہوتی ہیں جو شخص خوش ہوتا ہے وہ رنجیدہ بھی ہو جاتا ہے وہ جاہل بھی ہے کچھ باتوں سے ناواقف ضرور ہے اسی طرح ہر چیز میں دو قسم کی صفتیں ضرور پائی جاتی ہیں۔ کیا پتہ اسی لئے خدا نے اس جوہر کو پیدا کرنے کے بعد ہی دو جزو میں تقسیم کر دیا ہو تا کہ دنیا کی چیزوں میں یہ اصول ہے کہ خدا ہر چیز کو جوڑا پیدا کرے گا۔ مادی چیز ہو یا انسانی طبیعت ہر ایک کو خدا دو رنگ میں قرار دے گا مادی چیزوں میں مثبت و منفی جزو سے آج ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے انسانی طبقوں کو بھی خدا نے ایسا ہی بنایا ہے کبھی رنج کبھی خوشی کبھی جاگنا کبھی سونا کبھی علم کبھی جہالت۔ ہر چیز جفت پیدا کی گئی ہے۔ خداوند عالم چاہتا تو ایک چیز سے بھی پیدا کر سکتا تھا لیکن اس نے چیزوں کو دو جزو سے بنایا اور ہماری طبیعت کو بھی اسی کے مطابق بنایا چنانچہ ہم آسانی سے ہر چیز کے جوڑے کو سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ہماری طبیعت میں بھی دو قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں اور یہ بھی خدا کے خلق کا ایک انداز ہے اس نے مناسب سمجھا اور بہترین اصول پر چیزیں خلق فرمائیں اس نے جوہر کے دو جزو کئے ایک جزو کی طرف اپنی ہیبت کی نظر ڈالی وہ نظر گیا تھی اس کا تعلق ذات خدا سے ہے اور اس کے سمجھنے کا تعلق اس کی معرفت سے ہے لیکن ہمیں یہ بتایا گیا کہ اس پر ہیبت کا اثر ہوا اور اثر کچھ اس

طرح ہوا کہ وہ جوہر پانی کی شکل میں آگیا پانی خوش ذائقہ اور میٹھا تھا۔ یہی پانی ہر چیز کی ابتداء اور اصل بنی چنانچہ قرآن میں بھی خدا نے بتا دیا ہے کہ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے پانی اور حیات کا رشتہ اس نے بہت قریب بنایا ہے اتنا قریب کہ پانی اور زندگی کو اس نے ایک کر دیا۔۔ جو پانی ہے وہی زندگانی اور حیات ہے چنانچہ ایک دفعہ پوچھا گیا کہ پانی کا مزہ کیسا ہے تو معصوم نے فرمایا کہ پانی کا مزہ ایسا ہے جیسا حیات کا مزہ ایسا نفیس جواب ہے کہ اس کا لطف صاحبان علم و ذوق ہی اٹھا سکتے ہیں۔

قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ ہر چوپایہ کو میں نے پانی سے پیدا کیا ہے موجودہ تحقیقات نے خدا کی بتائی ہوئی باتوں کو اور بھی ثابت کر دیا چنانچہ اس چھان بین نے بھی یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہماری زندگی میں اور سمندر کے پانی میں تجزیہ کرنے سے بہت حد تک ہم رنگی اور یگانگت پائی جاتی یہی پانی ہر چیز کو بناتا ہے وہ جانور ہو جمادات و نباتات ہوں یا انسان مثلاً انسان کی پیدائش کے لئے خدا نے ابتداء میں ایک گندے قطرے کو ذریعہ بنایا ہے وہاں وہ خون سے برابر بڑھتا ہے اس طرح اس کی نشوونما اور تخلیق میں بھی خدا نے ایک سیال چیز سے مدد پہونچائی۔ اور پیدا ہونے پر بھی دودھ اس کی غذا بنتی ہے پہلی غذا بھی ایک سیال ہی چیز بنی جس کا غالب جزو پانی ہے اور اس کے بعد بھی جو غذائیں وہ استعمال کرتا ہے ان میں سے کوئی غذا بغیر پانی کے نہیں ہوتی ہے ہر ایک میں خدا نے پانی کا ذریعہ ضروری قرار دیا ہے پھر جو غذا انسان کے بدن میں جاتی ہے اس کے تمام اجزاء ہضم ہونے کے بعد باہر نکل جاتے ہیں اور اس کو فضلہ یعنی بے کار چیز کہا جاتا ہے لیکن خون ہمارے بدن کا جزو بنتا ہے یہ خون باوجود دوسری ضروری چیزیں غذا سے جسم لے لیتا ہے سب سیال اور غذا میں

سے نچڑے ہوئے پانی ہی ہیں۔ اس طرح پانی کو خدا نے ہر صورت میں ہماری زندگی اور کا اہم جزو قرار دیا ہے اور سچ کہا ہے کہ "ہر جاندار کو خدا پانی ہی سے بناتا ہے"۔ حکیم فلوطرخیس ایک بہت بڑا فلسفی گزرا ہے اس نے بھی اسی چیز کو مان لیا تھا اس نے بتایا کہ "مرکب" کی اصل پانی ہے جب وہ پانی صفائی اور لطافت کے ساتھ منتشر ہوتا ہے تو آگ بن جاتا ہے اور جب منتشر ہونے میں کچھ اجزاء بھی شامل ہو جائیں تو ہوا بن جاتا ہے اور جب پانی ثقیل ہوتا ہے اس میں کثافت آجاتی ہے جس سے وہ بندھ جاتا ہے اور اسے مٹی کہا جاتا ہے اس فلسفی نے اس طرح اور بھی تصدیق کر دی۔ اس کا فلسفہ بھی پانی ہی کو تمام چیزوں کی اصل بتاتا ہے توریت میں بھی یہی بیان ہے کہ خلقت کی ابتداء ایک جوہر سے ہے جس کو خدا نے پیدا کیا پھر اس کی طرف ہیبت سے نظر کی تو اس کے اجزاء پگھلے اور وہ پانی بن گیا۔ بہر حال خدا نے خلقت کائنات کے لئے سب سے پہلے جوہر کو پیدا کیا تاکہ لوگ اپنی اصل کو سمجھیں کہ ان کی ابتداء ایک جوہر سے ہوئی ہے اور جب اصل جوہر ہے تو اس سے کام بھی شاندار ہونے چاہئیں پھر اس جوہر کے ایک جزو سے پانی بنایا پانی کے ذریعہ دوسری چیزوں کے پیدا کرنے میں ہمارے لئے زیادہ سہولت تھی پانی کی اصل سے بنایا ہوا انسان بہتر ہوتا اس لئے اس نے پانی ہی کو اصل قرار دیا چنانچہ ہمارے جسم کو سب سے زیادہ ضرورت بھی پانی کی پڑتی ہے اور اس طرح خدا ہمیں اصل چیز یعنی پانی سے زیادہ قریب رکھتا ہے کبھی وضو میں کبھی غسل میں اور کبھی کھانے کے ساتھ پانی کی تاکید کر کے۔ خدا نے اس کو اسی لئے زیادہ بنایا چنانچہ زمین سے تین گنا پانی پیدا کیا اور ان سے سمندر بنائے کہ اگر وہ سمندر نہ ہوتے تو آج جس زمین پر ہم ہیں ویسی ہی تین زمینیں اس کرہ پر اور پائی جاتیں اس نے چار دن

طرف پانی ہی پانی رکھا اور ہماری خشک زمین پر بھی برابر پانی برساتا رہتا ہے چنانچہ ایک مقام پر حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جب سے خدا نے دنیا کو پیدا کیا آج تک ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ اس نے پانی نہ برسایا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں چاہے اور جتنا چاہے برسائے لیکن روزانہ کسی نہ کسی خطہ ارض پر پانی ضرور برستا ہے۔ تو سمندر کے پانی کے علاوہ یہ دوسرا پانی ہمارے لئے آسمان سے برستا ہے اور اس کے علاوہ اس نے بہت سی نہریں بنائیں دریا جاری کئے تالاب بنے جو ہمیشہ پانی سے بھرے رہتے ہیں۔ پھر ہر مقام پر چشمے جاری کئے اور پھر خدا نے ہمیں ایسی قدرت دی کہ زمین کے اندر سے پانی نکال سکیں۔ اس طرح ہر طرف پانی پھیلا دیا اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے پانی کو زیادہ ضروری قرار دیا ہے..... اللہ نے جو چیزیں بنائی ہیں سب ہی مفید ہیں کوئی چیز اگر کم ہے تو انسانیت کو کم ہی کی ضرورت ہے اور جس کو زیادہ بنایا وہ اسی قدر ہمارے لئے ضروری ہے ہمیں روزانہ کھانے سے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے جو پانی ہم پیتے ہیں وہ خالص پانی ہوتا ہے اس میں کوئی غذا کا جزو شامل نہیں ہوتا لیکن جو ... غذا ہم کھاتے ہیں جو پھل استعمال کرتے ہیں ہر ایک میں پانی کا جزو ضرور شریک رہتا ہے اور اس طرح ہر چیز کے ساتھ پانی ضرور بدن میں پہونچتا ہے اسی لئے خدا نے انبیار کا نور پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے پانی ہی کو پیدا کیا۔ اور پانی ہی سے آگے چل کر ہر چیز بنی زمین آسمان ان کے اندر کی چیزیں اور ہر جاندار خود انسان اور دوسری تمام چیزیں سب اسی پانی سے پیدا کی گئیں اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک معمولی سی مخلوق کو جب اتنی بڑی کائنات کی اصل قرار دے رہا ہے تو وہ کتنی بڑی قدرت والا ہوگا۔

عرش

خدا نے جوہر کے دوسرے حصہ کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی توجہ کو شفقت کا رنگ دیا اور شفقت کی نظر اس حصہ پر نظر ڈالی تو اس سے عرش بنا یہ اس کی شفقت کا کرشمہ تھا کہ ... جوہر کے دونوں حصوں میں سے اس حصہ کو یہ شرف ملا کہ وہ پہلے حصہ سے بنائے ہوئے پانی پر غالب آیا ورنہ جیسے تو دونوں ایک ہی جوہر کے تھے۔ پہلے حصہ پر اس کی نظر نظر ہیبت تھی اسی لئے وہ پانی بن گیا اور اب دوسرے حصہ پر ہیبت کے بجائے شفقت کی نظر ڈالی تو وہ اتنا بلند ہوا کہ پانی کی وسعتیں اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اسی وقت نہیں بلکہ اس کی ہیبت ہمیشہ ایسی ہی رہی۔ ہیبت کا جس پر اثر ہوا تھا وہ اور رنگ میں آیا اور جس پر شفقت کی نظر ڈالی اس کی شان اور تھی ہاں انسان اس کی شفقت حاصل کرنا چاہے تو پہلے اس کی ہیبت ہونی ضروری ہے اس کی ہیبت ہوگی اور پھر وہ شفقت فرمائے گا جو اس پر غالب ہوگی عظیم خدا کی ہیبت کے اثر سے جوہر بھی پانی ہو گیا۔ یہ ہیبت انسان پر طاری ہو تو اس میں سختی نہیں نرمی پیدا ہوتی ہے اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے روتا ہے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس حالت کی مثال پانی ہی سے دی جا سکتی ہے اور اس کے بعد جب خدا شفیق ہو گیا تو انسان پر ہیبت سے زیادہ شفقت کا اثر ہوگا کیونکہ اس کی شفقت اور رحمت ہمارے ساتھ بے انتہا ہے ایسا انسان دنیا کی جھمیلوں سے اپنا دامن بھی بچانے کی کوشش کریگا اور بلند چیزوں کی طرف مائل ہوگا اور یہی اس کی بلندی کی پہچان ہے عام انسان اپنی روحانیت کو خدا

کی شفقت کے ذریعہ جتنا چاہے بلند کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔

اس نے عرش اپنی شفقت ہی کے ذریعہ پیدا کیا ہے اور عرش اس پانی کے اوپر چھا گیا جو ... تمام عالم کی اصل ہے۔ اب یہ پانی کے اوپر چھایا ہوا عرش ہے کیا چیز تو اس کا سب سے پہلا جواب یہ کہ یہ کوئی مادی چیز نہیں جیسی دنیا میں چیزیں ہم دیکھتے ہیں بلکہ خدا نے نور بنایا اور اس نور سے ایک جوہر نکالا اس جوہر کے دو حصے گئے اب نہ تو نور مادی چیز ہے نہ اس سے نکلا ہوا جوہر اسی جوہر سے پانی بنایا اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا یہی پانی عالمین کی اصل بھی قرار دیا گیا لیکن عرش کے متعلق اس نے یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ پانی مٹی یا کسی اور مادہ سے بنا بلکہ وہ جوہر تھا اور حکم خدا سے پانی پر حاوی ہوگیا یہ ہمارا آسمان جس میں ستارے چمکتے رہتے ہیں اور اسی طرح خدا کے بنائے ہوئے ساتوں آسمان اس کی جگہ پر پہلے صرف پانی تھا پانی کے علاوہ اس وقت کوئی دوسری چیز نہیں تھی اور اس پانی کے اوپر جو چیز بنائی گئی .... وہ تھا عرش۔ عرش کے متعلق یہ بتانا مشکل ہے کہ کتنا بلند یا کتنا بڑا ہے کیونکہ یہ آسمان جو ہمارے سامنے ہے جس کو ہم برابر دیکھتے بھی رہتے ہیں ہزاروں ستارے جس کے ہیں فائدہ پہونچا رہے ہیں اس کی گہرائیوں کا اندازہ کرنا۔۔ کہ یہ کتنا عظیم ہوگا یہ سب آج کے انسانوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ بنانے والا تو خدا ہے اور وہ بہت ہی عظیم ہے۔

آج سائنس دانوں نے جو حساب لگایا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب ہم کائناتی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ایک ریل زمین سے اوپر کی طرف روانہ ہو اور کسی جگہ رکے بغیر مسلسل چلتی رہے تو اس کو یہاں سے سورج تک پہونچنے میں تقریباً تین سو برس لگ جائیں گے اس کے برخلاف روشنی ایک جگہ سے دوسری

جگہ پہونچنے میں اتنی تیز ہوتی ہے کہ اگر یہ زمین سے چلے تو صرف آٹھ منٹ میں سورج تک پہونچ جائے گی چنانچہ سورج کی روشنی زمین پر روزانہ تقریباً آٹھ ہی منٹ میں پہونچتی ہے۔ اس سے سورج کے فاصلہ اور روشنی کی تیز رفتاری کا پتہ چلتا ہے لیکن بعض ستارے اتنے دور ہیں کہ ان کی روشنی کو زمین پر اسی رفتار سے پہونچنے میں آٹھ منٹ کا دوگنا یا دس گنا نہیں گھنٹہ دو گھنٹہ یا ہفتہ دو ہفتہ نہیں بلکہ کئی کروڑ سال لگ جائیں گے تو ایسے ستارے خدانے کتنے دور بنائے ہونگے اس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ خدا کا یہ کارخانہ ہمارے تصور سے بھی بہت بلند ہے۔ اور یقیناً وہ ذات بہت عظیم ہے جو تمام ستاروں اور پوری کائنات کی خبر رکھتی ہے اور ان سب کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہی نہیں ہے بلکہ ان کی خالق بھی ہے اور ہر جگہ پر جو بھی چیز ہے سب کے رزق کو بھی وہ پہونچا رہی ہے اور ہر ایک کا انتظام بھی کرتا ہے اس زمانہ میں تحقیقات کرنے والوں نے بہت سی باتیں ظاہر کر دی ہیں آسمان کی بلندیوں کے متعلق حیرت انگیز چیزیں معلوم ہو چکی ہیں خصوصاً اس کی گہرائی وسعت اور حیرت انگیز قسم کے فاصلے کا پتہ چلایا جا رہا ہے حیرت انگیز فاصلوں پر ہزاروں ستاروں کا ہونا اور ان کا ایک دوسرے سے تعلق اور ان کی گردش یہ ایسی ایسی باتیں اب سامنے آتی جا رہی ہیں کہ عقل حیران ہے اور ہنسی آتی ہے ان لوگوں پر جو پہلے مذہب کی بتائی ہوئی باتوں کا اس لئے مذاق اڑاتے تھے کہ وہ ان باتوں کو ناممکن سمجھتے تھے کہ اتنا فاصلہ کہاں ہوگا آسمان تو سامنے ہے پھر یہ دوری جو مذہب بتا رہا ہے یہ کیسے ہو سکتی ہے اور اس دوری میں اتنی بڑی بڑی چیزیں کیوں کر ممکن ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کے زمانہ میں دنیا نے اتنی ترقی نہ کی تھی کہ اس دور کے فلاسفہ ایسی باتیں بتاتے اور لوگ یقین کر لیتے کیونکہ جاہل انسان خدا سے زیادہ فلسفیوں پر یقین کرتا ہے۔ مذہب ان کو بتاتا

تو تھا لیکن اس پر یقین وہ کیوں کر کرتے فلس تو ان کو دکھائی دیتے تھے لیکن خدا کو وہ دیکھتے نہ تھے تو اسپر یقین بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ کہا ہے خدا نے کہ میں لوگوں کو صرف آزمانا چاہتا ہوں کہ کتنے میری بات کو مانتے ہیں اور کتنے نہیں مانتے ہیں میں نے اپنی معرفت کے لئے دنیا پیدا کی ہے اور سمجھدار انسان اس کو دیکھکر فوراً میرا یقین کرلے گا۔ مذہب نے اپنی روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ کائنات کے بارے میں بھی بہت کچھ بتایا عبادت اس علم کے بغیر بھی ہوتی لیکن خدا اپنے ماننے والوں کیلئے پسند کرتا ہے کہ سب کچھ جانتے ہوں اسی لئے دنیا کی تمام حقیقتیں مختلف انداز میں ہلکے پھلکے طریقوں سے بیان کردی ہیں جن سے آجتک خدا پر یقین رکھنے والے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ دنیا پر غور و فکر کرتے ہیں اور خدا کو سمجھنے اور اس کی عظمت و بلندی کا اقرار کرنے میں ان باتوں سے مدد لیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے آسمان کی بلندیاں اب دریافت ہوتی جارہی ہیں اور مذہب پہلے سے جن باتوں کو بتا چکا ہے ان میں بہت سی باتیں ثابت ہوتی جارہی ہیں کہ صحیح ہیں بڑے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو بغیر کسی تجربہ کے صرف خدا کے کہنے پر ہی مان گئے تھے اور اب بھی مان رہے ہیں آسمان اور اس کی بلندی کے متعلق اب کتنی باتیں معلوم ہوتی جارہی ہیں لیکن بے حساب وسعتوں کے متعلق ہم کو مذہب پہلے ہی بہت سے اشارے کرچکا ہے جیسے ایک جگہ ہے کہ خدا کا ایک فرشتہ تھا فرشتہ کیا ہے اور کیسی خلقت ہے اس کو بھی بیان کیا جائے گا۔ اور اس کی وضاحت میں حدیثیں آئندہ آئیں گی مختصر یہ کہ وہ بے جسم کی ایک مخلوق ہیں جن کو خدا جیسی چاہتا ہے طاقت عطا فرماتا ہے یہاں اسی قسم کے ایک فرشتہ کا ذکر کرکے درحقیقت خدا عرش کے متعلق بتا رہا ہے کہ عرش خدا کتنا عظیم ہے اس کی زمین بہت بڑی ہے اس سے لاکھوں گناہ آسمان بڑا ہے اور عرش ان سب پر حاوی ہے بہرحال اس فرشتہ کا نام حزقائیل تھا۔

ملک کی پرواز

فرشتوں کے نام بے معنی نہیں تھے بلکہ سب کا مطلب کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے چنانچہ جبرئیل کے معنی خدا کا بندہ ہے "ایل" کے معنی دراصل سریانی زبان میں خدا ہے اسی طرح جس طرح انگریزی زبان میں گوڈ کے معنی خدا ہے۔ تو خدا کا ایک ملک حزقائیل تھا اس ملک کو خدا نے اٹھارہ ہزار پر عطا فرمائے تھے اپنے پر طائروں کی طرح نہیں ہوتے لیکن مقصد ان پروں کا اڑنا ہی ہے وہ چاہے جس طرح بھی ہو پروں کی طاقت بہت ہی تیز رفتار کا باعث ہوئی۔ اور جبکہ اٹھارہ ہزار پر ہوں تو رفتار کا اندازہ کرنا مشکل ہے وہ بھی چھوٹے پر نہ تھے بلکہ دو پروں کے درمیان کا فاصلہ اس قدر تھا جتنا پانچ سو سال کی مسافت ہوتی ہے آسانی سے اس فرشتہ کی عظمت اور اس کی رفتار کا اندازہ بھی کرنا مشکل ہے مختصر یہ کہ وہ بہت بڑا اور نہایت تیز رفتار تھا اس فرشتہ کو خدا نے اڑنے کا حکم دیا فرشتہ پوری طاقت کے ساتھ جس رخ پر تھا اڑا اور خدا نے چھوڑ دیا کہ اسی عالم میں اور اسی رفتار میں وہ اڑتا رہے اب اس کی فی سکنڈ ہزاروں میل کی رفتار ہو یا لاکھوں میل کی بہرحال وہ اپنی منزل سے بے خبر اڑتا رہا دو چار دن نہیں دو چار سال نہیں بلکہ مسلسل بیس ہزار سال تک اسی طرح یہ سلسلہ پرواز جاری رہا مگر وہ عرش کے کسی کنارے کا پتہ بھی نہیں چلا سکا۔ انتہائی بلندی کا تصور ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ایک ہی سمت میں جب کوئی چیز تیزی سے جائے گی تو ایک جگہ پر ضرور پہونچ کر رک جائے گی یہاں انسانی طاقت نہیں ملک کی طاقت ہے جس کی رفتار کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور پھر اٹھارہ ہزار پروں والا ملک لیکن کسی منزل پر نہ رک سکا رکنا تو درکنار کسی منزل کا پتہ تک نہ چل سکا بس لامحدود فضا تھی اور حکم خدا کی پیروی میں وہ اڑتا رہا خدا بتانا چاہتا تھا کہ فرشتوں کو پتہ چل جائے کہ

عرش کتنا عظیم ہے جس عرش کو ساری چیزوں کے اوپر اپنی خاص شفقت سے بنایا اور جو کہ پہلی چیز یعنی پانی پر بھی چھا گیا۔ اس عرش کو خدا نے اس قدر عظیم بنایا ہے کہ بیس ہزار سال کی مسلسل کوشش ایک ملک کو وہاں نہ پہونچا سکی اس وقت خدا نے اس کے پروں میں اضافہ کیا اور اتنے ہی پر اور دیئے جتنی طاقت پہلے دی تھی اس سے دونی طاقت مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ اپنی کوشش جاری رکھو اور اسی طرف کو اڑتے رہو۔ چنانچہ ملک نئی طاقت کے ساتھ اڑتا رہا کہیں رکتا نہ تھا کوئی تھکن نہ تھی اسی حالت میں مسلسل بیس ہزار سال تک رہا۔ لیکن عرش کا پتہ نہ چل سکا خدا نے اس کو ان کی پہنچ سے بہت دور بنایا تھا یہاں تک فرشتوں کی پہونچ نہ تھی جب اس طرح پچاس ہزار سال کی مدت حزقائیل فرشتہ نے تلاش میں صرف کی ور عرش کا پھر بھی پتہ نہ چل سکا۔ تو خدا نے فرمایا اے میرے ملک اگر تو اس دن تک اڑتا رہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو یاد رکھ کہ ہرگز عرش کے کسی کنارہ تک نہیں پہونچ سکے گا خدا نے عرش کو سب چیزوں سے اوپر بنایا ہے اور کائناتی چیزوں (یعنی عالمین) کا پتہ چلانا مشکل ہے تو اس کا کیسے پتہ چلے جس عرش کو خدا خود عظیم کہہ رہا ہے متعدد مقامات پر عرش کو قدرت نے عرش عظیم سے یاد کیا ہے اور اس طرح سے اس کی عظمت کا تصور بھی ساتھ ساتھ ضروری قرار دے دیا ہے۔ ہمارے لئے یہی اس کی نعمت بہت بڑی ہے کہ اس نے ہمیں جاہل دیکھنا پسند نہیں کیا اور بتا دیا کہ اتنا بڑا عرش بھی تمہارے اوپر ہے جسے کوئی دوسری قوم یا دوسری مخلوقات نہیں جانتی ہیں اگر خدا نہ بتاتا تو فلسفہ والوں کے ساتھ ہم بھی اب تک صرف ایک آسمان کو جانتے ہوتے اور اسی کی بات کرتے مگر خدا کے فضل سے ہم اللہ سے بے تعلق نہیں رہے وہ نبی بھیجتا رہا ان تک خود فرشتوں کے ذریعہ

اپنی باتیں پہونچاتا رہا اور کبھی ..... اس نے ہم کو جاہل نہیں رکھا - ہر چیز پر حاوی عرش عظیم تک سے باخبر کر دیا بے شک یہ اس کی مہربانی ہے جس طرح دوسری مخلوقات کے متعلق کہنا مشکل ہے کہ وہ کس شکل میں ہوں گی کون جانتا ہے جنت کیسی جگہ ہوگی وہاں کی زمین کیسی ہوگی باغات کیسے ہوں گے پانی کیسا ہوگا اسی طرح عرش کو بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیسا ہوگا لیکن اتنا تو معلوم ہے کہ خدا نے کسی ٹھوس چیز سے تو اس کو بنایا نہیں ہاں وہ آخری حد ضرور ہے جس تک پہونچنا ممکن نہیں اس کے آگے جانے کا کیا سوال ہے بہرحال وہ ہے اور اب تو ایسی ایسی طاقتوں کا پتہ چلایا جا چکا ہے کہ ان سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ کوئی چیز بغیر کسی ٹھوس مادے کے بھی طاقتور ہو سکتی ہے۔ رکاوٹ کا سامان صرف طاقت ہی سے نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اب کشش کی طاقت ٹھوس چیزوں سے کہیں زیادہ سخت ثابت ہو چکی ہے چنانچہ احادیث نے بتایا کہ :

خدا نے آسمان کے شگافوں اور گوشوں میں ستاروں کو محافظ بنایا ہے حفاظت کرنے کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا ہے کہ حفاظت کرنے والا کسی چیز کو بھی گزرنے نہ دے سب کی خبر رکھے چنانچہ جب سیارہ کے قریب کوئی چیز پہونچتی ہے تو صرف یہی نہیں کہ اپنی روشنی سے اس کو دیکھ لیتا ہے بلکہ اپنی ثقل والی کشش سے کھینچ لیتا ہے اسی طرح عرش بھی کسی ٹھوس مادہ سے نہیں بنایا گیا لیکن اس کو خدا نے ہر چیز پر حاوی بنایا ہے اور عرش اسکی ایک مخصوص قسم کی طاقت کا نام ہے اسی لئے بعض مقامات پر عرش کو غیر مادی بتایا ہے کہ اس کا عرش علم ہے علم بھی بغیر مادہ اور ٹھوس چیز کی ایک طاقت کا نام ہے یہ چیز یعنی علم بھی ایسی ہی ہے اس کی طاقت بھی بہت ہے اور وہ بے مادہ کی چیز بھی ہے اس طرح ایک اندازہ ہو سکتا ہے کہ عرش

کس قسم کا ہوگا. جس طرح علم کوئی مادی چیز نہیں ... کچھ ٹھوس شے نہیں صرف ایک مخلوق خدا ہے جو کسی کے پاس ہوتی ہے اور کسی کے پاس نہیں اسی طرح عرش بھی ایک اس کی مخلوق ہے. علم کی طاقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جس کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے طاقت زیادہ ہوتی ہے اس طاقت کو سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں اس کی مثال عالم بالا میں بھی ہے اور یہاں دنیا میں بھی ایسی باتیں ہو چکی ہیں جن سے ہمارے لئے علم کو سمجھنا آسان ہے اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم کی طاقت بھی کوئی چیز ہوتی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے دربار میں پوچھا کہ ملکہ بلقیس کا تخت کون جلدی لا سکتا ہے تو ایک جن نے کہا کہ میں دربار برخاست ہونے سے پہلے لادوں گا لیکن یہ بات سن کر ایک علم والا شخص یعنی حضرت آصف بن برخیا جو کوئی جن ملک نہیں بلکہ انسان تھے جن کے لئے قرآن بتاتا ہے کہ جن کے پاس کچھ علم تھا انہوں نے کہا کہ میں اس تخت کو اتنی دیر میں لا رہا ہوں کہ آپ کی پلک بھی نہ جھپکے گی اور وہ آجائے گا. یہ واقعہ خود قرآن بیان کر کے بتا رہا ہے کہ علم کی طاقت کیسی ...... ہوتی ہے حالانکہ وہ مادی چیز نہیں ہے اس کی طاقت کا اندازہ ہم کم علم لوگوں کو نہیں ہو سکتا. ہمارا علم بہت تھوڑا ہوتا ہے اور کتنی ہی طاقتور چیز ہو جب بہت معمولی مقدار میں ہوگی تو اس کی طاقت کا احساس آسانی سے نہیں ہو سکتا اور ہمارے علم کو خدا نے بھی بتا دیا ہے کہ تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے. قرآن کے الفاظ یہ ہیں مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ تم کو علم نہیں دیا گیا اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑا سا.

عرش بھی اس کی ایک مخلوق ہے جو سارے عالم پر حاوی ہے اب اس کی حقیقت کیا ہے وہ کسی مادی شکل میں ہے تو ہے نہیں بہرحال اس کے متعلق اگر کچھ بتا سکتا ہے تو مذہب ہی بتائے گا.

کیونکہ سائنسی تحقیق کرنے والوں کی پہونچ تو ابھی ہماری دنیا کے اوپر کچھ ستاروں تک ہی ہے عرش تو بہت ہی دور ہے اس کی دوری اور عظمت کا اندازہ ہم کو بحمدہ ہو چکا ہے اور آئندہ جو باتیں آئیں گی ..... ان سے ہوتا رہے گا چنانچہ عرش کے متعلق ہے کہ خدانے عرش کو جوہر کے ایک جزو سے پیدا کیا ہے اس میں تین سو ساٹھ ہزار رکن بنائے اور اس طرح تین سو ساٹھ ہزار یعنی تین لاکھ ساٹھ ہزار درجوں میں عرش تقسیم ہوا۔ یہ تقسیم کچھ اسی قسم کی ہے جیسے آسمان میں برج اور دوسرے خطوط فرض کر لئے گئے ہیں یہ تین سو ساٹھ کا عدد بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ سال کے دن بھی خدا کے یہاں تین سو ساٹھ ہی ہیں (دن کے متعلق کچھ تفصیل جو دلچسپ بھی ہے آگے آرہی ہے) خداوند عالم نے اس عرش عظیم کو ۳۶۰ ہزار درجوں میں قرار دیا۔ آج سائنس داں کسی گول چیز کے جو اجزاء مانتے ہیں وہ بھی تین سو ساٹھ ہی ہیں یہ ۳۶۰ کا عدد ہمارا اپنا نہیں بلکہ خدا کا بتایا ہوا ہے یہ درجے ہر کرے میں ہو سکتے ہیں اور عرش بھی ایک بہت بڑا کرہ ہی ہے چنانچہ خدانے اس کے .. تین سو ساٹھ حصے کئے اور ہر حصہ میں ایک ہزار حصے تھے یا بالفاظ دیگر اس کرے کے ... تین لاکھ ساٹھ ہزار حصے بنائے گئے اس طرح ہم بھی دنیا کی گول چیزوں کو تقسیم کرنے میں ان ہی اعداد کو اصل قرار دے سکتے ہیں ہمیں چاہئے خدا کا شکر ادا کریں جس نے جدید تحقیقات سے ثابت ہونے والی چیزیں بھی چودہ سو سال پیشتر ہم کو بتا دی تھیں تاکہ فائدہ اٹھانے والے اس سے فائدہ اٹھا سکیں لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور آسمان کے متعلق پہلے بھی تحقیقات ہوئیں چنانچہ اسلام میں آسمان کی باتوں کا علم رکھنے والے بہت سے گزرے ہیں بعض تو اتنے بڑے ماہر گزرے ہیں کہ ان پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ وہ مسلمان تھے خدا کے ایک ایک کلام پر اپنی ذات سے

زیادہ یقین تھا اور اسی یقین پر انہوں نے ان باتوں کو پورے وثوق کے ساتھ قبول کیا۔ اور تحقیقات کر کے نادر چیزیں پیش کر گئے۔ چنانچہ آج جتنی باتیں معلوم کی جا رہی ہیں ان میں سے بہت سی باتیں مسلمان محققین کی تحقیق شدہ ہیں۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ باتیں اور اتنی عجیب و غریب چیزوں کا علم آج ہماری معرفت کے لئے اور خدا کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے اب۔ اس کے بعد خدا نے بتایا کہ اس نے ہر ہر حصہ عرش یا رکن عرش کے پاس فرشتے پیدا کئے اور ہر درجہ میں فرشتوں کی تعداد تین سو ساٹھ ہزار تھی یعنی تین لاکھ ساٹھ ہزار درجے عرش کے ہیں اور ہر درجہ اتنا بڑا تھا کہ تین لاکھ ساٹھ ہزار ملک ایک میں مقرر کئے گئے اور ہر ملک اتنا بڑا اور عظیم تھا کہ اگر ان میں سے سب سے چھوٹے فرشتے کو خدا اجازت دیدیتا تو ساتوں آسمان اور زمین اس کے منہ میں ایک لقمہ کی طرح چلے جاتے اور اس کے ذہن میں وہ لقمہ اس طرح ہوتا جیسے کسی وسیع بیابان میں ریگ کا ایک ذرہ۔ اب ساتوں آسمان اور زمین کی وسعت معلوم کی جائے اور اس کو ایک ذرہ سمجھا جائے اور وہ ذرہ جس منہ میں تھا وہ اتنا بڑا جیسے ایک میدان یا جنگل تو وہ ملک خود کتنا بڑا ہوگا پھر بھی وہ سب سے چھوٹا فرشتہ تھا یعنی جو تین لاکھ ساٹھ ہزار فرشتے ہیں وہ سب اس سے بڑے اور یہ ان میں کا سب سے چھوٹا اور اتنے فرشتے صرف ایک درجہ میں ہیں جبکہ ویسے ویسے تین سو ساٹھ ہزار درجے عرش میں ہیں یقیناً خدا کی قدرت کے علاوہ اتنی عظیم وسعتوں کا جاننے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ان سب کا پیدا کرنا تو بہت بڑی بات ہے بہر حال یہ ناقابل تصور قسم کی تعداد اور اتنے کثیر فرشتے جن کو بیان کرنے میں حساب کے اعداد عاجز ان کو خدا نے حکم دیا کہ جتنی طاقت دی گئی ہے اس طاقت سے اس عرش کو اٹھاؤ۔ پتہ نہیں وہ بوجھ کیسا تھا کسی

عرش کی طاقت

مادی چیز جیسا بوجھ تو نہ تھا کیونکہ مادی چیز کا اپنا کوئی بوجھ نہیں ہوتا اس کے بوجھ کا دار
مدار زمین کی کشش ثقل پر ہے جو صرف طاقت ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ کس قسم کی طاقت یہ
ہوتی ہے جو دنیا کی ہر چیز کو وزن والا بناتی ہے یہ طاقت جتنی زیادہ ہوگی وزن زیادہ ہوگا
بہر حال ان کثیر التعداد فرشتوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی کہ ہم بوجھ اٹھانا تو در کنار
اپنی پوری طاقت سے اس عرش کو جنبش نہیں دے سکتے ہماری طاقت کا اس پر کوئی اثر
نہیں پڑ سکتا ہے جس طرح انسانوں کی کتنی ہی طاقت کیوں نہ ہو زمین کی قوت اتنی ہے
کہ اس کو ذرہ برابر جنبش نہیں دیا جا سکتا حالانکہ فرشتے آسانی سے زمین کو اٹھائے ہوئے ہیں
لیکن پھر بھی وہ تمام فرشتے مل کر اس عرش کو جنبش تک نہ دے سکے تو خدا نے ان تمام
فرشتوں کے ساتھ ایک ایک فرشتہ اور پیدا کیا اور اس طرح ان کی طاقت دونی کر دی
اور کہا اب اٹھانے کی کوشش کرو لیکن ان کی اس طاقت سے بھی عرش پر کوئی اثر نہ
پڑ سکا تو ... جتنے ملک پیدا کیے گئے تھے جن کی تعداد کھربوں سے بڑھ چکی تھی ان سب
میں سے ہر ایک کے ساتھ دس دس فرشتے اور پیدا کر دیئے یعنی وہ پہلے کی تعداد سے
اب بائیس گنا ہو گئے پھر بھی عرش خدا کی طاقت ان سے بہت زیادہ ثابت ہوئی تو اب
جتنی ان کی مجموعی طور پر کل ... تعداد تھی ... وہ کھربوں بلکہ سنکھوں سے بھی زیادہ تھی
یا دوسرے طریقوں سے بلینوں بلکہ ٹریلینوں سے زیادہ اتنی ہی تعداد میں ہر ہر فرشتہ کے پاس نئے
فرشتے پیدا کیے۔

مثال کے طور پر اگر وہ چار تھے تو اب سولہ اور سو تھے تو سو گنا یعنی دس ہزار
اسی طرح ان کی تعداد جو سنکھوں سے بھی بہت زیادہ ہو چکی تھی اسی تعداد میں نئے فرشتے
ہر ہر فرشتہ کے پاس خلق کر دیئے گئے پھر کہا کہ اب تم سب اپنی پوری طاقت صرف کر دو

چنانچہ ان سب کی طاقت بھی عرش خدا پر کوئی اثر نہیں ڈال سکی پھر خدا کی عظمت کا انسان کیا اندازہ لگا سکتا ہے جو اس عرش کا بھی خالق ہے خدا نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ تم سب ہٹ جاؤ میں نے اپنی خاص قدرت سے اس عرش کو پیدا کیا ہے اور میں ہی اس کی عظیم طاقت پر پورا پورا اختیار رکھتا ہوں پھر خدا نے ان میں سے صرف آٹھ کو حکم دیا کہ اب میں کہتا ہوں تم عرش کی طاقت کو اپنے اوپر روک لو۔ انہوں نے کہا بار الہا اس مجمع کثیر اور جم غفیر کے ساتھ تو ہم اس کی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکے اب صرف ہم آٹھ ملک کیسے اٹھالیں گے تو خدا نے فرمایا کہ میں خدا ہوں جو تمہارے بالکل قریب ہوتے ہوئے بھی تم سے بہت دور ہوں اور نرم ہوتے ہوئے بھی بہت سخت ہوں میں آسان ہوں لیکن بہت دشوار ہوں میں جو چاہے کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں اور جس چیز کا چاہے حکم دیتا ہوں میں تم کو اپنے کچھ کلمات سکھا دیتا ہوں جن کو پڑھ لینے سے تم اس عرش عظیم کو آسانی سے اٹھا لو گے۔ سب نے کہا بار الہا وہ کون سے ایسے کلمات ہیں ارشاد ہوا کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطیبین۔ ان کلمات کو ملائکہ نے ادا کیا۔ فرشتے جان چکے تھے کہ عرش ہے کیا اور اس کو پیدا کرنے والا کتنا عظیم ہے۔ جب انہوں نے یہ کلمات ادا کئے تو طاقت بڑھ گئی۔ اور وہی عرش جو اتنے ملائکہ سے جنبش نہ کر رہا تھا ان کے کاندھے پر ایک بال کے بوجھ کی طرح معلوم ہوا کیونکہ اب ان ملائکہ کو ان کلمات سے ایسی طاقت مل گئی تھی جس نے عرش کی طاقت کو سنبھال لیا تو ان کو اندازہ ہوا کہ خدا کتنا عظیم ہے وہ کتنی عظیم چیزوں کے خلق پر قادر ہے اور ایسی عظیم چیز کو کس قدر آسانی سے بنا سکتا ہے خدا نے ملائکہ کو بھی اپنی چیزیں بتا کر ہی اپنی معرفت کرائی اور اسی طرح انسان

کے لئے بھی بے شمار چیزیں معرفت کے لئے پیدا کر دی ہیں خدا نے پھر باقی ملائکہ سے کہا کہ تم سب ہٹ جاؤ اور ان آٹھ فرشتوں کو چھوڑ دو کہ اس کام کو بخوبی انجام دیں گے اب تم باقی فرشتے سب عرش کے چاروں طرف طواف کرتے رہو تمہارا کام یہی ہے کہ میری تسبیح کرو اور حمد بجا لاؤ میری بزرگی کا ذکر کرو اور میری عظمت کی باتیں کرو تم نے میری قدرت کو دیکھا کہ کن چیزوں پر قادر ہوں اور اس عرش کے علاوہ بھی ہر چیز کا مجھے پورا اختیار ہے اور جو چاہے کر سکتا ہوں اور ہر قسم کی باتیں پیدا کرتا رہتا ہوں۔ عرش کی روشنی کے متعلق کہا گیا ہے کہ عرش کو خدا نے اس قدر نورانی بنایا ہے کہ اس کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ زمین و آسمان کے چاروں طرف اور عرش کے اندر جو کرسی ہے اس کو ملا تو وہ جگمگا اٹھی اور پھر کرسی کا وہ نور بھی ستر حصوں میں بٹا تو ایک حصہ سورج کو ملا جو عالم کو روشن رکھتا ہے تو خود عرش کتنا نورانی ہوگا۔ اور خدا کی اس پر شفقت کس قدر ہوگی اس کے نور کی کیا حالت ہوگی بیان کرنا مشکل ہے خدا نے اتنی باتیں بتا دی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے صرف اس کی عظمت کا اقرار کر سکتے ہیں ہمارے دماغ ان چیزوں کا تصور کبھی نہیں کر سکتے ہم تو صرف سوچ کر یہ کہدیں گے کہ حقیقتاً وہ ذات عجیب و غریب طاقتوں والی ہے جو آسمانوں کی گہرائیوں اور عرش کی بلندیوں کو خوب جانتی ہے اور اس نے ان کو خود ہی پیدا بھی کیا ہے نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں عرش پیدا کرنے پر بھی وہ قادر ہے یہ باتیں اس نے ہم کو صرف اس لئے بتا دی ہیں کہ اس کی عظمت کا احساس ہوتا رہے اور ہم لوگ اس کو دنیا کی ہر طاقت سے بڑا ماننے میں پورا یقین اور اعتماد کر سکیں۔ کیونکہ ہم جس قدر اس کی معرفت زیادہ حاصل کریں گے اس کی رحمت بڑھتی جائے گی۔

کرسی اور لوح

عرش عظیم کے نور سے خدا نے ایک اور چیز بنائی جس کا نام اس نے کرسی رکھا یہ کرسی آسمان و زمین سے بھی وسیع ہے یہ اس عرش کے اندر کی ایک مخلوق ہے۔ یہ سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے لیکن عرش اس سے بھی اوپر ہے چنانچہ قرآن میں بھی خدا نے اس کا ذکر کر دیا ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس طرح عرش کے اٹھانے والے آٹھ فرشتے مقرر ہوئے تھے اسی طرح کرسی کے لئے خدا نے چار فرشتوں کو مقرر کیا جو اسے اٹھائے رہیں۔ پھر خدا نے اس دوسری عظیم مخلوق یعنی کرسی سے ایک اور چیز پیدا کی جس کو کرسی احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کا نام لوح رکھ دیا۔ ان باتوں سے ہمیں اس لئے باخبر رکھا کہ ہم غور کریں اور یہ معلوم کر لیں کہ خدا کا اصول ہے کہ دنیا میں چیزیں رفتہ رفتہ اور درجہ بدرجہ بنائی جائیں وہ چاہتا تو ایک دم سے سارے عالم عرش کرسی سب کو بنا دیتا لیکن اس نے بہتر صورت کو اختیار کیا اور رفتہ رفتہ کر کے بنایا۔ اس لوح سے خدا نے ایک اور طاقت پیدا کی جو اس سے نیچے تھی اور اس کو قلم کا نام دیا اور قلم کو حکم دیا کہ لوح پر میری توحید کو لکھ دے اس کلام کو قلم نے سنا اس سے پہلے نور اول یعنی نور محمدی نے حمد و ثنا کرنے کے بعد خدا کا کلام جب سنا تھا تو اس کا اس نے جواب دیدیا تھا لیکن قلم میں یہ طاقت نہ تھی کہ کلام خدا کا جواب دے سکتا یہ نبی یا ولی کا دل ہے کہ کلام الٰہی کو سن سکے قلم نے جب کلام الٰہی سنا تو ایک ہزار سال تک اس کی ہیبت و عظمت میں مدہوش اور خاموش رہا پھر خدا نے فرمایا کہ تحریر کرو تو وہ لکھنا شروع نہ کر سکا بلکہ اس نے پوچھا کہ لکھوں کیا۔ حالانکہ خدا نے نور محمدی کو جب خلق کیا تھا تو خلق کرتے ہی بغیر کسی حکم کے اس نور نے حمد و تسبیح شروع کر دی

تھی کیونکہ جانتا تھا کہ میں انسانوں کا ہادی ہوں اور انسان کا مقصد عبادت خدا ہے۔

قلم کا درجہ اس نور کے مقابل کا نہیں تھا اس لئے اس کو پوچھنا پڑا کہ کیا لکھوں۔ اس کے برخلاف نور محمدؐی نے پوچھا نہیں تھا کہ کیوں کر تعریف کروں یہ فرق ہمارے نبی اور دوسری مخلوقات میں ہے۔ انسان چاہے تو ساری مخلوقات سے اپنی برتری ثابت کر سکتا ہے لوگوں ہی میں سے بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے جناب محمدؐ مصطفےٰ کے آنے کے بعد ان کی صرف زیارت کی اور ایمان لے آئے بعض نہیں لا سکے تو ضرورت ہوئی کہ ان سے کہا جائے رسولؐ نے کہا حکم دیا تو ایمان لے آئے بعض اس سے بھی پست تھے انہوں نے سوالات کئے جب صحیح جواب ملا تو اسلام قبول کیا اور خدا کو مانا کسی نے معجزہ دیکھ کر کیا اور بعض ایسے بھی گزرے جو جانوروں کی طرح تھے کہ رسولؐ برسوں ان سے کہتے رہے لیکن نہ سمجھ سکے کہ ان کا خالق کون ہے اور آخر ایمان نہیں لائے۔ آج بھی قرآن موجود ہے دوسری کتابیں ہیں اور راہِ خدا کی طرف بلانے والے علماء موجود ہیں لیکن بعض تو فوراً مان جاتے ہیں اپنے خالق کا اقرار کرتے ہیں اس کو اپنا حاکم اعلیٰ اور مربی مانتے ہیں اور بعض برسوں گزرنے پر بھی نہیں سمجھتے دنیاداری میں مصروف رہتے ہیں اور مال ہی ان کا سب کچھ ہوتا ہے اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن جب وہ بیمار پڑتے ہیں اور ان کا مرض بہانہ بن کر ان کو موت تک لاتا ہے ملک الموت روح قبض کرنے آجاتے ہیں دم اکھڑنے لگتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ ہماری ساری طاقت کوئی اس طرح چٹکیوں میں ختم بھی کر سکتا ہے۔ اس وقت سوچتے ہیں کہ کاش پہلے احساس ہوتا۔ حالانکہ دنیا ان کے سامنے تھی قرآن کتابیں علماء سب ہی موجود تھے جو خدا کی عبادت بتانے کے لئے ہر وقت آمادہ تھے اگر ان

سے پوچھتے تو وہ ان کو ایسی چیزوں سے روشناس کرا دیتے کہ خدا پر یقین آجاتا۔ بہر حال قلم بنا اور قلم نے پوچھا کیا لکھوں حکم ہوا کہ لکھو اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور خدا کے رسول محمد ہیں لا الہ الا اللہ محمدٌ رسولُ اللہ جب قلم نے نام محمد سنا تو جھک پڑا اور سجدہ ادا کیا خود احساس ہوا کہ یہ وہ ذات ہے جس کے نام پر جھکنا پڑتا ہے یہی تعلیم ہم کو بھی ہے قلم کی طرح ہم بھی نام محمدؐ سن کر اپنا سر جھکا دیتے ہیں تاکہ خدا کو دکھا دیں کہ ہم تجھے بھی دل سے مانتے ہیں اور تیرے نبی کی بھی عزت کرتے ہیں ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا امام جعفر بن محمد باقرؑ نے جب سنا کہ اس کا نام محمد ہے تو آپ اس نام کے احترام میں تعظیماً جھک گئے قلم بھی اس نام کو سن کر جھکا اور سجدہ میں جاکر کہا کہ سُبحانَ اللہ پاک ہے وہ ذات اَلواحِد جو ایک ہے اَلقَھَّار جو قہر والی ہے سُبحانَ العظیم پاک ہے وہ ذات جو عظیم ہے الاعظم اور سب سے بڑی ہے پھر قلم نے سجدہ سے سر اٹھایا اور جو خدا کا حکم تھا اس کو لکھا اور پوچھا کہ خدا یہ محمد کون ہے جو اتنی بلند ذات ہے جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھوایا ہے اور اس کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ رکھا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ اے قلم اگر یہ ذات نہ ہوتی تو نہ تو میں تجھے خلق کرتا نہ کسی اور مخلوق کو یہ جنت کے نعمتوں کی خوشخبری میری عبادت کرنے والوں کو دینے والا ہے اور جہنم کے عذاب سے بدکاروں کو ڈرانے والا ہے۔ یہی ذات روشن چراغ ہے یہی شفاعت کرنے والا ہے اور یہی میرا حبیب ہے۔ اس خوشگوار ذکر سے قلم میں شگفتگی آگئی۔

اور اس نے خطاب کیا السلام علیک سلامتی ہو آپ پر یا رسولَ اللہ اے خدا کے رسولؐ جواب دیا وعلیک السلام اور تجھ پر بھی سلام ہو یعنی میری طرف سے وَرحمۃُ اللہِ وَبرکاتُہٗ اور اللہ کی رحمت و برکت تجھ پر نازل ہو کر تو نے مجھے سلام کیا ہے۔

سلام کو خدا نے اسی مخصوص انداز میں ہمیشہ کے لئے مستحب قرار دیا اور اس کا جواب دینا ہر مسلمان پر واجب کر دیا پھر خدا نے اس قلم کو حکم دیا کہ میری ہر قضا و قدر کو احاطہ تحریر میں لے آ قلم نے حکم خدا کو سنا کیا مجال کہ ذرہ برابر عدول حکمی ہوتی خدا کی مخلوق اور اس کی عدول حکمی! مجال نہیں تھی وہ سب کچھ لکھا جس کا خدا نے حکم دیا تھا خدا قدم قدم پر اپنی قدرت ہمیں دکھا رہا ہے اور اپنی اطاعت کو سب سے زیادہ اہمیت دے رہا ہے - دکھا دیا اس نے کہ اس کی مخلوق کس طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں کہ بال برابر فرق نہیں آسکتا اسی طرح ہر مخلوق کے لئے اس نے لازم کر دیا کہ اس کی اطاعت کرتے رہیں وہ پوچھنے کی بھی مہلت کسی کو نہیں دیتا اس کی معرفت کا تو مطلب یہ ہے کہ حکم ہوا اور بندہ اس پر چل پڑا - انسان کو اتنی فضیلت دی کہ اس کو اختیار دے دیا اور مجبور نہیں بنایا - ہاتھ پیر میں ایسی طاقت دی کہ چاہو تو عبادت کر سکتے ہو اور چاہو تو معصیت ویسے تو اس کی کسی مخلوق کی مجال نہیں کہ حکم خدا سے اِدھر اُدھر ہو سکے یہ تو اس کا رحم ہے کہ اس نے ہماری عبادت پر آرام کی جگہ جنت اور معصیت پر دوزخ کا عذاب مقرر کیا - ورنہ درحقیقت اس کی عبادت پر تو ہر مخلوق مجبور ہے چاہے وہ کوئی بدلہ بھی دے آسمان زمین چاند ستارے سورج سب کے سب اس کے حکم پر کس قدر پابند ہیں کہ ایک لمحہ کی تاخیر نہیں کر سکتے اور ذرہ برابر حکم سے ہٹ نہیں سکتے جو اس نے کہا ہے ویسا ہی کرتے ہیں جس طرح بتا دیا اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اختیار تو صرف انسان ہی کو دیا اور انسانوں میں بھی جو اس کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں جو جان جاتے ہیں کہ ان کا بنانے والا اور پالنے والا خدا ہے - ان کا یہی حال رہتا ہے کہ جو حکم اس کا ہے بس اسی پر چلتے ہیں چاہے کتنا ہی جانی و مالی

نقصان کیوں نہ ہو تاکہ خدا ناخوش نہ ہو ہم عام لوگوں میں اسی لئے دیکھتے ہیں کہ جو سمجھتا ہے اور خدا کی ہستی سے واقف ہے وہ اور قریب ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے احکام کا زیادہ پابند ہوجاتا ہے البتہ بے حس اور جانوروں جیسے انسان ہی صرف پیٹ پالنے میں مصروف اور انجام سے بے خبر ہو سکتے ہیں اس نے اپنی عبادت کرنے والوں ہی کے لئے عرش و کرسی کی یہ باتیں بتائی ہیں کہ یہ باتیں سب بندے جانیں اس سے ان کو میری عظمت کا پتہ چلے گا ان کو اطمینان ہوگا خوشی ہوگی کہ اتنی عظیم مخلوقات جس طرح اس کی عبادت ہمیشہ سے کر رہی ہیں اسی طرح وہ بھی عبادت کر رہے ہیں اور اس سے ان کو اطمینان ہوگا کہ ہم جس لئے پیدا ہوئے تھے اسکو ہم نے سمجھا۔ حقیقتاً جس قدر سکون اور اطمینان عبادت کرنے والے کو ہوتا ہے کسی اور کو نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس خدا کی عبادت کرتا ہے جس کی عبادت سے انحراف کرنے کی بڑے بڑے ملک اور عرش میں بھی ہمت نہیں حالانکہ وہ ہزاروں سال سے ہیں اور ان کو جنت کی بھی فکر نہیں یہ تو اپنا نقصان آپ کرنا ہے کہ ساٹھ ستر سال کی مختصر سی زندگی میں ہم اس کی عبادت سے بھاگیں اور اس کے نتیجہ میں دائمی زندگی کے آرام و راحت کو بھی ترک کر دیں بے شک جو لوگ خدا کی تھوڑی عبادت بھی کرتے ہیں۔ وہ بہت بڑی سمجھ کا ثبوت دیتے ہیں۔ قلم اس کا ایک ادنیٰ مخلوق ہے اسے کسی جنت کی طمع نہیں لیکن خدا نے بنایا اور اس نے جب حکم دیا کہ لکھو تو اس نے لکھنا شروع کیا ایک منٹ کی مہلت نہیں مانگی تمام قضا و قدر کی باتیں اس نے بموجب حکم الٰہی لکھیں۔ قضا و قدر وہ باتیں ہیں جو اس نے مقرر کر دی ہیں مثال کے طور پر ایک شخص بارہویں صدی میں پیدا ہوگا دوسرا چودھویں صدی میں پیدا ہوگا ایک یورپ میں دوسرا امریکہ میں ایک

اس گھر میں ہوگا دوسرا دوسرے گھر میں کوئی پیدائشی اندھا ہوگا تو کوئی بینا کوئی لنگڑا لولا ہوگا تو کوئی تندرست اسی طرح کوئی بُرے ماحول میں ہوگا تو کوئی اچھے ماحول میں۔ زندگی کے اعتبار سے کوئی بچپن میں مر جائیگا کوئی جوانی میں مرے گا یا زیادہ سے زیادہ بڑھاپے کی منزلوں تک پہونچ جائے گا۔ اس کے اعزہ کون سے لوگ ہوں گے اس کی نسل میں کون کون اور کب کب پیدا ہوگا اس کی موت کب واقع ہوگی۔ یہ سب اللہ کے قضا و قدر کی باتیں ہیں اور اس انسان کے اختیار میں نہیں ہیں ایسے ہی بہت سے امور میں وہ خدا ہی کے رحم و کرم پر ہے اور خدا جہاں چاہے اس کو پیدا کر دیتا ہے چنانچہ ہر شخص کو چاہیے کہ خدا کا شکر ادا کرے کہ جن والدین کے یہاں بھی ہے اس سے بھی بُرے ماں باپ کے گھر میں وہ پیدا نہیں ہوا اور خدا نے کرم کیا۔ جس شہر میں پیدا ہوا یا جس ملک میں پیدا ہوا اس سے بھی بُرے علاقے دنیا میں ہیں جہاں وہ اس سے بھی گری ہوئی حالت میں ہو سکتا تھا لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ سب کو روز ازل اور عالم نور سے جانتا ہے بہر حال خدا نے جس طرح چاہا ان چیزوں کو مقرر کر دیا اور پھر قلم نے سب کو لکھا قضا و قدر کے بعد اس نے قیامت تک ہونیوالی ہر بات کو لکھا اس طرح قلم نے اپنا کام پورا کر دیا۔

فرشتہ

ابھی عالم میں پانی ہے اس پر عرش ہے اس کے اندر کرسی ہے کرسی میں لوح اور لوح میں قلم ہے اور بس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں بنائی گئی اس کے بعد خدا نے اب اپنی مخصوص مخلوق کو پیدا کیا۔ جو نہ تو مادی ہیں نہ ہاتھ پیر والے ہیں نہ ان کی خواہشات

ہیں نہ ان کی ضروریات ہیں بس خدا کی ایک طاقت ہیں جو ہر کام اس کا انجام دیتے ہیں ان کو ملک کہا جاتا ہے اور خدا نے یہ ایک ایسی عجیب و غریب مخلوق بنائی ہے کہ جو ہر جگہ ہے لیکن ہماری نظروں سے پوشیدہ ۔ ۔ ۔ ان کو کسی ایسی چیز سے خدا نے نہیں بنایا کہ ہم انکو دیکھ سکیں کیونکہ مادی چیزیں جلد ہی فنا ہو جاتی ہیں اس نے ان کی خلقت اس طرح کی ہے کہ کبھی وہ زمین پر رہتے ہیں اور جب خدا چاہتا ہے تو چند لمحوں میں آسمان پر پہونچ جاتے ہیں۔ ان کی تعریف اہل اسلام نے احادیث نبوی کے مطابق یہ کی ہے کہ وہ لطیف مخلوقات ہیں۔ جو نورانی ہیں۔ اور خدا نے ان کو پرواز کرنے کے لئے پر بھی دیئے ہیں یہ طاقت جس سے وہ اڑتے ہیں یا بازو ان کے کبھی دو ہوتے ہیں کبھی تین چار اور کبھی زیادہ یہ جس شکل میں بھی چاہیں آسکتے ہیں خدا اپنی قدرت سے جس شکل میں چاہے ان کو بھیج دیتا ہے لیکن یہ سب اس کی مصلحت پر منحصر ہے ان کی حرکت بلندی اور پستی دونوں طرف ہو سکتی ہے۔ ان کو دیکھنے کے لئے ہماری آنکھیں کافی نہیں لیکن انبیاء اور اوصیا انکو دیکھ سکتے ہیں۔ ملائکہ کی خلقت کیوں کر ہوئی اس کے متعلق خدا نے کچھ نہیں بتایا کہ کہا جائے کہ آدم کی طرح مٹی گوندھی گئی ۔ اور ان کا پتلا بنا کر روح پھونکدی گئی ... نہ ہی وہ چاند تاروں کی طرح روشنی دینے والی مخلوق ہیں کیونکہ خدا ان کو یہاں بھیجتا بھی ہے اور ہر شخص کے ساتھ مقرر بھی کرتا ہے لیکن ہم کو محسوس بالکل نہیں ہوتے وہ ایسی بھی چیز نہیں بنائی گئی جو ہر جگہ موجود رہتی ہو بلکہ خدا ہم کو جو بتا رہا ہے اس سے صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خدا نے یہ کائنات بنائی اس میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچنے کے لئے ایک بات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے کے لئے کچھ مخلوق پیدا کیں جن کو نہ کوئی گرمی جلا سکتی ہے نہ کوئی ٹھنڈک ختم کر سکتی ہے

یہ خدا کی مخلوق ہیں اس لئے کہ خدا بتا رہا ہے ہماری تحقیقات ابھی ان کے ادراک سے دور ہیں۔ لیکن ہمارا یقین ان سے دور نہیں یقیناً وہ ہیں وہ مادی شکل میں نہیں کشش ثقل ان کو کھینچ سکے کوئی مادی چیز ان کے راہ میں حائل نہیں ہو سکتی ہے ان میں کسی قسم کی مادی خصلت خدا نے نہیں دی اسی لئے ان کو کسی خاص چیز کی طرف دلچسپی یا ذاتی میلان نہیں ہوتا ہے چاند جیسی سرد جگہ میں ہوں تو گرم اور دھکتے ہوئے سورج میں جانے سے کوئی ان کو تردد یا تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ خدا نے ان کو ایسا ہی بنایا ہے اور سورج میں ہوں تو چاند کی ٹھنڈک ان کی دلچسپی کا باعث نہیں بن سکتی کسی اچھی چیز کو دیکھ کر اس کی طرف بلا وجہ مائل نہیں ہو سکتے اور نہ کسی ڈراونی چیز سے ان کو کراہت ہو سکتی ہے کیونکہ دلچسپی اور نفرت کا جذبہ تو خدا نے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔۔

ملائکہ ایک ایسی مخلوق ہیں کہ جب خدا ان سے کہتا ہے کہ حرکت کرو تو پھر وہ مطیع اور فرمانبردار ہو کر حرکت کرتے رہتے ہیں اور ان کی مجال نہیں کہ ایک لمحہ کے لئے رک جائیں اس چلنے میں ان کو کبھی تھکن نہیں ہوتی۔ راستہ میں آرام کرنے کی خواہش نہیں ہوتی کیونکہ خدا جتنا حکم دیتا ہے اتنی طاقت بھی ساتھ دیدیتا ہے راستہ ایک ہی جیسا ہو تو وہ اکتاتے نہیں اور مسافت زیادہ ہو تو ان کو گھبراہٹ نہیں ہوتی راستہ میں اندھیرا ہو تو روشنی کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی اور کثرت نور سے آنکھیں چکا چوند نہیں ہوتیں۔ خدا کے حکم کے وقت کسی اور چیز کی طرف ان کا خیال بھی نہیں جاتا کیونکہ خدا کا حکم ہے اور اس کے حکم میں غیر کا تصور بھی کرنا جائز نہیں اگر بے حساب مخلوقات کے درمیان ان کو بھیج دیا جائے تو ان کو اچھو نہیں ہوتا۔ اور سناٹا ہو تو وحشت نہیں ہوتی۔ خدا کے وجود پر خدا کے علم پر اس کی قدرت پر ان کو کبھی شک نہیں ہوتا اگر

وہ کچھ نہ کہے تو بھی خوش رہیں گے اور اگر کسی چیز کا حکم دیدے تو اسی وقت تعمیل کریں گے اگر اس نے تسبیح کا حکم دیدیا تو اس طرح تسبیح کرتے ہیں کہ سننے والوں کے کان ان کی آوازوں سے بہرے ہونے لگیں لیکن ان کی آواز کم نہ ہو اگر قیام کا حکم ہو تو کبھی بیٹھنے کی خواہش نہیں ستا سکتی وہ اسی تصور میں خوش رہیں گے کہ تعمیل حکم الٰہی کر رہے ہیں اگر بیٹھے ہوں تو اسی حالت میں ہزاروں سال خوش رہ سکتے ہیں کبھی لیٹنے کی خواہش نہ ہوگی رکوع میں ہیں تو رہیں گے چاہے ہزاروں سال کیوں نہ گزر جائیں اور سجدہ میں ہوں تو سجدہ سے سر نہ اٹھائیں گے جب تک خدا کا حکم نہ ہو چاہے قیامت ہی کیوں نہ آ رہی ہو۔ صور اسرافیل کیوں نہ پھونکی جا رہی ہو لیکن خدا کا حکم نہیں تو سر نہیں اٹھائیں گے۔ خدا جس کام کا حکم دیتا ہے خوشی خوشی اسی کو کرتے ہیں۔ اور جب کسی کام سے روک دیتا ہے تو اس کے پاس نہیں جاتے۔ یہ خدا کو پہچانتے ہیں ان کے لئے اس سے بڑھ کر کسی چیز میں لذت نہیں کہ خدا کا حکم مانا جائے ان کی تعداد خدا ہی کو معلوم ہے اور ان کی تسبیح و تقدیس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے۔ اس کثیر حمد و ثنا سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں۔ اگر یہ عبادت نہ کریں تو خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آ سکتا انسان کی تو حقیقت ہی کیا ہے خدا کی یہ مخلوق فرشتے اتنے ہیں کہ ان کی تسبیح کا کوئی حساب نہیں کر سکتا بس خدا جانتا ہے کہ وہ کتنی تسبیح کرتے ہیں ان کی عبادت بے حساب ہے عالم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں۔ آسمان کی فضاؤں میں کوئی جگہ خدا نے نہیں چھوڑی جہاں اس کے ملک اس کی تسبیح میں مصروف نہ ہوں۔ خدا نے فضا... کے گوشوں میں فرشتوں کو مقرر کیا اور فرشتے سب کے سب وہی کرتے رہتے ہیں جو خدا کا حکم ہے۔ یہ فرشتے خدا کی معرفت کا مزہ چکھ چکے ہیں اور جو ایک

دفعہ معرفت الٰہی کی لذت سے واقف ہوجاتا ہے دنیا کی کوئی مزے دار چیز اسکی لذت سے
بڑھ کر نہیں معلوم ہوسکتی اور کسی طرح بھی اس کی رغبت کم نہیں کرتی اسی طرح ان کی
ساری دلچسپی اسی میں ہے کہ خدا کے ہر حکم کی تعمیل کریں ان کا لطف ان کی روحانی غذا
عبادت الٰہی ہی ہے وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کہے کرتے رہیں۔ اس کا انداز
ایک محبت کرنیوالا کر سکتا ہے کہ جتنی لذت اس کو محبوب کی فرمائش پوری کرنے میں ملتی ہے
دوسری کوئی چیز اتنی لذت نہیں دے سکتی یہی حال یہاں اُن کا ہے جن کا محبوب خدا
ہے وہ خدا کی فرمائش پوری کرتے ہیں اس میں لطف اٹھاتے ہیں کسی قیمت پر اس کام کو
چھوڑ نہیں سکتے سر کٹا دیتے ہیں لیکن کوئی ان کو اس راہ سے ہٹانا چاہے تو ایسا نہیں
کر سکتا۔ ہم انسانوں کو اس نے پیدا کیا اور حکم دیا کہ تسبیح کرو اور اس کے محبوب
بندے ہو جاؤ۔ ان فرشتوں سے بھی آگے نکل جاؤ کیونکہ تم اگر مجھے ماننے لگو تو میں
تم کو ایسی صلاحیت دی ہے کہ فرشتوں سے آگے بڑھ سکتے ہو اس کو اپنی تسبیح کی کمی نہیں
اسکو مزید یاد کرنے والوں کی تمنا نہیں اتنے ملائکہ موجود ہیں سب ہی اس کو دن
یاد کرتے ہیں لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ ہمیں انسان یاد کرے وہ تنہائیوں میں سناٹوں
میں رات کی تاریکیوں میں چپکے سے آکر مجھ سے گفتگو کرے میری باتیں یاد کرے ان
میری محبت اس کو سرشار کرتی رہے خدا نے ملائکہ کی صفات بھی بیان کر دی ہیں
ان کی باتیں ان کے انداز بتا دیئے ہیں یہ سب چیزیں اس کے نبی اور اماموں نے
ہم کو بتائیں ان کو جب بھی کوئی پڑھے گا اور غور کرے گا تو خدا کی عبادت کا
شوق پیدا ہوگا وہ سوچے گا کہ جب فرشتے اس کو اس قدر یاد کر رہے ہیں تو
تو اشرف المخلوقات ہے وہ سوچے گا اور معرفت الٰہی بڑھے گی جتنی باتیں کرے گا جو

تذریاد کرے گا سب خدا سنتا... جائے گا انسان تو بھول سکتا ہے لیکن وہ نہیں بھولے گا۔ اور اس کے علاوہ اس نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے بھی مقرر کر دیئے جو اس کی ہر اچھی اور بری بات کو سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں اور انسان کا ہر فعل محفوظ ہوتا جاتا ہے۔

جب حساب ہوگا تو ہر بات اس کو بتائیں گے۔ فلاں وقت تو نے اس غریب کی مدد کی دیکھ نیز رب اسے بھولا نہیں فلاں وقت تو نے اللہ کو یاد کیا تو آج تک یہ بات محفوظ ہے ذرہ ذرہ اس نے محفوظ رکھا ہے دیکھ لے بہت سے گناہ تو اس نے محو کر دیئے لیکن کوئی نیکی چھوٹی نہیں سب کا بدلہ مل رہا ہے۔ کچھ لوگوں کو پہلے تعجب ہوتا تھا کہ کیوں کر ممکن ہے کہ اعمال سارے محفوظ رہیں لیکن جب محفوظ کرنے والا خدا ہے تو پھر کیوں حیرت ہے۔ شکر ہے کہ آج تحقیقات کافی ہو چکی ہیں اور اب ان باتوں پر ہنسنے والوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے یہ بات ممکن ہے تحقیقات ہو چکی ہیں کہ ...... جسم سے ہر آن ہمارے عکس فضا میں بلند رہتے ہیں.... اگر کوشش کی جائے تو یہ تمام عکس واپس آ سکتے ہیں سو سال پہلے کے لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا ہمارے سامنے آ جائے گا بزرگوں کے حالات کا پتہ چل جائے گا کیونکہ ہر بات اور ہر شکل فضا .... میں موجود ہے صرف ایسی مشین اور ایسے آلات کی ضرورت ہے جو انکو واپس لائیں اور ہمیں دکھا دیں اسی طرح قیامت کے دن خدا جب دوبارہ زندہ کر کے وہاں پہونچا دے گا جہاں آفتاب میلوں کے نہیں گزوں کے فاصلہ پر ہوگا تو ہماری ہر ہر بات سامنے نظر آ جائے گی ہر کام سامنے ہوگا ہمارے ہی اعضا ہمارے ہر فعل کی گواہی دیں گے ہر ہر بات سامنے آئے گی اور ہم کو اسی کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ خدا گناہوں کو بخش بھی دے گا نیک کاموں کا بدلہ بھی کئی گنا دے گا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ ہر شخص نیک اعمال لائے اور جنت کا مستحق ہو۔

ملک کا جسم

بہرحال یہ تمام کام ملائکہ کے ذمہ ہیں وہی ہر بات کو انجام دیتے ہیں فرشتوں کے لئے ضروری نہیں کہ ان کا جسم کسی خاص طول یا عرض کا محتاج ہو خدا ان کو جو شکل دیدے جس طول یا عرض میں رکھے ان کی خدمت میں کوئی فرق نہیں وہ تو اس کی مخلوق ہیں جو کہتا ہے فوراً کرتے ہیں کبھی تو ان کی وہ بہت زیادہ تعداد سن کر خیال ہوتا ہے کہ وہ بھی ہمارے ہی طرح چھوٹے جسموں والے ہوں گے بلکہ جب انسان کے ساتھ دو فرشتے ہر دم ہیں تو ہو سکتا ہے ان کا جسم اور بھی کم ہو بالکل ہی مختصر ہوں لیکن کہیں پر یوں بتایا گیا ہے کہ ان میں سے بعض اتنے بڑے ہیں کہ زمین پر تو ان کے قدم موجود ہیں اور گردنیں ان کی آسمانوں سے باہر نکلی ہوئی ہیں عرش کے بیان میں ملائکہ کی عظمت کا چند صفحات بیشتر پتہ چل چکا ہے کہ ایسے بھی فرشتے ہوں گے کہ ساری زمین اور آسمان ان کے لئے کچھ بھی حقیقت نہ رکھتے ہوں گے ان کے دہن اتنے بڑے ہوں گے کہ زمین و آسمان ان کا ایک معمولی سا لقمہ بن جائیں گے اور پھر بھی ان کے دہن میں پہونچ کر ان کی یہ حالت ہوگی جیسے صحرا میں ایک ذرہ یعنی ایسے ایسے ہزاروں آسمان و زمین ان کے دہن کے لئے کچھ نہیں اللہ اکبر! اس عجیب و غریب خلقت کے باوجود ان ملائکہ کو انسانوں پر افضلیت نہیں اب بھی وہ انسانوں ہی کی خدمت کے لئے ہیں ان تمام خصوصیات کے باوجود خدا ان سے جبھی خوش ہوتا ہے کہ وہ نور اعلیٰ یعنی محمد و آلِ محمد پر درود و صلوٰۃ بھیجیں۔ چنانچہ خدا کی خوشنودی کے لئے انہوں نے درود بھی بھیجنے شروع کئے ذات محمدی ہی کے طفیل میں عرش کرسی لوح و قلم وغیرہ بنے تھے وہ نور ان سے بہت بلند ہے اسی کی وجہ سے ملائکہ کی خلقت ہوئی اور اب ملائکہ کا کام یہ ہے کہ افضل المرسلین کی امت کے لئے استغفار کرتے رہیں رسول اور ان کی آل پر درود و سلام بھیجتے رہیں چنانچہ وہ ملائکہ اپنے اس کام کو آج تک پابندی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں

خدا کی خلق کی ہوئی چیزوں میں عرش و کرسی کے علاوہ ملائکہ بھی پیدا ہوئے۔ یہ لوگ خدا کی مخلوقات کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت پر معین ہوئے۔ سب کے سب طاعت معبود میں ہمہ دم مصروف ہیں چاہے وہ کسی چیز کی حفاظت کر رہے ہوں۔ مال خدا کی نگرانی میں مصروف ہوں یا اس کی تسبیح اور حمد بجا لا رہے ہوں بہرحال سب ہی اسی ذات کے مطیع۔ ان بندوں کے علاوہ خدا کچھ اور بندوں کو ایک نئی شکل میں پیدا کرنے والا ہے ان کے آرام کی جگہ جنت پہلے ہی سے مقرر ہو گئی اور اب خدا اس جنت کو بنانے والا ہے جس کو دیکھ کر ملائکہ بھی عش عش کر اٹھے کہ وہ خدا کیسا ہے جس نے ایسی جنت خلق فرمائی۔ اس جنت کے لئے خدا کی معصیت کرنے والا شیطان بھی ہمیشہ تمنائیں کرتا رہا کہ کاش وہ جگہ اسے مل جاتی۔ جنت کیا ہے ایک بہترین علاقہ جس میں ایک طرف تو نہریں بہہ رہی ہیں دوسری طرف ٹھنڈے سایہ دار درخت ہیں جن میں نہایت خوشبودار اور میٹھے پھل ہر وقت تیار ہیں۔ تنہائی کو دور کرنے کے لئے بہت سی حسین و جمیل بیویاں جن کے حسن کی تعریف خدا نے مختلف طریقوں سے کی ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں نوکر جو ہر وقت خدمت کے لئے تیار اور پھر یہ سب چیزیں کسی معین مدت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ جنت میں آنے کے بعد پھر موت کا مزا نہیں چکھیں گے خدا موت نامی چیز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دے گا۔ اس جنت کو وہ آئندہ قیامت کے دن نہیں پیدا کرے گا بلکہ اس وقت پیدا کر دیا جبکہ دنیا بھی نہ بنی تھی.....

دوزخ پہلے نہیں بنائی لیکن جنت بن گئی اس جنت پر جو فرشتے ہمیشہ معین رہتے ہیں وہ بھی اسی وقت پیدا کر دیئے گئے اب کمی کسی چیز کی نہیں صرف ان لوگوں کی ہے

انسان کی حفاظت

جن کو خدا دنیا میں پیدا کرے گا تاکہ وہ مجبور ہو کر نہیں اپنی عقل سے کام لے کر خدا کی عبادت کریں اور پھر خدا ان کو اس جنت میں بلا کر کہدے کہ لو یہ ہے تمہارا انعام۔ جب تک انسان نہیں پہونچتے خدا نے ملائکہ کو مقرر کر دیا کہ جنت کے دروازوں کو ذکرِ خدا سے خالی نہ رکھیں بلکہ ہر دم اس کی حمد و تسبیح کرتے رہیں اور اسی نے ۔۔۔ ہر جنت میں ان کو مقرر کر دیا جنت کے دروازے بھی آٹھ مقرر ہوئے اور کوئی دروازہ ملائکہ کی تسبیح سے خالی نہیں رہتا۔ ان ہی دروازوں سے مومنین خوش خوش داخل ہوں گے۔

ان کے علاوہ بہت سے ملائکہ دنیا کے لئے بھی پیدا کئے ان کو اس زمین پر بھیجا اور زمین کے باشندوں کے امور پر ان کو مقرر کر دیا تاکہ ان کے ہر فعل کی نگرانی کرتے رہیں ان کے ہر قول و فعل کو محفوظ کرتے رہیں اور جب تک خدا نے ان کو زندگی دی ہے۔ اس وقت تک ان کو ہلاکت کے مقامات سے بھی بچاتے رہیں۔

چنانچہ یہ انسان کا مشاہدہ ہے کہ بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں کہ ظاہری حالات موت کا پورا سامان کر دیتے ہیں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اب نہیں بچے گا لیکن آخری لمحات میں کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ مرنے والا بچ جاتا ہے بہت سے سلاطین نے قتل کا حکم دیدیا لیکن عین جس وقت جلاد کی تلوار چلنے والی تھی کوئی ایسی بات ہو گئی کہ مرنے والا بچ گیا۔

ایک بادشاہ نے حکم دیا کہ فلاں مجرم کا سر کاٹ کر پیش کیا جائے اس شخص نے بہت منت سماجت کر کے کارندوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے زندہ پیش کیا جائے جس وقت بادشاہ نے یہ دیکھا اپنے حکم کی صحیح تعمیل نہ ہونے پر انتہا سے زیادہ برافروختہ ہوا اور پوچھا کس نے میرے حکم کے خلاف اس کو زندہ لانے

کی جرأت کی۔ مجرم نے جو خود بھی دربار کا آدمی تھا برجستہ ایک شعر پڑھا کہ حضور کا حکم تھا کہ سر لیا جائے میں نے سوچا کہ خود ہی اپنا سر لے کر کیوں نہ حاضر ہو جاؤں۔ اب یہ سر حاضر ہے جو حکم ہو کیا جائے ..... اس شعر پر بادشاہ کا سارا غصہ ختم ہو گیا اور اس نے اس کو مقربین میں جگہ دی۔

ہزاروں مثالیں حادثات کی آئے دن پیش آتی رہتی ہیں۔ کسی کا بچہ چھت سے گر کر بچ جاتا ہے کوئی گاڑیوں کے حادثہ سے بچ جاتا ہے کسی کا گہرا زخم درست ہو جاتا ہے کوئی ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے اور بچانے والا پہونچ جاتا ہے رات کے سناٹے میں کوئی خودکشی کے قصد سے نکلتا ہے اور عین دریا میں چھلانگ لگاتے وقت اتفاق سے کوئی اس کی جان بچا لیتا ہے اور اس قسم کے بہت سے واقعات مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔ بلکہ مختصر یہ کہ ہلاکت کے جتنے یقینی اسباب ہیں ہر ایک میں کچھ مثالیں ایسی مل جاتی ہیں کہ انسان حیرت انگیز طور سے بچ گیا ہے۔

ممکن ہے کچھ لوگ ہر واقعہ کو اتفاق کر دیں ہر واقعہ کو ناگہانی حادثہ کر دیں۔ لیکن ایک سلجھا ہوا انسان جب سوچتا ہے تو ان میں ایک غیبی مدد کا اندازہ اسے ہو ہی جاتا ہے۔ خدا نے ملائکہ کو مقرر کیا ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور کسی امر میں مداخلت نہیں کرتے ان کا کام صرف یہ ہے کہ انسان کے ہر قول اور ہر فعل کو محفوظ رکھیں اور جب خدا حکم دے تو اس کی ساری باتوں کو دُہرا سکیں۔ فرشتوں کو اس لئے بھی خدا نے مقرر کیا ہے کہ جب انسان کسی ہلاکت کے قریب پہونچ جائے اور اس کی حیات ابھی ختم نہیں ہوئی ہو یا اس نے اپنی زندگی کو کسی نیک عمل سے بڑھا لیا ہے تو اس کو اس موقع پر موت سے بچا لیتے ہیں۔ گرتی ہوئی عمارت میں ایسا سامان کر دیتے

ہیں کہ سانس آتی رہے ۔ اور ڈوبتے ہوئے بچے کو کسی طرح کسی کی نظروں میں لاکر بچانے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں ۔ یہی چھوٹے چھوٹے بچوں کے محافظ ہیں اور ان سے حشراتُ الارض کو دور رکھتے ہیں ۔

اس کے برخلاف اگر مدت حیات ختم ہو چکی ہو تو یہ خاموشی سے ملک الموت کو اپنا فرض انجام دینے کا موقع دیتے ہیں اور اس کے نامہ اعمال کو لے کر حکم خدا کے مطابق جہاں کہنا ہے وہاں پہونچ جاتے ہیں ۔

جنت

ہم پر خدا کے احسانات بہت ہیں ان میں بہت بڑا احسان یہ ہے کہ مرنے کے بعد اس نے ہم کو کچھ نہیں کی منزل میں نہیں رکھا اور ایک ایسی چیز بنا دی جہاں انسان کے لئے سب کچھ ہوگا اور اگر نہ ہوگی تو موت ۔

یہ چیز کوئی معمولی نہیں بلکہ آسمان و زمین سے بھی بڑی جنت ہے اور ایک نہیں بلکہ آٹھ جنتیں ہیں جو سب کی سب ہم انسانوں ہی کے لئے ہیں ۔ ان کے لئے خدا نے دروازے مقرر کئے ہیں دروازوں کی تعداد بھی آٹھ ہے اور ہر دروازہ کا کام الگ الگ ہے ۔ پہلے آٹھ جنتوں کے نام کا جاننا ضروری ہے ۔ ان آٹھوں جنت کے نام یہ ہیں ۔

جنت نعیم :۔ یعنی نعمتوں والی جنت ۔

جنت فردوس :۔ جس میں ہر قسم کے میوے موجود ہوں ۔

جنت خلد :۔ ہمیشہ رہنے والی جنت ۔

جنت ماوی :۔ جہاں ہر طرح کی پناہ ہو اور اطمینان ہو۔

جنت عدن :۔ جو کسی منزل پر بھی ختم نہ ہوگی۔

دارالسلام :۔ امن کی جگہ

دارالقرار :۔ اطمینان و سکون کا مقام

اور آخری کا نام صرف جنت، یعنی باغ ہے جو آسمان و زمین سب پر حاوی ہے مثال کے طور پر دارالسلام امن کی جگہ کو کہتے ہیں تو یہ جنت بھی جنت خلد ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی ہوگی یہ جنت بھی جنت فردوس ہے یعنی میووں سے بھری ہوئی ہے لیکن ہر ایک کے نام ایک ایک نعمت پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ویسے ہر جنت تمام ممکنہ نعمات سے ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔

اور ان کے دروازوں کے نام بھی مقرر کئے یہ آٹھ دروازے ہیں اور ہر ایک نام کا تعلق دوسری جنت سے ہے ان کے نام ہیں، باب توبہ، باب زکوٰۃ، باب صلوٰۃ (نماز) باب امر و نہی یعنی دوسروں کو اچھے اور برے کاموں کی خبر دینا۔ باب حج، باب ورع یعنی ہر اس جگہ سے پرہیز کرنا جس سے خدا ناخوش ہوتا ہے اور باب صبر۔

جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان ہی دروازوں سے ہو کر آئیں گے دروازوں کے نام نہ تو کسی نبی و ولی کے نام پر ہیں نہ اور کسی چیز پر بلکہ اچھی صفات پر ان کا نام رکھا تا کہ ان کے نام اور انسان کے اعمال نیک سے مناسبت ہو اور یاد ہوتا رہے کہ کن باتوں سے جنت تک انسان پہونچتا ہے اس طرح ان باتوں سے فطری نسبت ہوگی اور انسان زیادہ قریب ہوتا جائے گا۔

انسان جس چیز کو اچھی طرح سے جان لیتا ہے اس کی اچھائی اور برائی کو دیکھ لیتا

تو یہ

ہے ادہر اس کی رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ جب پتہ چل جائے کہ خدا کیا ہے اس کی شریعت کیا ہے اس نے کیوں دنیا کو پیدا کیا اور کیوں انسان کو خلق فرمایا اگر یہ باتیں نہیں معلوم ہوں تو انسان خدا سے دور رہتا ہے لیکن جب اس کو ان باتوں کا علم ہو تو وہ خدا سے قریب آتا جاتا ہے اس کی عقل رہنمائی کرتی ہے اور اس درجہ کو پانے کا شوق بڑھتا ہے جو انسان کی حقیقی کامیابی ہے۔

یہاں بھی خدا نے لوگوں کو جنت کے دروازوں کے نام بتا دیئے کہ لوگ جب ان کی واقفیت حاصل کرلیں گے ان کو جان جائیں گے تو ان صفات سے قریب آنے کی کوشش کریں گے جن کے نام پر دروازوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے ایک معمولی انسان اس مرتبہ پر بھی پہنچ سکتا ہے جن پر بنی اسرائیل کے انبیاء تھے اور وہ جنت میں حضور سرور کائنات اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

پہلی صفت تو بہ ہے جس پر جنت کے پہلے دروازے کا نام ہے۔ اس صفت کے لئے خداوند عالم نے بار ہا اعلان کیا ہے کہ انسان اگر مجھ سے اپنے قصوروں کی معافی مانگے تو چاہے اس نے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کئے ہوں سب کو معاف کردوں گا۔ وہ کہتا ہے جتنی بھی معصیت ہو میرے قریب آؤ۔ اپنی باتیں مجھ سے بیان کرو مجھ سے معافی مانگو۔

شرم کی ضرورت نہیں ہیں لوگوں کے سامنے گناہوں کا اقرار نہیں کراتا۔ کسی کلیسا، مندر اور گرجا کی رکھوالی کرنے والوں کے پاس تم کو نہیں بلاتا۔ ان کے سامنے تمہاری ذلت مقصود نہیں وہ کیسا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو لیکن تمہارے ہی جیسا انسان

ہے اس کے سامنے تمہاری زبان نہیں کھلواتا۔ تم مجھ سے بالکل تنہائی میں ملو۔ اس طرح ملو جیسے کوئی محبوب اپنے محبوب سے ملتا ہے کوئی چاہنے والا اپنے چاہنے والے کے پاس دبے پاؤں آتا ہے دن کو نہیں رات کے سناٹے میں آؤ۔ تنہا آؤ۔ گھروں میں نہیں صحن میں آجاؤ چھتوں پر کھڑے ہو جاؤ۔ صحرا و بیابان میں چلے آؤ۔ مسجد کی تنہائی میں مجھ سے ملو۔ یہاں تمہاری بات کو کوئی سننے والا نہ ہوگا۔ چپکے چپکے دل سے کہو میں رگ گردن سے قریب ہوں تمہاری بات سنتا رہوں گا۔ اپنے ہر گناہ کا اقرار کرتے جاؤ میں ہر غلطی کو دامن عفو میں جگہ دیتا جاؤں تم اپنی معذرت پیش کرو اور میں تم کو اس طرح پاک وصاف کرتا جاؤں کہ تمہارا پچھلا کوئی گناہ گناہ نہ رہ جائے تمہارا فرشتہ ان گناہوں کے حصے کو ختم کردے اور یہ نہیں کہ اس توبہ کے بعد تم معصوم بن جاؤ نہیں انسان ہو اگر پھر کوئی غلطی ہو جائے پھر اسی طرح توبہ کرلو پھر معاف کر دوں گا اسی طرح گناہ جب بھی ہوں مجھ سے بخشواتے رہو میں اسی طرح بخشتا رہوں گا جب تک تم بستر مرگ پر ہو اس وقت تک تمہارے گناہ بخش دوں گا۔

اور اس طرح انسان جنت کے پہلے دروازے یعنی باب توبہ سے گزرتا ہے۔

دوسری صفت زکوٰۃ ہے۔ توبہ کے بعد گناہوں کی طرف سے رغبت کم ہوگی اور جب گناہوں سے رغبت کم ہوگی تو میری طرف دھیان ہوگا۔ دنیا کی محبت کم ہوتی جائے گی۔ اور مجھ سے قریب تر ہوتے جاؤ گے۔ مجھ سے جتنی قربت زیادہ ہوگی دنیا اتنی ہی دور ہوتی جائے گی۔ یہ بالکل ختم تو نہ ہوگی کیونکہ ضروریات زندگی میں دنیا کا کچھ جزو ضروری ہے لیکن بہت حد تک کم ضرور ہو جائے گی۔ جب دنیا کی محبت کم ہوگی مال دنیا کی کوئی حقیقت تمہارے سامنے نہ ہوگی۔ اب تو تمہارا مقصود اللہ ہوگا اب تمہارا مال

ترغیب

زیادہ ہو تو اپنے مال سے کچھ حصہ غریبوں کو بھی دے دو تاکہ تمہارا اللہ تم کو اور قریب کرلے اور تمہارے نیک اعمال کا پلہ اور بھاری کردے۔ اپنی دولت یعنی تانبے اور چاندی وغیرہ کا چالیسواں حصہ راہ خدا میں صرف کردو یہ تمہاری جنت کا دوسرا دروازہ زکوٰۃ ہے۔

تیسری صفت صلوٰۃ یعنی نماز ہے۔ جب تم دنیا کو دور کرتے جارہے ہو اور میری محبت دل میں بڑھ رہی ہے تم دن میں پانچ مرتبہ مجھ سے آکر مل جایا کرو میں کچھ دور تو نہیں ہوں تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں صرف توجہ کرو اور مجھ سے ملاقات ہوجائے گی میں نے نماز کے طریقے بتادیئے ہیں ان ہی باتوں کے ذریعہ مجھ سے ملتے رہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ میں تم کو بری باتوں، سرکشی و بغاوت اور گری ہوئی حرکتوں سے بچاتا رہوں گا یہ تمہاری جنت کا تیسرا دروازہ باب صلوٰۃ ہے۔

چوتھی صفت امر و نہی۔ اب تم دن میں پانچ بار مجھ سے ملتے ہو مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میری بارگاہ میں اٹھنے بیٹھنے لگے اب تم اپنے بھائی بندوں کو بھی دیکھو میں ان سے بھی اتنا ہی قریب ہوں جتنا تم سے ہوں لیکن ان کو توجہ نہیں اگر بتایا جائے تو یہ بھی تمہاری طرح برائیوں سے دور اور جنت سے قریب ہوسکتے ہیں۔ اب تم اس منزل میں ہو کہ ان کو بتاسکتے ہو کہ کون کون سی بات میں پسند کرتا ہوں اور کون کون سی باتیں مجھے ناپسند ہیں بس ان کو یہ بتاتے رہو یہ تمہاری جنت کا چوتھا دروازہ امر و نہی ہے۔

پانچویں صفت حج ہے۔ جب لوگوں کو اچھی اور بری باتوں سے آگاہ کرتے رہوگے تو لوگوں سے محبت بڑھے گی لوگ محسوس کریں گے کہ تمہارے دل میں ان کی محبت ہے جب ہی تم ان کو بتارہے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ بھی جنت میں تمہاری طرح پہونچ جائیں۔ لوگوں سے محبت کا یہ جذبہ تم میں دوسرے مقامات پر جانے کا شوق پیدا کرے

گا۔ تاکہ ہر جگہ کے لوگوں سے ملو اور ان سے میل و محبت بڑھاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری دنیاوی مصروفیات تم کو باہر نکلنے سے مجبور کریں تو اب میں خود موقع دے رہا ہوں۔ اگر تمہارے پاس اتنا مال ہے کہ گھر والوں کو تمہارے بعد سال بھر تک کوئی فکر نہ ہو تو اب واجب ہے کہ تم ایک مرتبہ میرے گھر کی طرف ضرور آؤ۔ یہاں آکر لوگوں سے ملو ان سے باتیں کرو ان سے اچھی باتیں سیکھو اور ان کو اپنی باتیں بتاؤ ان کے طور طریقے چال چلن سب کو ذہن میں محفوظ رکھو تاکہ جب تم واپس اپنے لوگوں میں پہونچو تو وہاں ان کی باتیں کرو۔ اپنے بچوں کو ان کے قصے سناؤ ان کے لباس، ان کا کھانا پینا، ان کی زبان ہر بات بتاؤ تاکہ تمہارے بچوں کو بھی گھر سے باہر نکلنے کا شوق پیدا ہو وہ بڑے ہو کر دنیا کی سیر کریں دوسرے ملکوں میں جائیں ان کے حالات پر غور کریں اور اپنے ملک و قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں کیوں کہ اسی میں میری بھی خوشنودی ہے۔

اور یہاں اس گھر کے چاروں طرف گھوم کر میری عبادت بجالاؤ جس کو میرے دو بندوں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے بنایا تھا۔ دیکھو مال و دولت ہی سب کچھ نہیں ان چیزوں سے عزت نہیں ملا کرتی۔ یہاں تمہارے سامنے دو غریب باپ بیٹوں کی محنت کا نتیجہ ہے جو مزدور بن کر صرف میری خوشنودی کے لئے میرا گھر بنا رہے تھے۔ دیکھو میں نے اس محنت سے ان کو کتنی عزت دی ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی ان دیواروں کے گرد گھومنا اپنی عزت سمجھتا ہے مال کی کوئی حقیقت نہیں میں چاہوں تو بغیر مال و دولت کے بے حساب عزت دے سکتا ہوں اصل چیز میری خوشنودی ہے اس کی فکر کرو۔ میری خوشی حاصل کرنے کے لئے کبھی مال و زر ضروری نہیں تم ہر حال میں میری خوشنودی کا سامان کر سکتے ہو۔ دولت کی قدر تو میرے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے اصل چیز میری خوشی

ہے اس بات کو تم پہلے نہیں سمجھتے تھے لیکن اب یہاں آ کر تم کو اندازہ ہو رہا ہوگا کہ اصل عزت کی چیز کیا ہے کسی چیز کی اصل قیمت کیوں کر لگائی جاتی ہے دیکھو اس معمولی سی عمارت کے گرد کتنے انسان اپنی دولت صرف کر رہے ہیں کتنے جانور کٹے پڑے ہیں کتنا مال ان کے آنے جانے میں صرف ہوگا۔ اس مال کی کوئی حقیقت نہیں اصل چیز میری یاد اور میری خوشی ہے۔ ابراہیم و اسماعیل میرے دو بندوں نے صرف اسی لئے یہ محنت کی تھی اور ان کے اس خلوص کا اجر تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ تم کو یہ چاروں طرف چکر لگانا صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا عجیب سا معلوم ہوتا ہوگا لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ سب صرف میرے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور یہی تمہاری جنت کا پانچواں دروازہ ہے۔

چھٹی صفت ورع ہے۔ یعنی ان باتوں سے بچتے رہنا جن کے کرنے سے میں ناخوش ہوتا ہوں۔ اس بچنے کو پرہیز کرنا کہتے ہیں اور ایسے انسان کو پرہیزگار۔ یہ پرہیزگاری تمہاری جنت کا چھٹا دروازہ ہے۔

ساتویں صفت جہاد ہے یعنی بروں سے بچنا صرف اس لئے کہ میں ناخوش نہ ہوں یہ بہت اچھی صفت ہے جو دل گناہوں سے پاک ہوگا اس کی قوت ایک مجرم کے دل سے کہیں زیادہ ہوگی اور ایسا ہی انسان حکم خدا کے آگے تلواروں کی چھاؤں میں کود پڑے گا۔ اسی کو جہاد کہتے ہیں۔

اور در حقیقت سب سے بڑا جہاد تو نفس کا جہاد ہے جس کی قوت قلب بڑھتی جائے گی وہ ہر خواہش کو دبا سکتا ہے اور خواہشات کو دبائے رکھنا ان پر کم سے کم عمل کرنا یہ بہت بڑی بہادری ہے اور اسی جہاد کو ہم نے جنت کا ساتواں دروازہ قرار دیا ہے

آٹھویں صفت صبر ہے۔ انسان ہر کام میں جلدی کرتا ہے اگر کوئی کم وقت میں معمولی انعام دے تو اس انعام کو بھول جاتا ہے جو صبر کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملنے والا ہے اطمینان کے ساتھ ہر کام کو کرنا ہی انسان کی سب سے بڑی صفت ہے ایک پُرسکون انسان ہی سوچ سکتا ہے کہ اگر اس دنیا میں تکالیف ہیں تو کیا ہوا آخرت میں تو ہر طرح کا آرام ملے گا لیکن جلد باز یہی سوچے گا کہ یہاں عیش مل جائے آخرت کی خبر تو خدا جانے۔

بڑی اچھی بات کہی رسولؐ نے کہ خدا اپنے اچھے بندوں کا امتحان بناؤں سے لیتا ہے ایک تکلیف دیتا ہے ایک پریشانی میں مبتلا کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ بندہ اس پر گھبرا جاتا ہے یا اطمینان کے ساتھ اس مصیبت کو سہہ جاتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ تکلیف ہوئی تو کیا ہوا مرنے کے بعد تو آرام ہی ہے۔ وہ ہر مصیبت کا سکون کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے جس قدر اس میں یہ صفت بڑھتی جاتی ہے خدا امتحان سخت کرتا جاتا ہے اور اسی لئے نبی کو تکلیف سب سے زیادہ ہوتی ہے اور سب سے افضل نبی حضرت محمد مصطفےٰ تھے تو ان کا یہ قول بھی نہیں بھلایا جا سکتا کہ "جتنی اذیت مجھے پہونچی کسی نبی کو نہیں پہونچی"۔ یہ جنت کا آٹھواں اور آخری دروازہ ہے یعنی باب صبر۔

اب ان دروازوں سے داخل ہونے کے بعد انسان جب جنت میں پہونچے گا تو دیکھے گا کہ خدا نے اس میں ہر قسم کی اچھی چیز جمع کر دی ہے اور ہر آرام کی چیز اس میں پائی جاتی ہے لیکن جن چیزوں سے وہ سب سے زیادہ متاثر ہوگا جن سے خدا نے جنت کو زینت دی ہے وہ چار چیزیں ہیں۔ پہلی زینت تعظیم سے دی گئی ہے۔ جنت کی چیزیں جن صفات کی ہوں گی ان کو دیکھنے کے بعد سب سے پہلا خیال خدا کی عظمت کا ہوگا اور یہی اس کی تعظیم ہے اسی کو اس نے جنت کی پہلی آرائش اور پہلا حُسن قرار دیا ہے۔

جنت کی آرائش

خدا کی تعظیم اس دن حقیقت بن جائے گی جب کہ ملائکہ جو مجبور ہیں وہ بھی اس کی تعظیم کر رہے ہوں گے اور انسان جن کو خدا نے اپنی عبادت پر مجبور نہیں کیا تھا ان میں سے بھی کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے پہونچ جائیں گے کہ بے شک اگر کوئی قابل عظمت ہے تو وہ خدا کی ذات ہے۔ اور حقیقی تعظیم بس اسی کے لئے ہے۔

دوسری زینت جلال الٰہی سے ہوگی۔ لوگ جب اس کی عظمت کو دیکھیں گے تو جلال کا تصور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگا کیونکہ جس کی تعظیم کی جاتی ہے اس میں کچھ نہ کچھ جلال ضرور ہوتا ہے چاہے وہ جلال کسی چیز کا ہو تو جب سب سے بڑی تعظیم خدا کی ہوگی تو اس کے ساتھ ساتھ اس کا جلال بھی نمایاں ہوگا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ خدا نے اس سے جنت کو زینت دی ہے تو اب جنت میں ایسی چیزیں ضرور ہوں گی جن سے اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہوگا جب انسان کو دی جانے والی نعمتیں بہتر سے بہتر ہوں کہ انسان ان کو دیکھ کر فوراً سوچے کہ ان کا خالق کتنا عظیم ہوگا۔

تیسری زینت جنت کی سخاوت ہے۔ خدا کی سخاوت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اس دنیا میں اس نے جو کچھ ہمیں دیا ہے وہی اس کی سخاوت کا بہترین ثبوت ہے لیکن جنت کو تو اس نے اپنی سخاوت سے سجایا ہے تو پھر وہاں کی نعمتوں کا کیا حال ہوگا اسی لئے کبھی اپنی سخاوت کو نہروں سے بتایا جن میں شیریں اور لذیذ پینے کی چیزیں ہوں گی کبھی ان میووں کا ذکر کیا جو درختوں میں ہوں گے کبھی ان میوہ جات کے مزوں کا مختلف طریقوں سے ذکر کیا کبھی مسند لگے ہوئے فرشوں کا ذکر کیا جہاں خدمت گزار ہر وقت تیار ہوں گے اور کبھی حسین وجمیل عورتوں کا ذکر کیا کبھی ان کی عفت وحیا

کی تعریف کی کبھی ان کے حسن کو چمکتے ہوئے موتی سے تشبیہ دی کبھی ان کو حور عین کہا۔ اور کبھی ان تمام نعمتوں سے بڑھی ہوئی نعمت کا ذکر کیا کہ یہ سب چیزیں ہمیشہ رہیں گی۔ اور موت کبھی نہ آئے گی۔ اور اس کے برخلاف دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو زندگانی دنیا پر اکڑتے پھرتے تھے جو دین اور دین والوں کا مذاق اڑاتے تھے اور خود خدا سے بہت دور اس کی نعمتوں سے بے خبر اور انجام کار سے لاپروا تھے۔ جن کی عقل نے یہ تک نہیں بتایا کہ ان کا خالق خدا ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

بہر حال ان لوگوں کو خدا اس ناشکری اور بداعمالی کی وجہ سے ایسی جگہ پر رکھے گا جہاں ہر دم تکلیف ہی ہوگی موت ان کے لئے بھی نہیں ہوگی حالانکہ وہ موت کے ہر دم خواہاں ہوں گے لیکن خدا موت کو انسانوں کے لئے فنا کر دے گا اور جو انسان پیدا ہو چکا ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔ صرف اپنی اس ظاہری موت اور قیامت کے درمیان تک تو وہ مردہ حال میں رہے گا لیکن اس کے بعد دوبارہ اسے جو زندگی دی جائے گی وہ کبھی ختم نہ ہوگی اس طرح مجموعی طور سے ہر انسان غیر فانی ہے ایک وہ ہے جو ہر آرام کے ساتھ جنت میں ہے اور دوسرا وہ ہے جو جہنم کی آگ میں جل رہا ہے آگ کی گرمی اس کو سخت تکلیف دے گی اور پیاس بڑھتی جائے گی جب وہ پیاس کی سختی سے بیتاب ہوگا تو اس کے منہ میں ایسا پانی انڈیل دیا جائے گا۔ جس میں غلاظتیں ہوں گی۔ گندگی اور اس پر اس پانی کی گرمی جب وہ پانی آنتوں میں پہونچے گا تو آنتیں کٹنے لگیں گی جس پر اس کی چیخ و پکار اور بلند ہوگی لیکن خدا اس کو پھر نئی آنتیں دے گا نیا جسم دے گا اس کو اس سے زیادہ پیاس ہوگی اور

اس سے بڑھ کر تکلیف پہونچے گی اسی طرح یہ جسم بھی ختم ہو جائے گا اور تیسرا جسم آئے گا اس طرح ہمیشہ نیا جسم ملتا رہے گا اور نہ ختم ہونے والی تکلیفیں اس کو تڑپاتی رہیں گی یہ سب صرف اس لئے کہ اس نے خدا کی سرکشی کی تھی اور اس کی عبادت سے منھ موڑا تھا۔ یا اس کی نماز پابندی سے ادا نہیں کی تھی۔

چوتھی زینت امانت ہے خدا نے جنت کو ہر چیز کی حفاظت سے زینت دی ہے اور خدا جب کسی چیز کو زینت دیتا ہے تو وہ زینت کبھی اس سے چھنتی نہیں۔ ہمارے آسمان کو ستاروں سے زینت دی تو یہ زینت اس وقت تک ہے جب تک کہ یہ آسمان ہے۔ اسی طرح جنت کی ہر چیز اس وقت تک محفوظ ہے جب تک کہ خود جنت محفوظ ہے جو کہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکی ہے۔ دوسرے یہ کہ جنت میں ہر خوشی ہو گی اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہر خوشی میں ایک یہ بھی خوشی ہے کہ وہاں کی ہر نعمت ہمیشہ رہے اور ہم بھی ہمیشہ رہیں اور تکلیف ایک یہ بھی ہے کہ کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی وہاں کی ضائع ہو جائے۔ اور خدا دونوں باتوں کو بتا رہا ہے کہ نہ کوئی خوشی چھوٹے گی نہ کوئی تکلیف پہونچے گی۔ لہذا جنت اپنی تمام زینتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور کبھی کسی کو نہ موت آئے گی نہ کوئی فنا ہوگا۔

خدا چاہتا تو جنت کو ابھی پیدا نہ کرتا۔ قیامت آجاتی حساب ختم ہو جاتا پھر جتنی ضرورت ہوتی اسی کے مطابق جنت خلق فرما کر لوگوں کو اس میں بھیج دیتا لیکن اس نے پہلے ہی پیدا کر دیا تاکہ لوگوں پر اچھا نفسیاتی اثر ہو۔ ایک مقابلہ سے پہلے اگر لڑنے والوں کو صرف شکست کی سزا کا خوف ہو اور کامیابی کا انعام یقینی نہ ہو تو پورا جوش و خروش نہیں پیدا ہوتا۔ صرف انعام کا وعدہ کر لینا بھی ہمت کو بڑھا دیتا ہے لیکن اگر

انعامی تمغہ پہلے ہی سے تیار کر دیا جائے اس میں ہیرے جواہرات بھی لگا دیئے جائیں اور مقابلہ کرنے والوں کو یقین ہو کہ بس فتح ہوئی اور تمغہ مل جائے گا تو اس وقت کی ہمت اور جوش وخروش بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ خدا نے جنت کو پہلے ہی پیدا کیا۔ اور جتنے انسان دنیا میں پیدا ہونے والے تھے سب کے لئے جنت میں ان کے نام سے الگ الگ جگہ مقرر کر دی جس سے عمل خیر کی طرف رجحان رکھنے والوں پر بڑا اچھا نفسیاتی اثر ہوا اور پھر بعد میں یہ خوف بھی دلا دیا کہ اس کے برخلاف کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے لیکن پیدا کیا سب سے پہلے جنت ہی کو اور اس نے انسان کو بھی پیدا کرنے کے بعد جنت ہی میں رکھا ہر طرح کی آرام اور آسائش دی اور بتا دیا کہ تم اسی میں کھاؤ پیو اور عیش کرو لیکن کچھ ایسا ہوا کہ ہم نے ایک ایسی چیز کھالی جس سے قسمت کا لکھا پورا ہوا اور دنیا میں بھیج دیئے گئے جنت چھوٹ گئی لیکن پھر بھی مایوس ہو کر نہیں نکلے خدا نے یہ وعدہ کر کے رخصت کیا کہ جاؤ وہاں جو زندگی دی جائے اس میں عبادت کر کے میری بندگی ثابت کر دو تو پھر اسی جنت میں بلالوں گا اور پھر کبھی نہ نکلو گے ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہو گے

حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے پوچھا گیا کہ جب ایک ہی جنت زمین و آسمان کے برابر ہے اور خدا کہتا ہے کہ ہم نے آٹھ جنت خلق فرمائی ہے تو سب کہاں ہوں گی۔ آپ نے پوچھا کہ جب رات آتی ہے تو جو دن گزر چکا وہ کہاں چلا جاتا ہے پوچھنے والے نے کہا کہ علم خدا میں آپ نے فرمایا اسی طرح ساری جنتیں بھی علم خدا میں ہیں۔

حضرت علیؑ یعنی باب مدینۃ علوم کا یہ جواب ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کر گیا جو آج تحقیقات کے بعد ثابت ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ دن کہاں چلا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں جاتا ضرور ہے اگر وہ فنا ہو جاتا تو یہ نہ پوچھتے کہ کہاں جاتا ہے

ٹیلی ویژن

ایک غبارہ اگر زمین پر ٹوٹ جائے تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ کہاں گیا البتہ فضا میں اگر دور چلا گیا اور نظروں سے غائب ہوگیا تو پوچھا جا سکتا ہے کہ کہاں گیا کیونکہ وہ گیا کہیں ضرور ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کا یہ پوچھنا کہ کہاں گیا اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ کہیں جاتا ضرور ہے۔ لوگوں کو پہلے یہی خیال تھا کہ جو وقت گزر گیا گزر گیا اب اس کا کوئی وجود نہیں اسی طرح جو زندگی گذر گئی گذر گئی اب اس سے ہم سے کوئی تعلق نہیں اسی خیال کی بنا پر لوگوں نے اسلام کے نظریہ جزا و سزا کا مضحکہ اڑایا اور اللہ کے کلام کو خیالی باتیں کہتے رہے۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے خود تحقیق کی اور یہ بات اب بالکل واضح ہوگئی کہ ہمارے بدن سے ہر وقت عکس نکل کر فضا میں پھیلتے جا رہے ہیں جس طرح ہر آواز جو دہن سے نکلتی ہے تیزی کے ساتھ فضا میں چاروں طرف پھیل جاتی ہے لیکن فنا کبھی نہیں ہوتی اسی طرح جسم انسانی کا ہر عکس فضا میں محفوظ ہوتا جا رہا ہے پھیلی ہوئی آواز کو قابو میں کر کے ہم ریڈیو کے ذریعہ سن لیتے ہیں بالکل اسی طرح جو ہمارے عکس فضا میں محفوظ ہو رہے ہیں ان کو بھی ہمارے آلات قابو میں کر لیتے ہیں اور آج ہم ٹیلی ویژن پر ان ہی عکسوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگر یہی آلات زیادہ طاقت ور ہو جائیں تو ممکن ہے کہ آج سے سو برس پہلے کی باتیں بھی ہم سن سکیں اور سو برس پہلے کے لوگوں کو بھی دیکھ سکیں اور زیادہ ترقی کرنے پر بہت پہلے کی باتیں بھی دیکھی اور سنی جا سکتی ہیں۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ فضا میں نکلنے والی ہر آواز اور ہر عکس جو فضا میں پھیلتے جا رہے ہیں ان کا کوئی مصرف نہیں ہے لیکن جس خدا نے بتا دیا ہے کہ ہم نے کوئی چیز عبث نہیں پیدا کی وہ خوب جانتا ہی کہ یہ ہمارے عکس اور ہماری آوازیں کیوں محفوظ ہو رہے ہیں۔ اس کیلئے بہت آسان ہی کہ کل ہمیں ایسی جگہ پہنچا دے جہاں ہماری ہر بات نظروں کے سامنے آجائے اور ان کا حساب کر کے ہمیں جنت اور جہنم میں بھیج دے۔

زمین وآسمان کی پیدائش

خدا جنت کو پیدا کر چکا۔ جو بننے والی زمین کے باسیوں کے نیک کاموں کی جزا اور ہے وہ پہلے ہی مقرر ہو گئی مقرر ہی نہ ہوئی بلکہ بن بھی گئی یہ انعام دینے والے کی سخاوت اور اسکا کرم ہے وہ ہیرے، جواہرات کی شکل میں نہیں دینار روپیہ پیسہ اس کا انعام نہیں ہے بلکہ اس کا انعام بیش قیمت زندگی ہے جس میں موت کبھی نہ آئے گی وہ انعام حیات جاوداں بن کر جنت کے نام سے موسوم ہو گیا خدا نے انتظام پہلے ہی کر دیا۔ جنت بن چکی اس سے پہلے جو کچھ بنا تھا وہ سب فرشتوں کی سیر گاہ تھی۔۔ آسمان کے ہر ہر گوشہ ہر ہر مقام پر ملائکہ گھوم رہے تھے۔ کوئی عرش کے پاس تھا تو کسی کی منزل کرسی تھی کا سب نے دیکھا کہ اب عالم میں ایک اور چیز آ رہی ہے جو بالکل نئی اور اچھوتی ہے ان کو پتہ نہیں یہ کس مخلوق کے لئے ہے لیکن ہے عجیب وغریب ان کو پتہ نہیں کہ بسنے والے کون لوگ ہوں گے لیکن جو بھی ہوں خدا کی نظر عنایت ابھی سے ہے وہ زمانہ اب قریب تھا کہ ان کی بے چینی ختم ہو انسان کا پیکر بنے اور خدا اعلان کر دے کہ جنت کے بسنے والوں کو زمین پر آباد کر رہا ہوں تاکہ یہ لوگ یہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں ان میں سے جو میرا شکر ادا کریں گے ان کو اسی جنت میں جگہ دوں گا۔

ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ ابھی اس مخلوق کا پتہ نہیں جس کے لئے جنت پیدا ہوئی جس کے لئے خدا کا یہ اہتمام ہے وہ خود نہیں ہے خود ملائکہ میں تو کوئی صف ایسی نہیں جو اس بیش قیمت چیز کی مالک بن جائے اس لئے نئی مخلوق کوئی عجیب وغریب

ہوگئے. ہو گی یہ انتظار جاری تھا کہ مخلوقات میں ایک تبدیلی کے آثار نمودار ہوئے
خدا پانی تو پہلے ہی پیدا کر چکا تھا یہ جوہر کے دوسرے حصہ کی بدلی ہوئی شکل
تھی ابھی پانی چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور اس وقت اس کے علاوہ کوئی چیز
بھی نہ تھی خدا نے اس پانی میں تبدیلی پیدا کرنی چاہی اس کا ارادہ ہوا اور ہوا
نے پانی میں حرکت پیدا کی پانی پر سکون باقی نہیں رہا موجیں مچل مچل کر بلند
ہوئیں پانی کا ہر حصہ تلاطم خیز ہوا تلاطم کی وجہ سے پانی کا ہر گوشہ اپنی جگہ کو چھوڑ
بلند ہو رہا تھا انداز بتا رہے تھے کہ یہ بے چین مخلوق بلندی کی خواہاں ہے اس
کی موجیں اپنی جگہ سے نکل کر بھاگنا چاہ رہی ہیں اور پانی کی یہ فطرت بھی ہے
کہ جب حرکت ہو گی تو اپنی جگہ سے باہر آئے گا. لیکن یہاں حکم خدا تھا کہ
اس کی یہ کوشش پوری نہ ہو اس لئے خدا نے اس پر ایک اور مخلوق پیدا کر دی
جس نے اس کی حد بندی کر دی. اور اس طرح پانی نے حکم خدا کے سامنے
سر جھکا دیا. اس کی بلند ہوتی ہوئی موجیں ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکیں..... ہوا
پانی کے لئے بہت سخت واقع ہو رہی تھی اس کی بے تاب موجیں اسکے قابو میں
تھیں زور گھٹ چکا تھا یہ ہوا بڑی تیز اور جھکڑ والی تھی اس سے پانی کے چاروں
طرف بڑا زور و شور تھا حکم خدا نے اس کو قوی بنایا تھا اسی لئے اس نے پانی کو
چاروں طرف سے احاطہ کر لیا اور اس طرح پانی کی حد بندی کر دی... ورنہ یہ
رُکنے والا نہ تھا اپنے زور میں دُور نکل جانے کے لئے تڑپ رہا تھا اور خدا کی
مصلحت اس میں تھی کہ موجیں تو اُٹھیں لیکن اپنی جگہ سے نہ نکل جائیں بلکہ پانی
اپنی جگہ پر رہے اُسی نے پانی میں تلاطم پیدا کیا اور اُسی نے تیز و تند ہوا

کر کے اسے اپنی جگہ پر روک رکھا۔ پانی چاروں طرف بہت دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ کسی دریا یا سمندر کا پانی نہ تھا بلکہ کائنات کی اصل پانی کی شکل میں تھی اس کی وسعتوں کا پتہ خدا کو تھا اس نے اسی قدر پیدا کیا تھا جتنی کہ ضرورت تھی اور ضرورت سارے عالم کے لئے تھی کیونکہ ساتوں آسمان اسی سے بننے والے تھے طاقت بھی ایسی دی جس سے یہ چیزیں پیدا ہو سکیں لیکن اتنی طاقت کے باوجود خدا کے حکم کے آگے ہر وقت سر جھکا ہوا تھا حکم خدا تھا کہ پانی ہوا کے قبضہ میں رہے تو پانی ہوا سے دب گیا۔ طاقت تھی زور تھا دیدبہ تھا اور بگڑے ہوئے تیور تھے.... اس وسیع پانی کے چاروں طرف کہاں تک ہوا تھی اس کا علم بھی خدا کو ہے اس ہوا کی اطاعت یہی تھی کہ پانی پر قابو رکھے اور پانی کی عبادت یہ تھی کہ قابو میں رہے۔ چنانچہ ہوا کو حکم ہوا کہ اس پانی کی حفاظت کرو اس کو روکے رہو اس کی شدت اور تندی پر اپنا تسلط قائم کر لو۔ اور یہی ہوا کہ ہوا چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور اس کے اندر پانی موجیں مار رہا تھا۔ لیکن یہ دونوں چیزیں کافی نہ تھیں اس لئے خدا نے ایک اور ہوا پیدا کی جو پانی میں تغیرات پیدا کرے۔

یہ دوسری ہوا پانی کے ساتھ ساتھ تھی اس کے ہر ہر حصہ سے متصل ہو کر بہہ رہی تھی اور ہر ہر جزو سے ٹکرا رہی تھی تاکہ پانی کو اُلٹ پھیر کر کے پانی ہی میں تلاطم برپا کر کے ارض و سما کی خلقت ہونے والی تھی اس ہوا کو خلق کر کے حکم دیا کہ اس پُر سکون پانی میں تلاطم پیدا کرتی رہ اس کے ایک ایک قطرہ کو جولاں کر دے ہوا حکم خدا کے مطابق چلی وہ پانی سے ملی تو رہی لیکن خود

اپنے دامن. بچائے رہی خود اس پر رطوبت کا اثر نہیں ہوا لیکن پانی پر اپنا اثر ڈالتی رہی ہوا صاف وشفاف تھی اور پانی اسی لئے اور بھی تیزی سے جولاں تھا اس وقت ہوا کی شدت بڑھ جاتی ہے جب کہ اس میں کسی قسم کے ذرات نہ ملے ہوں. چنانچہ یہ بھی اسی وجہ سے خوب صاف وشفاف تھی اور اسی طرح زور آور بھی. ایسی سخت ہوا کہ جیسی طرح آگ ہوتی ہے کہ اس میں ذرہ برابر کثافت نہیں پانی کے ساتھ کر دیا اور حکم دیا کہ اس بحرِ زخار کو ہلا ڈالے حکم خدا کی تعمیل میں پانی میں ہنگامہ ہوتا رہا اس کی قدرت کے کرشمے ملائکہ دیکھتے رہے کہ اس ہوا نے پانی کی موجوں کو پست و بلند کیا. پانی کے ایک ایک حصّے کو اپنے مقام سے اٹھا کر اُلٹ دیا. اوپر کی موجیں ہوں یا نیچے کی ہر ہر موج تلاطم کھا رہی تھی نیچے کا حصہ اوپر اور اُوپر کا نیچے آ گیا تھا ایک حصہ کو دوسرے کی خبر نہ تھی جو ذرہ ابھی ایک جگہ تھا چند لمحوں میں ہزاروں میل دُور تھا اور وہاں کے ذرّات نیچے پہنچ گئے تھے اور سب سے نیچے والے پلک جھپکتے کہیں سے کہیں پہنچ چکے تھے تھا تو بحرِ زخار لیکن حکم خدا اس طرح نافذ تھا کہ ہوا پانی کو اس طرح متھ رہا تھا جس طرح دُودھ کا متھنے والا اپنے برتن میں رکھ کر دُودھ کو متھ دیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کا ایک ایک قطرہ بے چین ہے اس میں قرار نہیں کبھی اُوپر اور کبھی نیچے ہوتا رہتا ہے۔ یہی حال اس بحرِ زخار کا تھا کہ ہوا ہر طرف سے اس کو ہلا رہی تھی قدرت خدا کا مظاہرہ ہو رہا تھا ابھی جو پانی بلند ہو ہو کر نکل جانے کے لئے تڑپ رہا تھا اب وہ اس ہوا کے آگے بے بس تھا۔ ہوا اسے جھکولے دے رہی تھی اور اس میں سے ہر طرف بلبلے اُٹھ رہے تھے پانی کی موجیں اُٹھ اُٹھ کر ٹکرا رہی تھیں

اور ٹکرا ٹکرا کر اس طرح کف اُگل رہی تھیں جس طرح جانور جوش میں کف اگلتا ہے۔ ہوا پورے زور سے اپنے کناروں سے بلند ہونے لگی رفتہ رفتہ اس نے خود اپنی سطح کو چھوڑنا شروع کیا اور بلندی کی طرف چلا۔ دوسری طرف پانی کا جھاگ بیچ میں جمع ہو رہا تھا رفتہ رفتہ جھاگ کی مقدار بڑھتی جا رہی تھی اور زمین کی پیدائش کا سامان ہو رہا تھا۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی مدت میں یہ کام ہوا لیکن ایک مدت طویل کا اندازہ ضرور ہے کیونکہ اس نے ہر کام کو بالترتیب اور رفتہ رفتہ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اسی طرح زمانہ گزرتا رہا اور ہلکے ہلکے بے حساب جھاگ پانی کے درمیان میں جمع ہوتا رہا اور پانی نے کناروں سے بلندی کا رُخ کیا اور اسی طرح بلند ہوتا رہا۔

خدا اسی بلند ہوتی ہوئی موجوں سے آسمانوں کو خلق فرما رہا تھا موجیں مارتے ہوئے پانی کے درمیان جھاگ جمع ہوتی رہی تاکہ یہ جھاگ مٹی کی شکل ہو اور اسی سے زمین بنے۔ اب خدا نے اتنی مہلت بھی دے دی کہ رفتہ رفتہ پانی کے کناروں سے نکلنے والا بخار جو اس ہوا کی تیزی سے بلند ہو رہا تھا وہ سات آسمانوں کے لئے کافی ہو جائے اور درمیان میں جو کف جمع ہو رہا تھا وہ اتنی مقدار میں آجائے کہ اس سے زمین پیدا ہو چنانچہ اتنی مدت اور دی گئی۔ کہ وہ کف سخت ہو کر زمین کی شکل میں اور وہ بخار ہلکا ہو کر آسمان کی شکل میں آگیا۔

رفتہ رفتہ تمام صلاحیتیں خلق ہوئیں اور اب وہ جھاگ اس قابل ہو گیا کہ اُسے زمین کہا جا سکے۔ چنانچہ تلاطم خیز پانی کے درمیان وہ طاقتور مخلوق نظر آنے لگی

زمین

جسے زمین کہتے ہیں اس میں خدا نے ایک ایسی طاقت دی کہ اس نے چاروں طرف کی چیزوں کو اپنی طرف کھینچا اور اسی طاقت کے اثر سے مچلتے ہوئے پانی کا زور ختم ہو گیا اسی طاقت نے چاروں طرف سے پانی کو خود سے چمٹانا شروع کیا جس طرح ماں اپنے بچے کو سینے سے چمٹا لیتی ہے اور بچہ ایک خاص کشش سے ہمک کر پہنچ جاتا ہے زمین نے پانی پر قبضہ کر لیا اس کی بےچینی دور کر دی۔ اس کا تڑپنا سب ختم ہو گیا اور سب اس زمین سے متصل ہو گیا زمین نے ان کو اس طرح ساکن کر دیا۔ جیسے ماں کی گود میں بچہ سکون حاصل کر لیتا ہے۔

زمین نے پانی کو روک تو لیا لیکن خود ابھی بڑے ہچکولے کھا رہی تھی اس کی لرزش دور نہیں ہو رہی تھی اور اس پر موجود پانی ادھر سے ادھر ہو رہا تھا کیونکہ زمین جب تک اعتدال پر نہ آ جاتی کوئی چیز رُک نہیں سکتی تھی جس طرح زلزلہ والے مقام پر رُکنا اور ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کو بےچینی کو روکنا ضروری تھا تاکہ ٹھہرا ہوا پانی اپنی جگہ پر سکون ہو اور زمین اپنے مقام پر اس طرح آ جائے جیسی اب ہے۔ اس کی یہ تھرتھراہٹ آنے والی مخلوق کے لئے مہلک تھی لیکن خدا نے اس کا انتظام اس طرح کیا کہ زمین پر ایسے بوجھ دئے کہ توازن قائم ہو گیا۔ زمین پر بڑے بڑے پہاڑ بنے اس کی سطح پر عظمت والے پہاڑ اپنے عظیم بوجھ کے ساتھ مسلّط ہو گئے۔ انھوں نے زمین کو پرسکون بنا دیا۔ اس کی بےچینی دور ہوئی اور یہ اس قابل ہو گئی کہ اب اس پر رہنے والے سکون سے رہ سکیں عمارتیں بنائی جا سکیں۔ اسی وقت زمین پانی کو سینہ سے لگائے ہوئے تھی اور اب اسی پانی میں خاموشی اور سکون کے ساتھ خود جو اس کی

اپنی موج یا اپنا محور تھا اس پر گردش کرنے لگی اس طرح کہ اس حرکت سے اس پر بسنے والوں کو نقصان نہ پہنچے ورنہ اگر یہ بوجھل پہاڑ نہ ہوتے تو یہ اس طرح ہلتی رہتی کہ لوگ چین سے رہ نہیں سکتے تھے۔

زمین گردش لگا رہی ہے چکر کاٹ رہی ہے لیکن اپنی خاص موج میں اسی کو آج ہم لوگ اس طرح کہیں گے کہ اپنے خاص محور پر گھوم رہی ہے جو بھی ہو اس کو زمین کی موج کہا گیا.... اور اسی موج میں اس کا سفر ہو رہا تھا موج کے لئے پانی کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہاں مراد لیا جائے گا جس طرح پانی کی موج وہ ہے جس پر پانی چلتا ہے اسی طرح زمین کی موج اس کو کہیں گے جس پر یہ سفر کرتی ہے اور یہ انداز بیان انتہائی فصاحت اور کلام کی بلندی ہے جسے اہل ذوق خوب سمجھتے ہیں لیکن اس موج میں اب وہ تھرتھراہٹ باقی.... نہیں تھی جو پہاڑوں سے پہلے تھی اس کو سمجھنے کے لئے زلزلہ کی مثال سب سے اچھی ہے اگر زمین میں ہر طرف زلزلے ہوں تو زمین پر قیام مشکل ہو جائے گا۔ بہر حال خدا نے اب اس کو پرسکون بنا دیا اور کبھی کبھی اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے دکھا دیتا ہے کہ زلزلہ کیسی مصیبت کی چیز ہے۔ اس سلسلہ میں تحقیقات بھی ہوئیں، اور زلزلہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ زمین کے اندر کچھ ایسی گرم چیزیں ہیں جن سے بخارات اٹھتے رہتے ہیں یہ بخارات باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے درمیان مٹی کی موٹی تہ حائل ہو جاتی ہے جو ان کو باہر نہیں نکلنے دیتی۔ اگر زمین کی موٹی تہ نہ ہوتی اور بخارات کے باہر آنے کا راستہ ہوتا تو یہ بخار آسانی سے نکل جاتے اور زمین زلزلہ سے بچ جاتی لیکن زمین کی تہ

رکاوٹ بنی اور بخار کی یہ فطرت ہے کہ وہ اوپر اٹھتا ہے اور اگر کوئی چیز بیچ میں حائل ہو تو اس کو ہٹا دیتا ہے جیسے کیتلی کا ڈھکن بخار ہی کے زور سے حرکت کرتا ہے اسی اصول پر آج بہت سی ایجادات کا دار و مدار ہے۔

چنانچہ جب یہ بخارات باہر آنا چاہتے ہیں تو زمین کو حرکت ہوتی ہے اور بڑی بڑی عمارتیں گر پڑتی ہیں لیکن اصل مقصد ان کا زمین کو ہلانا نہیں خود باہر آنا ہوتا ہے جس طرح کیتلی کے بخار کا اصل مقصد ڈھکن کو ہلانا نہیں خود باہر نکلنا ہوتا ہے جب یہ بخار باہر آتے ہیں تو زمین میں شگاف پیدا ہو جاتا ہے اور بخارات کے ساتھ زور میں زمین کے اندر کی چیزیں بھی باہر آجاتی ہیں جیسے پانی مٹی کیچڑ وغیرہ کبھی ان شگافوں کے اندر لوگ چلے بھی گئے ہیں۔ لیکن اندر سے طاقت کے ساتھ آنے والے بخارات نے ان کو پھر باہر پھینک دیا ہے اور لوگ زندہ بچ گئے ہیں۔

تو اگر اسی طرح چاروں طرف بخارات زور لگا رہے ہوں تو ہر طرف زمین ہلتی ہوئی ملے گی اور ہر جگہ زلزلہ والی کیفیت ہو گئی۔۔۔ شروع میں زمین کی تہ چونکہ چاروں طرف سے برابر تھی اس لئے ہر طرف یہی کیفیت رہی ہو گی۔ چونکہ ہر طرف زمین ہل رہی تھی اس لئے خدا نے بعض بعض مقامات پر بھاری بوجھ رکھ دیئے۔ جن سے وہاں زور کم ہو گیا اور اب صرف وہاں زلزلہ آئے گا جہاں زمین کی تہ کمزور واقع ہو گی بالکل اسی طرح جیسے ایک گیند میں ہوا بھری جائے تو جہاں سے ربر کمزور ہو گا اسی طرف سے ہوا نکلنا چاہے گا اور اگر اسی مقام پر ایک موٹی تہ جما دی جائے تو اب ہوا اس تہہ کے کناروں سے تو نکل سکتی ہے لیکن خود اس ٹکڑے کو نہیں توڑ سکتی۔ اسی لئے پہاڑی علاقوں میں کناروں پر جہاں تہ کمزور واقع ہو گی بخارات زور لگا کر نکل جاتے ہیں اور وہاں زلزلہ آ سکتا ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ پورے ہمالیہ پہاڑ کو یہ بخارات اپنے زور میں اڑا دیں۔

ان پہاڑوں سے ایک تو زمین کا جھکولے کھانا ختم ہوا دوسری مصلحت یہ بھی کہ اس نے ان کی بلندیوں اور ان کے شگافوں سے اس طرح پانی کو جاری کیا جس طرح جسم میں ناک سے پانی بہہ نکلتا ہے ان پہاڑوں کے دڑوں سے پانی نکلا اور ان ہی سے نکلا ہوا پانی آج دریاؤں کی شکل میں ہمیں دکھائی دیتا ہے اور ہماری زمینوں کے لئے وہ نعمت غیر مترقبہ بنا ہوا ہے یہ سب پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے کس طرح چلے یہ بذات خود ایک بڑی دلچسپ چیز ہے اور جاننے والے حضرات اس پر حیرت زدہ ہیں کیونکہ عجیب عجیب انداز میں پانی نکلا اور میدانوں میں بہتا ہوا دریا کی شکل اختیار کرتا گیا اور رفتہ رفتہ اپنی منزل کی طرف رواں ہو گیا۔

خدا نے فضا اور زمین کے درمیان ایک ایسی وسعت قرار دی جو مخلوقات کے لئے سہولت کا باعث ہوا اور اس میں رہنے والے اس وسعت کے درمیان آرام سے سانس لے سکیں عمارتیں بلند ہوں۔ اور اپنی عقل و ہنر کو استعمال کر کے اس سے دوسرے بہت سے فائدے اُٹھا سکیں۔

پھر خدا نے انتظام کیا کہ جن جن علاقوں میں پہاڑوں کا عطیہ نہ پہنچ سکے وہ بھی رحمت الٰہی سے محروم نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے ابر بلند کئے وہ ابر فضاؤں میں تیرتے رہے رفتہ رفتہ ان تیرتے ہوئے بادلوں کو اس نے جمع کر دیا اور ان میں بجلیاں کوندنے لگیں اور عجب شان سے خالق کی کرشمہ سازیوں کا مظاہرہ کرتی رہیں پھر خدا نے اس ابر کو موسلا دھار بارش کی شکل میں زمین کی طرف بھیج دیا۔ اور زمین کا ہر ہر حصہ سیراب ہوا تھا۔

دریاؤں سے نشیبی علاقوں کو مالا مال کیا تھا تو ابر کے ٹکڑوں نے بلند مقامات کو بھی مایوس نہیں کیا ہر حصہ کو خدا نے شادابی دی۔ ہر ہر بلندی ہر ہر درخت اور ہر ہر مقام پر پانی سے بھرے ہوئے بادل پہنچے اور انھوں نے پانی برسایا اسی لئے پودے زمین کے ہر بلند و پست حصہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ کہیں تو خدا نے پہاڑوں سے نکلا ہوا پانی دریا اور نہروں کی شکل میں پہنچایا اور کہیں اُوپر سے موسلا دھار بارش نے سب کو تر و تازہ کیا۔ اور کہیں ہر طرف سے رحمت کے چشمے پھوٹ پڑے۔ آسمان سے بھی پانی برس رہا تھا زمین بھی اُبل رہی تھی اور پہاڑ بھی اپنے شگافوں سے دریا دلی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ یہی ابر کبھی ہلکی ہلکی پھوار بن کر شاعر کی طبیعت کو وجد میں لا دیتا ہے تو کبھی ان کا رِم جھم رِم جھم برسنا کسان کے دل کی کلیاں کھلا دیتا ہے۔ غریب کسان کے بچے خوش ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے اور بلند مالک کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جب سُوکھے ہوئے بیابان لہلہا اُٹھتے ہیں اور مُرجھائے ہوئے پتے پانی کے بوجھ سے بھاری ہوتے ہیں اور جُھک جُھک کر معبود کا سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ تو بے اختیار منھ سے نکل جاتا ہے کہ کیا عجیب ذاتِ خدا ہے جس نے ان کو پیدا کیا۔ پھر خدا نے جب زمین پر ہر طرف سے اپنی رحمت پہنچا دی تو اس رحمت کا ثمر دینے کے لئے پودے نکلے ان پودوں نے ویران زمینوں کو لہلہا دیا اور وہ کیفیت پیدا کیا کہ ہر شخص کے غم کا مداوا بن گیا۔ رنگ برنگے پھل پھول اور اشجار نے چمن عالم کو گلزار کر دیا نباتات اُگے۔ اور مخلوق خدا کے لئے خود اپنی ہستی کو فنا کرنے میں خوش ہوتے رہے۔ ان ہی نباتات کو خدائے کریم نے

جانوروں کی غذا قرار دی اور انسان کی حیات کا جزو لازم بنایا۔ پھل پیدا کئے اور پھلوں سے مختلف قسم کی غذائیں تیار ہوئیں اور دوسری مفید چیزیں حاصل کی گئیں۔ پھر خدا نے پہاڑوں کے درمیان سے کھیتوں سے مرغزاروں سے دریاؤں کے کناروں پر اور ہر اونچی نیچی جگہ پر ایسے راستہ پیدا کر دیئے جو لوگوں کو ایک منزل سے دوسری منزل کا پتہ دیں گزرنے والے آسانی سے گزر سکیں جانور اپنی منزل پر پہنچ سکیں اور انسان سیر و سیاحت میں دشواریاں نہ محسوس کرے اور زمین کو اس قابل کر دیا کہ اشرف المخلوقات پیدا ہوں۔ اس نے انسان کی بہبودی کے لئے ہر چیز مقرر فرما دی۔ ہمیں خبر ہو یا نہ ہو لیکن حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر چیز چاہے وہ سمندر ہو یا پہاڑ گھنے جنگل ہوں یا حشرات الارض سب کے سب براہ راست یا کسی نہ کسی طرح سے ہیں ہمارے ہی فائدہ کے لئے۔ گرمی ہو یا سردی ہوا بند ہو یا آندھی آئے سب اس لئے ہوتا ہے کہ نوع انسانی کی بقا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ اس نے زمین کو بنایا اس طرح کہ راستے پیدا ہو گئے اور پھر راستوں میں ایسے ایسے نشانات مقرر کر دیئے جن سے آنے والے اپنی منزل کو آسانی سے پا سکیں۔ جانور اپنے اپنے مقامات پر پہنچ سکیں۔ انسان خشکی پر ہو یا سمندر میں زمین پر ہو یا بلندی میں رات ہو یا دن بہر حال راستہ کا پتہ چلا سکے۔ ان نشانات سے اس نے راستوں کو اس طرح مزین کیا کہ ہر چیز مناسب حال ہے۔ اب چاہے زمین پر چلنے والے انسان ہوں یا آسمان میں اڑنے اور گھومنے والے طیور ہر ایک کے لئے اس نے مناسب نشانات مقرر کئے ہیں جن کو ہر مخلوق اپنی صلاحیت کے مطابق سمجھتی اور اس سے کام لیتی ہے بے شک

دوسری چیزوں کو چھوڑ دیا جائے تو یہی خدا کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ چاہے جنگلوں میں رہنے والے جانور ہوں یا غاروں کے درندے یا بلوں میں رہنے والے حشرات الارض ہر ایک کا راستہ جُدا جُدا ہے اور ہر راستہ اپنے نشان خود بتاتا ہے اور گذرنے والے کو منزل کی خبر دیتا ہے ان ہی نشانات پر وہ اپنے سفر کو انجام دیتا ہے چنانچہ یورپ میں دیکھا گیا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک مچھلی سلمن ہے جو ایک مقام پر انڈے دیتی ہے اور کچھ دنوں کے بعد جب ان انڈوں سے بچے باہر آتے ہیں تو وہ تھوڑے اسی مقام پر رہتے ہیں پھر رفتہ رفتہ گہرے پانی کی سطح پر آتے ہیں اور کچھ دیر قیام کرنے کے بعد وہ سب کے سب سمندر میں نیچے کا رُخ کرتے ہیں اور تہہ تک پہنچ کر اندر ہی اندر آگے بڑھتے ہیں اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں چلے جاتے ہیں کس دُوری کا سفر اختیار کرتے ہیں اور ان کی قیام گاہ کہاں ہوتی ہے لاکھ کوششیں کی گئیں پتہ نہ چل سکا کہ یہ چھوٹی مخلوق سمندر کے اندر ہی اندر کہاں چلی جاتی ہے اس کی منزل کہاں پر ہوتی ہے۔ البتہ کئی کئی سال کے بعد وہی مچھلیاں اسی تعداد میں لیکن بچپن کے عالم میں نہیں بلکہ جوان ہو کر اسی جگہ سمندر کی تہہ میں پہنچتی ہیں اور رفتہ رفتہ بلند ہو کر ٹھیک اسی جگہ پر آتی ہیں جہاں سے انھوں نے سفر شروع کیا تھا۔ اور پورا قافلہ جس جگہ انڈوں سے باہر نکلا تھا اب وہاں کا رُخ کرتا ہے اور وہاں تک ٹھیک اسی راستہ سے واپس پہنچ جاتا ہے جدھر سے کئی سال پیشتر چند دنوں کی زندگی کے عالم میں گیا تھا۔ اس بے عقل کی مخلوق کو بھی خدا نے اتنی صلاحیت دی ہے کہ اپنے راستہ کو پہچانتی ہے اور وہ بھی اپنی

راہ کے نشانات کو اپنی خاص حس سے سمجھ جاتی ہے اور اسی کے مطابق بغیر کسی رہبر کے عین اسی جگہ پہنچ جاتی ہے جہاں ان کی ماں نے ان کو جنم دیا تھا اور پھر یہ بھی اپنے اپنے جوڑوں کے ساتھ وہاں اسی طرح انڈے بچے پیدا کرنے کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا ہر ایک کو اُس کی ضرورت کے مطابق حس بھی دیتا ہے اور زمین پر اس کا ہر طرح سے سامان بھی کرتا ہے اس کے خزانہ میں شیبا چیزیں اسی نے پیدا کی ہیں۔ سمندروں میں ہماری غذا اور آرائش کا سامان . . . موجود ہے۔ پہاڑوں میں سے معدنیات نکلتی ہیں جو ہر طرح ظاہری اعتبارات سے بھی اور دواؤں میں بھی ہمارے ہی کام آتی ہیں زمین پر رنگ برنگ کے جانور پیدا کر دیئے طیور اور دوسرے جانور اسی نے بنائے تاکہ سب انسانوں کے کام آتے رہیں۔

زمین جس وقت بنائی گئی تھی تو ایک دم سے وجود میں نہیں آئی بلکہ پہلے وہ جھاگ مجموعہ تھی۔ پھر مٹی بنی اس میں پہاڑ نصب ہوئے پھر زمین میں کہیں سمندر، کہیں اونچی اور کہیں نیچی زمین ہوئی جو کہیں سخت ہے کہیں نرم۔ کہیں شور ہے۔ کہیں صاف خدا چاہتا تو بیک وقت ان ساری چیزوں کو پیدا کر سکتا تھا اور ایک حکم سے سب چیزیں پیدا ہو جاتیں لیکن اس نے نہ تو عرش و کرسی کو آن واحد میں پیدا کیا نہ آسمانوں کو نہ زمین کو نہ اس کی اونچی نیچی جگہوں اور ہمارے راستوں کو بلکہ ہر چیز کو رفتہ رفتہ کر کے بنایا۔ ہر ایک میں مناسب وقت صرف ہوا اور ہر چیز اپنے فطری انداز میں نمودار ہوئی۔

عالم بالا میں جب اس نے خلقت شروع کی . . . تو نور محمدی تھا جو اوّل

مخلوق بنا اور وہی سب سے افضل بھی ہے اسی طرح زمین کو جب پھیلانا شروع کیا اور اس میں رنگ برنگی چیزیں دریا، پہاڑ غار اونچے نیچے مقامات بنے تو اس میں سب سے پہلی جو جگہ زمین کی شکل میں پیدا ہوئی وہ مکہ کی سرزمین کا وہ حصہ تھا جہاں کعبہ ہے اور اس کے بعد ہی رفتہ رفتہ سارا عالم اس شکل میں آیا اسی لئے اس گھر کو یہ فضیلت بھی ہے اور اس کو زمین پر پہلا گھر کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں بھی ہے کہ پہلا گھر جو وضع ہوا وہ مکہ میں تھا۔

پھر خدا نے زمین کے اندر کی چیزیں پیدا کیں اندرون ارض کیا کیا ہے خدا بہتر جانتا ہے لیکن اس کی تمام صلاحیتیں متفرق مقامات کی مٹی ہی سے رفتہ رفتہ پیدا ہوئیں۔ ہر ایک کا رنگ جداگانہ تھا۔ پانی کا مزا کہیں میٹھا ہے کہیں کھاری ہے اور پھر زمین میں خدا نے بہت سی چیزیں بنا دیں جو اہل زمین کو فائدہ پہنچائیں چاہے ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور زمین کی تمام چیزیں جب پوری ہو گئیں تو اس نے آسمان کو خلق فرمایا۔

خدا نے اس زمین کو جب پانی سے پیدا کرنا چاہا تھا تو پانی میں ایک مخصوص قسم کی ہوا پیدا کی تھی جس نے پانی میں تھپیڑے دیئے اور اس طرح بخارات بلند ہوئے جیسے آگ سے ہوتے ہیں۔ فرق یہ تھا کہ دنیا کی آگ میں اور ذرات ملے ہوتے ہیں لیکن یہ آگ صاف شفاف تھی اثر وہی تھا لیکن ملاوٹ کسی چیز کی نہ تھی۔ بہر حال اس ہوا نے پانی سے چاروں طرف بخارات بلند کئے .... بخار میں اکثر دوسرے اجزا ملے ہوتے ہیں اور وہی اجزا ہمیں نظر آتے ہیں۔ خالص دھواں وہ ہوتا ہے جو شفاف ہو خالص دھواں وہ ہوتا ہے جو نظر نہ آئے یہ اکثر محسوس کیا جا سکتا ہے کہ کبھی صاف آگ کے اوپر

انسان ہاتھ رکھ کر محسوس تو کر لیتا ہے کہ کوئی چیز باہر خارج ہو رہی ہے جو طاقت کے ساتھ آ رہی ہے لیکن انسان اسے آنکھ سے دیکھتا نہیں ہے۔ اسے ہم یہ کہیں گے کہ یہ ایک چیز تو ہے جس میں طاقت بھی ہے لیکن دکھائی نہیں دے سکتی۔

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ نکلنے والا بخار جو اس پانی سے بلند ہو رہا تھا کتنا شفاف تھا اور اس کی کیا حالت تھی بہر حال اس سے دو چیزوں کا اندازہ ضرور واضح طور سے ہو جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ چیز شفاف تھی اس کو آنکھوں سے انسان دیکھ نہیں سکتا۔ چنانچہ وہی چیز جب کچھ عرصہ کے بعد آسمان کی شکل میں آئی تو ہم اس آسمان کو محسوس کرتے ہیں کیونکہ اس میں ستارے ہیں لیکن خود آسمان کوئی ایسی چیز ہو کہ دیکھ سکیں ایسا نہیں ہے یہ جو نیلی چیز نظر آتی ہے کوئی مادی چیز نہیں بلکہ بلندی پر یہی رنگ بدلتا جاتا ہے اس لئے آسمان وہ چیز ہے جہاں تارے ہیں لیکن خود کوئی جسم نہیں جس کو دیکھا جا سکتا دوسری چیز یہ کہ وہ بلند ہونے والا بخار طاقت ور تھا اور طاقت کا اندازہ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ یہ طاقت ہی ہے جو ستاروں کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ زمین پر ہمارا قیام بھی ایک طاقت ہی کے سبب سے ہے ورنہ ہم دن میں اپنے کُرہ کے اُوپر ہوتے ہیں اور۔۔۔ رات کو کرہ پلٹ کر ہمیں نیچے پہنچا دیتا۔

اگر اس میں طاقت نہ ہو اگر زمین ہمیں اپنی طرف نہ کھینچے تو ہم فضاؤں میں چلے جائیں یہ تو زمین ہر دم ہم کو اپنی طرف کھینچے رہتی ہے کہ اگر ہم کسی طرح زمین کو چھوڑ کر اُوپر پہنچ بھی جائیں تو زمین کو جیسے ہی موقع ملے گا ہمیں کھینچ لے گی اور ہم زمین ہی پر گر جائیں گے۔ یہی حال اُوپر ہے کہ ہر ستارہ اپنے چاروں طرف

کی ہر چیز کو اپنی طرف ایک طاقت کے ذریعہ کھینچ رہا ہے لیکن نظام ایسا ہے
کہ اس کی یہ کوشش پوری نہیں ہوتی اور دوسرے ستارے اس کے بس سے
باہر رہتے ہیں۔ کیونکہ چھوٹا ستارہ اس کے چاروں طرف گردش کرنے لگتا
ہے اس لئے نہیں گرتا ہے یا اس کو دوسرا کوئی اور ستارہ کھینچتا ہے اور یہ بیچ میں
قائم ہو جاتا ہے بلکہ تحقیقات یہ کہتی ہیں کہ دُنیا کی ہر چیز ایک دوسرے کو کھینچ
رہی ہے لیکن بہت ہی خفیف طاقت سے یہ طاقت مقناطیس میں یا گُردوں میں
بہت نمایاں ہوتی ہے۔ جب یہ بخارات چاروں طرف فضاؤں میں بلند ہوئے
اور ایک مدّت میں ہر طرف دور دور تک پھیل گئے اور خدا جس دُوری تک
آسمانوں کو خلق فرمانا چاہتا تھا وہاں تک یہ بخارات پہنچے تو اس نے ان ہی
بخارات کے سات طبقے قرار دیئے کہ ہر طبقہ دوسرے کے اُوپر مثل پیاز کے چھلکے
کے تھا اور ہر دو آسمان کے درمیان جو جگہ قرار دی اس کو ارض کہا اور اس طرح
قرآن میں وضاحت کر دی کہ سات آسمان بنائے اور ویسی ہی سات زمینیں
خلق ہوئیں۔ چونکہ ہمیں سامنے ایک ہی آسمان دکھائی دیتا ہے اس لئے ہم اسی
کو ساتوں آسمان سمجھ بیٹھے حالانکہ چوتھے آسمان پر حضرت عیسیٰ ہیں اور یہ تو صرف
پہلا آسمان ہے ہماری تحقیقات بلندی کی ابتدا ہی تک پہنچی ہیں اور ابھی پہلے
ہی آسمان میں کئی سو سال تک مزید تحقیقات ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ یہ واضح ہے
کہ خداوند عالم نے نیچے والے آسمان کو جو ہماری اس دنیا کا آسمان ہے ستاروں
سے اور شہاب ثاقب سے زینت دی ہے اور ہم ابھی تک ان ہی سیاروں میں
اُلجھے ہوئے ہیں ہماری معلومات کی حد یہ ہے کہ بے شمار ستاروں کا پتہ چل چکا ہے

لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب اور ... ستارے نہیں ہیں نہیں کیا پتہ کہ ہمارا علم جس منزل تک پہنچا ہے اس سے اونچی کہاں تک صرف ہمارا آسمان ہے جس میں ستارے ڈھکے ہیں ہو سکتا ہے اس سے لاکھ گنا فضا ابھی اور باقی ہو اور وہ سب ہماری دنیا کا آسمان ہو۔ یا کروڑ گنا ہو کوئی کچھ نہیں بتا سکتا سوا اللہ کے اب تک ہم روشنی کی مسافت کے کروڑوں سال تک کی دوری کا پتہ چلا چکے ہیں یعنی آسمان میں بعض ستارے ایسے ہیں کہ ان کی روشنی کروڑوں سال میں ہم تک پہنچے گی۔ یہ ہماری تحقیقات کی انتہا ہے خدا جس آسمان کو ہماری دنیا کا آسمان کہہ رہا ہے اس کی وسعت کو بھی صرف وہی جانتا ہے ہم چاہے کسی حد تک اپنی سمجھ کے مطابق پہنچ جائیں لیکن خدا نے جو وسعت پیدا کی ہے ہو سکتا ہے اس کے مقابلہ میں ہماری معلومات کی حد کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ اس سے لاکھوں اور کروڑوں گنا دور تک پہنچنے پر بھی ہم پہلے ہی آسمان کو ختم نہ کر سکیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ آسمان و زمین کا صحیح علم خدا ہی کو ہے کہ وہ کیا ہیں اور ان کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں اور کہاں تک انسان اپنی عقل و حکمت سے پہنچ سکتا ہے سب کو بھی وہی جانتا ہے۔ جب کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کی حدیں کہاں ختم ہوتی ہیں تو یہ کیسے پتہ چلایا جائے کہ جہاں اس آسمان کی حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں کیا چیز ہے۔ اور کس قسم کی چیز ہے اس کی کسی کیفیت کے متعلق اظہار خیال کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ اظہار خیال اس چیز کے متعلق کیا جاتا ہے جس کے سر پیر کا کچھ پتہ ہو جب ہم یہی نہیں جانتے کہ کہ حدیں ختم کہاں ہوتی ہیں تو یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہوگا۔ ہم جہاں تک اپنی عقل دوڑائے جائیں وہاں بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح صرف بلندی

گھٹتے ہیں۔ پھر آخری راتوں میں چاند کا غائب ہونا تحقیقات کرنے والوں کے لئے ایک نیا باب کھول دیتا ہے۔ یہ سال اور مہینوں کا وجود حساب کی چیز ہے جو بظاہر خشک مضمون معلوم ہوتا ہے لیکن ۲۹ اور ۳۰ کے چاند کی فکر پیدا کرکے ایک مستقل دلچسپی قائم کردی ہر شخص اپنی رائے قائم کرتا ہے کوئی کہتا ہے ۲۹ کا ہوگا کوئی ۳۰ کا اور جب تک دکھائی نہ دے دلچسپی باقی رہتی ہے ہمارے لئے مہینہ کا اندازہ اسی چاند سے ہوتا ہے چاند کا ہنسی بن کر آنا نئے ماہ کی خبر دیتا ہے اس کا شباب مہینہ کا شباب ہوتا ہے اور اس کا غائب ہو جانا ایک نئے ماہ کے چاند کے انتظار میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح چاند کا یہ گھٹنا بڑھنا دلچسپی کا راز اور حساب کی جان ہے۔

وقت

زمین اور آسمان کو بنانے میں جو وقت صرف ہوا اس کو خدا نے کئی مقامات پر وضاحت کے ساتھ چھ دن کے نام سے یاد کیا ہے اور ایک دن عنداللہ ہمارے حساب کے ہزار سال کے برابر ہے اس سے یہ مختصر طور پر معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کے بنانے میں ہمارے دنوں کے حساب سے چھ دن صرف ہوئے۔ ہم اپنا حساب سورج کے طلوع و غروب سے کرتے ہیں۔ اسکا دن ایک طلوع اور ایک غروب کا مجموعہ ہے اور ہفتہ سات مسلسل..... طلوع و غروب کا مجموعہ ہے ایک ماہ نئے چاند کی آمد اور ایک سال ۱۲ چاند کے گزرنے کا نام ہے اور اسطرح کے ہزار سال متواتر گزرنے پر اللہ کا ایک دن گذرتا

اور شکل میں ہو وہاں کے رہنے والے کسی اور قسم کی مخلوق ہوں یا صرف ملائکہ ہی ہوں ان کے آسمان کسی اور طرح کے ہوں لیکن بہرحال احادیث سے یہ طے شدہ چیز ہے کہ جو آسمان ہم دیکھ رہے ہیں یہ جہاں ختم ہوتا ہے اس کے بعد جو چیز اس سے ملی ہوئی ہے وہ جس شکل میں بھی ہو دوسری زمین ہے لیکن ہماری نظروں سے وہ بہت دُور ہے ہماری نگاہ جب اُوپر کی طرف اٹھتی ہے تو ایک نیلی چیز پر رُک جاتی ہے جسے تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ وہ ہماری حدِ نگاہ ہے یعنی نیلا پن صرف ہماری نظروں کے لئے ہے اور اگر ہم کافی بلندی پر پہنچ جائیں تو یہی ہماری نظریں آسمان کو دوسرے رنگ میں پائیں گی۔

چنانچہ ۱۹۵۹ء میں امریکہ کا ایک شخص میکلور، ۷ اکتوبر ایک بجے رات میں غبارہ سے تقریباً ایک لاکھ فٹ کی بلندی پر گیا وہاں سے اس نے غبارہ کے اُوپر آسمان کی طرف بھی نظر کی تو اس نے آسمان کو ایک ایسے رنگ میں دیکھا جو انتہائی نیلا تھا اور اس کا بیان ہے کہ وہ ایک عجیب منظر تھا جس کو وہاں سے محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن میں بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کیا تھا لیکن بہت بدلا ہوا تھا۔ اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز کائنات کو سمجھنے کے لئے صرف ایک خیال مدد دے سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کتنا بڑا اور کتنی قدرتوں والا ہے۔ حیرت اسی لئے ہوتی ہے اللہ کی عظمت کا ہمیں اندازہ نہیں وہ جتنی قدرت والا ہے اس کا ہمیں علم نہیں زمین اور آسمان کے متعلق بھی وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ دوسری زمین کہاں ہوگی اور کس شکل میں ہوگی دوسرا آسمان پھر کس رنگ میں ہوگا اور کن وسعتوں میں ہوگا وہی جانتا ہے اس نے ہم کو اتنا

فقط بتا دیا ہے کہ ہم نے سات آسمان اور اسی طرح سات زمین پیدا کی ہے۔ اور اس کی عظیم قدرت اسکی عجیب و غریب حکمت اور اس کی خدائی پر یقین رکھنے والا تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس اللہ کے کارخانہ میں حیرت انگیز باتوں کا ہونا کچھ عجب نہیں ہے حیرت ہی ہم کو خدا کی معرفت کراتی ہے۔ یہ باتیں وہ خود کہہ رہا ہے اور اسی نے یقیناً بنایا ہے تو ہمیں تسلیم ہے چاہے اس کا ہمیں علم نہ ہو۔ ہم سمجھ نہ سکیں لیکن یہ تو سمجھتے ہیں کہ بنانے والے کی اطلاع سب سے بہتر ہوتی ہے۔ ہمیں ابھی اپنی زمین کی ہر چیز کا علم نہ ہو سکا آسمان تو بہت دور ہے۔ ع

تو کارِ زمین را نکو ساختی ——— الخ

خداوند عالم نے سات آسمان بنائے۔ آسمان کے معنی کسی ٹھوس چیز کے نہیں بلکہ جس جگہ سے پانی برستا ہے وہاں جب بادل نہ ہو تو اسے بھی آسمان ہی کہتے ہیں کیونکہ آسمان اور سماء "بلندی" کو کہتے ہیں اس لئے وہ سات زمینیں بھی ہمارے لئے چونکہ بلندی کی منزل میں ہیں اس لئے وہ بھی آسمان ہی ہیں اور ان کے اوپر ان کے الگ الگ آسمان ہیں۔ ان کی بلندی کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مختصر یہ کہ خدائے عظیم ان کو سماء یعنی "بلند" کہتا ہے یا سموات سے تعبیر کرتا ہے اور خدا جس چیز کو سماء (بلند) کہہ دے اس کی بلندی یقینی ہے چاہے ہم نہ سمجھ سکیں۔ ان میں جو سب سے آخری ہے یعنی جو سب سے اوپر ..... ساتواں آسمان ہے وہ سب سے بلند ہے اس کے بعد کوئی آسمان نہیں۔

اس آسمان کو خدا نے ایک مستحکم حد قرار دیا ہے یا یہ کہ اس کو ان سب آسمانوں کے لئے ایک محفوظ چھت کی حیثیت دے دی ہے اسی طرح جو

آسمان سب سے نیچے ہے جسے ہم اپنا آسمان یا دنیا کا آسمان کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ کا آخری آسمان ہے اور زمین کے چاروں طرف ہے۔ یہ درحقیقت ایک تھمی ہوئی موج ہے اور اس موج میں بے شمار ستارے تیر رہے ہیں۔ اس کو خدا نے مخصوص طاقت دی ہے اور اسی کو خدا نے ستاروں سے مزین کیا ہے ان ستاروں نے اپنی چمک دمک سے خدا کی عظمت کا پتہ دیا اور بہت سے راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ بتایا۔ آسمان کے حسن کے لئے اس سے بہتر کسی چیز کا تصور مشکل ہے جو خوبصورتی اندھیری رات میں یہ ستارے پیش کر دیتے ہیں اس پر بڑے بڑے نقاش سر دھنتے ہیں اور فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ ہی ایسا ہے جس نے اسے بنایا اس سے بہتر زینت اس مہیب گہرائی کے لئے نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر خدا نے اس بے کراں آسمان میں ایک روشنی کا منارہ بنایا جو ہمارے لئے کام کرے اس سے نہ جانے کتنے ستارے اور خدا کی کون کون سی مخلوق اپنا رزق لے رہے ہیں اور اپنے جسم کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں اور ہمیں تو اس کے فائدہ کا پورا اقرار ہے اگر یہ نہ ہوتا تو ہماری زمین نہ صرف یہ کہ ہر وقت اندھیری رہتی بلکہ سردی سے ہر طرف برف ہی دکھائی دیتا اور اگر کچھ بھی زیادہ گرمی ہو جاتی یا فاصلہ کم ہوتا تو زمین کی بہت سے چیزیں خاکستر ہو جاتیں۔ خدا نے اس سورج کو جاری کر دیا یہ اپنا نور منتشر کرتا رہتا ہے اس کی روشنی اس کی گرمی اور حرارت ہمیشہ ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے اور جہاں جہاں خدا چاہتا ہے ہر جگہ اس کا فیض پہنچا رہتا ہے اور پہنچاتا رہے گا جب تک خود اللہ کا حکم اس کو

کس قدر نورانی ہوگی اندازہ کرنا
روک نہ دے۔ سورج کو جو روشنی ملتی ہے وہ
شکل ہے یہ نور اس کو خدا کی عظیم اور بہت روشن مخلوق کرسی سے ملتا ہے اور کرسی
کو خدا کے عظیم عرش سے ہمارا آسمان بہت بلند ہے اور پھر اس پر تہہ بہ تہہ چھ اور
آسمان ہیں جن کی حدوں کا پتہ چلانا امکان سے باہر ہے اور پھر اس کے بعد
کرسی ہے اس لئے کرسی ہم کو نظر نہیں آتی حالانکہ وہ خود سورج سے ستر گنا
زیادہ روشنی دیتی ہے اور خود اس کی روشنی عرش سے لی ہوئی ہے عرش پھر اس
سے ستر گنا زیادہ روشنی والا ہے سورج میں خدا نے بلا کی گرمی قرار دی ہے اور
اس سے کہیں زیادہ روشنی کرسی اور عرش میں دی ہے پھر اس نے سورج کی
منزلیں بھی مقرر کر دی ہیں جس سے وہ حکم خدا کے سامنے اطاعت اور فرمانبرداری
کے ساتھ برابر اپنا کام انجام دیتا رہتا ہے اور ہمیشہ اسی طرح انجام دیتا رہے
گا جب تک کہ خدا کا حکم نہ آجائے کہ بس اب تمہارا کام ختم اس دن تمام آگ سرد
اور تمام روشنی ماند پڑ جائے گی۔ اگر اس کا حکم ہو جائے تو سورج اپنی پوری حدت
کھو بیٹھے اور ہمارے لئے چاند سے زیادہ خوشگوار ہو جائے لیکن اللہ کی
مصلحت اسی میں ہے کہ وہ دہکتا ہوا گولا رہے جب ہی ہماری ضروریات پوری
ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے سورج کو خدا نے مجسم نور بنایا
ہے۔ وہ خود بھی منور ہے اور دنیا بھر کو روشنی بھی دیتا ہے اور پھر خدا نے ہماری
پرسکون راتوں کے سکون کو اور پرلطف بنانے کے لئے رات کی خاموشی و دلکشی
میں اور حسن پیدا کرنے کے لئے دوسری منور چیز پیدا کی جو خود تو سورج کی گرمی
سے تپتی ہے لیکن ہمیں خنکی اور ٹھنڈک پہنچاتی ہے خود سورج کی تیز روشنی

کو برداشت کرتا ہے اور ہمیں پرسکون اور خوشگوار چاندنی سے راحت پہنچاتی ہے
جب اس نے چاند کو خلق فرمایا تو اپنی اطاعت کا حکم دیا چاند نے اطاعت قبول
کی اور جس طرح کہا تھا۔ اس کی بارگاہ میں گردن جھکا کر مطیع و فرماں بردار
بن گیا کہ ایک لمحہ اور ایک سکنڈ کا کبھی فرق نہیں ہو سکتا۔ دونوں چاند و سورج
خدا کو پہچاننے کی خاص علامتوں اور خاص نشانیوں میں سے دو نشان ہیں۔ جن
میں سے ایک کے نور کو تو اس نے برقرار رکھا اور دوسرے کے نور کو محو کر دیا
اور ساتھ ساتھ اس کی گردش اور آمد و رفت اس طرح قرار دی کہ حساب
میں آسانی ہو۔ سورج یکساں نکلتا ہے۔ سال، ہر سال آتے ہیں اور ایک ہی رنگ
میں گزر جاتے ہیں لیکن چاند روز نئی شکل دکھاتا ہے اور دو دن منہ چھپا کر یہ
خبر دیتا ہے کہ اب ماہ نو کا چاند آنے والا ہے چاند کے گھٹنے بڑھنے سے
فطری طور پر مہینہ کی مقدار معین ہو گئی اسے ہر آنکھ والا پتہ چلا سکتا ہے اور آسانی
سے سمجھ سکتا ہے کہ مہینہ کب شروع ہوا اور کب ختم اسی سے انسان کو حساب
دانی کا علم ہوا۔ صرف چاند کا اس طرح گھٹنا بڑھنا سارے کائنات پر غور
کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ گھٹنا بڑھنا یہ سوال فوراً پیدا کرتا ہے کہ کیوں
گھٹتا ہے خدا نے اسی کو اس طرح کیوں کر بنایا آخر یہ روشن حصہ کیوں بڑھتا
ہے اور گول ہو کر پھر تاریکی کیوں چھا جاتی ہے یہی غور و فکر کے لئے بہت
کافی ہے۔ اس کا گھٹنا بڑھنا حساب دانی کے بنیادی تمام اصول سکھا دیتا ہے
اور علم الحساب کی بہت سی شکلیں پیش کر دیتا ہے۔ اگر موسم سے سال کا
تعین سورج کرتا رہتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ چاند بتاتا ہے کہ سال میں مہینے

گھٹتے ہیں۔ پھر آخری راتوں میں چاند کا غائب ہونا تحقیقات کرنے والوں کے لئے ایک نیا باب کھول دیتا ہے۔ یہ سال اور مہینوں کا وجود حساب کی چیز ہے جو بظاہر خشک مضمون معلوم ہوتا ہے لیکن ۲۹ اور ۳۰ کے چاند کی فکر پیدا کر کے ایک مستقل دلچسپی قائم کر دی ہر شخص اپنی رائے قائم کرتا ہے کوئی کہتا ہے ۲۹ کا ہوگا کوئی ۳۰ کا اور جب تک دکھائی نہ دے دلچسپی باقی رہتی ہے ہمارے لئے مہینہ کا اندازہ اسی چاند سے ہوتا ہے چاند کا ٹہنی بن کر آنا نئے ماہ کی خبر دیتا ہے اس کا شباب مہینہ کا شباب ہوتا ہے اور اس کا غائب ہو جانا ایک نئے ماہ کے چاند کے انتظار میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح چاند کا یہ گھٹنا بڑھنا دلچسپی کا راز اور حساب کی جان ہے۔

وقت

زمین اور آسمان کو بنانے میں جو وقت صرف ہوا اس کو خدا نے کئی مقامات پر وضاحت کے ساتھ چھ دن کے نام سے یاد کیا ہے اور ایک دن عند اللہ ہمارے حساب کے ہزار سال کے برابر ہے اس سے یہ مختصر طور پر معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کے بنانے میں ہمارے دنوں کے حساب سے چھ دن صرف ہوئے۔ ہم اپنا حساب سورج کے طلوع و غروب سے کرتے ہیں۔ اسکا دن ایک طلوع اور ایک غروب کا مجموعہ ہے اور ہفتہ سات مسلسل...... طلوع و غروب کا مجموعہ ہے ایک ماہ نئے چاند کی آمد اور ایک سال ۱۲ چاند کے گزرنے کا نام ہے اور اسطرح کے ہزار سال متواتر گزرنے پر اللہ کا ایک دن گذرتا

ہے اب وہ آسمان ہفتم کے اعتبار ایکدن ہو یا کسی اور حساب سے بہر حال یہ چھ دن کا تذکرہ قرآن میں متعدد مقامات پہ آیا ہے جس سے یہ تو یقینی چیز ہے کہ چھ دن سے کم یا زائد آسمانوں اور زمینوں کے بننے میں نہیں صرف ہوئے اس کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے جس سے قریب قریب یہ تک پتہ چل جاتا ہے کہ کس دن خدا نے کیا بنایا پہلے کیا چیز بنی اور اس کے بعد وہ کس شکل میں آئی اور پھر کون کون سی چیزیں بنتی رہیں جسکو مختصر طور پہ یوں بیان کیا گیا.... ہے کہ پہلے دو دن تو صرف زمین کے پیدا کرنے میں صرف ہوئے اس طرح کہ پانی سے جھاگ بنا وہ جھاگ جمع ہوا اور رفتہ رفتہ کر کے وہ جھاگ ایک ٹھوس اور سخت چیز کی شکل اختیار کرتا رہا اور جب وہ زمین بن گیا جس میں ابھی بچپنی تھی سکون نہیں آیا تھا تو اس کام میں دو دن صرف ہوا جو ہمارے اعتبار سے دو ہزار سال تھا پھر اس نے زمین کو ہر طرح انسان کے لئے کار آمد کرنے کے لئے اس پہ جگہ جگہ پہاڑ مسلط کئے زمین کو برکت والی چیز قرار دیا اس میں انسان کے لئے برکتیں مقرر کیں دوسری آرام کی چیزیں پیدا ہوئیں تاکہ لوگ اس کی زمین پر آرام سے رہ سکیں۔ پھر زمین کو مختلف قسم کی قوتیں بھی عطا فرمائیں اور ہر ضروری صلاحیت پیدا کی ان کاموں میں جو وقت صرف ہوا...... وہ عنداللہ پورے دو دن تھا اس طرح دو دن زمین کی خلقت میں اور دو دن اس کے اندر کی چیزوں میں کل چار دن میں زمین کا کام پورا ہوا (یعنی چار ہزار سال میں)۔ پھر خدا نے بلندی کی طرف ارادہ کیا تو اس وقت صرف بخارات ہی بخارات تھے اور یہ بخارات اسی وقت نہیں بنے تھے بلکہ زمین کی خلقت اور اس کے پہاڑ وغیرہ کے بننے میں جو وقت

صرف ہوا اس وقت میں وہ بخارات رفتہ رفتہ اس شکل میں آتے رہے کہ اس سے آسمان پیدا ہو گئے سب سے پہلے صرف بخار تھا اور کچھ بھی نہ تھا پھر زمین کو پیدا کرنے اور اس کی ہر ضرورت پوری ... کرنے کے بعد اس نے بخارات کو آسمان کی شکل دینے کا قصد کیا اور وہی دخان رفتہ رفتہ کرکے سات آسمان کی شکل میں آ گیا اور اس میں بھی وہ ہزار سال کی مدت صرف ہوئی جس کو خدا نے قرآن میں بتایا ہے کہ آسمانوں کو بنانے میں دو دن صرف ہوئے پھر اس نے اپنا حکم زمینوں اور آسمانوں میں ہر طرف جاری کر دیا اور ہمیشہ وہی ہوتا رہے گا جس کی اس نے اجازت دی ہے ہر ایک مخلوق اس کی اطاعت خوشی خوشی کرتی ہے جب پیدا کیا اور اپنا حکم بھیجا تو سب نے خدائے قدوس کے حکم کو سنا، اور اس نے اپنی وحی کے ذریعہ ہر آسمان اور زمین میں وہ طریقے جاری کرا دیئے جن کو وہ بہتر جانتا تھا اور اس طرح چھ دن میں سارے آسمان و زمین کی خلقت فرمائی۔ ہر چیز اپنی خاص مدت میں پیدا ہوتی ہے چاہے انسان ہو یا جانور طائر ہو یا کیڑے مکوڑے

جب آسمان و زمین پیدا ہو چکے۔ سورج و چاند کی قندیلیں بھی آویزاں کر دی گئیں تو ان سب کو جدا جدا حکم دیا گیا۔ ہر حکم اس کے محکوم کے لئے بھی ممکن تھا اور انسان کے لئے بھی مفید یعنی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے اس طرح پیدا کرنے کے بجائے اس طرح پیدا کیا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا حکم کے بعد سورج اپنا کام کرتا رہا زمین کی گردشیں ہوتی رہیں چاند گھٹتا بڑھتا رہا اور اس طرح ایک سال پورا ہوا۔ لیکن جب تیرھویں مرتبہ چاند نکلا تو درمیان میں

۳۶۰ دن نہیں بلکہ صرف ۳۵۴ دن گزرے تھے اور یہی سلسلہ آج تک ہے کہ چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہوا جب دوسرے سال میں داخل ہوتا ہے تو اس کو صرف ۳۵۴ دن کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے حالانکہ عام طور سے ایک ماہ تیس دن کا اور سال ۳۶۰ دن کا مانا جاتا ہے اور اسی جگہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ زمین و آسمان چھ دن میں بنے اور ۳۵۴ دن چاند کی گردش میں صرف ہوتے ہیں تو کہیں وہ چھ دن جو صرف ہوئے تھے وہی تو نہیں کم ہو گئے لیکن پھر دوسری چیز سامنے آئی کہ خدا نے اس چھ دن کو اپنا دن بتایا ہے جو ایک ہزار سال کا ہوتا ہے اس لئے یہ ۲۴ گھنٹے کے چھ دنوں کی کمی کا سبب کیوں کر ہوئے اگر کم کرنا ہوتا تو پھر وہ چھ دن بھی ۲۴ گھنٹے والے رہے ہوتے ایک ہزار سال کے نہ ہوتے لیکن احادیث یہی بتا رہی ہیں کہ سال کے ۳۶۰ دن مقرر ہوئے اور پھر ان میں سے چھ دن وہ کم ہو گئے جو خلقت ارض و سما میں صرف ہوئے تھے اس بات کو اگر مان بھی لیں تو خیال ہوگا کہ چھ دن تو صرف ایک مرتبہ صرف ہوئے تھے یہ ہر سال کیوں چھ دن کا نقصان برداشت کرے قاعدۃً صرف پہلا سال ۳۵۴ دن کا ہونا چاہیئے تھا اور پھر اس کے بعد ہر سال ۳۶۰ دن کا ہوتا یہ ہر سال میں سے چھ دن کیوں کم ہو۔ لیکن اس کی وضاحت بھی حضور سرور کائنات کی احادیث نے کردی جب علماء نے بہت غور و فکر کی تو آخر میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا کے ایک سال میں ہمارے حساب سے ۳۶۰ دن مقرر کئے اور زمین و آسمان کی مدت بقا اور زندگی اپنے حساب سے ۳۶۰ دن (ایک سال) قرار دی جس کا ہر ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اب دنیا کی اس پوری زندگی میں سے ۶ دن تو زمین و آسمان

۳۵۴ دن

کے بنانے میں صرف ہو گئے تو باقی دنیا کی عمر ۳۵۴ ہی دن رہ گئی اور اسی ۳۵۴
دن کے مطابق دنیا کے ہر سال قرار دیئے گئے چنانچہ ان دونوں کی مدت میں ایک خاص
مطابقت ہوئی اور اب اس دنیا کے ۳۵۴ دن رہ گئے لیکن ۲۴ گھنٹے کے حساب سے
اور دنیا کی عمر بھی ۳۵۴ دن ہوئی لیکن ایک دن برابر ہے ایک ہزار سال ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری زمین پر جو امور انجام پاتے ہیں وہ سب عالم
بالا کی ایک شبیہہ اور عکس ہیں چنانچہ انسان بھی عالم ذر کی شبیہہ ہے چاند سورج
نور علی کا عکس ہیں اسی طرح خدا نے ہمارے ایک سال کو اس ایک سال کی
شبیہہ بنایا جو کہ زمین کی مدت حیات ہے اور جس کے بعد زمین ختم ہو جائے
گی اور آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور وہ کل ۳۶۰ دن تھے پھر اس کے بعد
جب چھ دن اس الٰہی سال میں سے اس لئے کم ہو گئے کہ اس چھ دن میں دُنیا
بنی تو مشابہت قائم رکھنے کے لئے چھ دن ہمارے سال کے بھی کم کر دیئے گئے چنانچہ
اب بھی بارہ ماہ کا سال اور ایک ماہ کے تیس دن اور سال کے ۳۶۰ دن مقرر
ہیں لیکن نہ تو شمسی سال ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے اور نہ ہی قمری سال کے دنوں کی
یہ تعداد ہے۔ یہ بھی خدا کی عجیب مصلحت ہے کہ اس طرح ایک دلچسپ بات پیدا
کر دی اور ہمیں سوچنے کا موقع دیا اس نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ چاند کی خلقت
تمہاری حساب دانی کے لئے ہے .... تاکہ
تم اس سے حساب سیکھو اور اپنے امور کو سمجھ سکو۔ اور پھر چاند کے حساب کے
متعلق ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ جن پر علماء کو سوچنا پڑا چنانچہ انھوں نے
یہ بتایا کہ اگر وہ چھ دن جس میں دنیا بنی ۲۴ گھنٹے والے ہوتے تو پھر ہر سال

یہ کمی نہ ہوتی بلکہ صرف پہلے سال ہوتی اور باقی سال ۳۶۰ دن کے ہوا کرتے اور اگر کہا جائے کہ وہ چھ دن عالم بالا کے تھے ...... (جس کے دن ہمارے ہزار سال کے برابر ہوتے ہیں) تو پھر اس چھ دن کا ہم سے کیا واسطہ ہمارے سال میں کمی کیوں ہو لہٰذا صرف وہی ایک حل تھا جو اُوپر بیان کیا گیا ہے اور اس حل کی طرف علماء کی نظر رسول خدا کی ایک حدیث سے پہنچی۔ رسول اللہ نے مجاہدین کی تعریف میں فرمایا ہے کہ ایک دن راہ خدا میں مسلح ہو کر گذارنا بہتر ہے کہ انسان گھر میں بیٹھا ایک سال تک عبادت کرتا رہے اور وہ بھی ایسا سال جو تین سو ساٹھ دن کا ہو اور ہر دن اس کا ایک ہزار سال کا۔ یہ حدیث رسول کی ہے یعنی وحیٔ خدا کے درجہ میں۔ ان کا بتانا بیکار نہیں ہو سکتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ گھر میں رہ کر ایک سال کی عبادت سے جہاد بہتر ہے اور پھر بتایا کہ وہ سال ۳۶۰ دن والا کیوں نہ ہو جس کے دن ہزار سال کے ہوتے ہیں۔ اب یہاں حضرت کا اشارہ واضح طور سے اسی ...... کی طرف ہے۔ کہ جب تک دنیا رہے اس وقت تک اگر کوئی شخص عبادت کرے تو اس سے بہتر ایک دن جہاد کرنا ہے۔ یعنی حضرت مدح کے درپردہ اشارہ کر گئے ہیں کہ انسان کے لئے جو سب سے زیادہ مدت ممکن ہو سکتی تھی وہ آسمان و زمین کی مدت بقا ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ خدا ایک شخص کو جس روز زمین کی خلقت شروع ہوئی اس دن سے جب تک دنیا ہے اس وقت تک کی ... حیات دے کر عبادت کا موقع دیتا اس سے زیادہ تو اس دُنیا میں گنجائش نہیں ہے اور اتنی مدت کی عبادت کا ثواب خدا جہاد کے ایک دن کے بدلے میں دے گا۔

اس عبادت کا ظاہری مطلب تو صرف ثواب کی کثرت ہے لیکن گہری نظر رکھنے والے کے لئے یہ پورا موقع سوچنے کا ہے اور وہ اسی نتیجہ پر پہونچے گا کہ یہ دنیا کے سال میں چھ دن کی کمی اس چھ دن کا اثر ہے جو خلقت میں صرف ہوئے تھے حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت لطیف پہلو ہے جس کو سرسری طور پر نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ ایک ذکی اور ذہین انسان ہی اس سے پورا لطف اٹھا سکتا ہے۔ خدا اور رسولؐ نے ہر بات واضح کر کے اس طرح بیان نہیں کی ہے کہ ہم سرسری نظر سے گزر جائیں اور کچھ سوچنے پر مجبور نہ ہوں بلکہ اس نے باتیں تو سب بتائی ہیں لیکن اسکا طریقہ ہے کہ وہ اشارے کر دیتا ہے اور سننے والے میں شوق پیدا ہوتا ہے سننے والے مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنے دماغ کو استعمال کریں اور ان باتوں کی گہرائی میں پہونچنے کی کوشش کریں اور اسی جستجو سے انسان انکشافات کرتا ہے اور نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ہر چیز کی حقیقت بتا دی جاتی تو انسانی ذہن صرف سننے کا متلاشی ہوتا اور اس کو سوچنے کی ضرورت نہ پڑتی اور جب غور و فکر کم ہوتی تو ترقی بھی کم ہوتی۔ اور اصل چیز سوچنا ہے۔

چنانچہ آج دنیا کے ہر ملک کا حال تقریباً یہی ہے کہ بڑے ممالک کی تقلید کی جائے خدا یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ نشہ میں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ لیکن اسی کو اس طرح بیان کیا کہ "اس وقت نماز کے قریب بھی نہ بھٹکنا جب تم نشہ کے عالم میں ہو" پہلے میں صرف حکم ہے اور دوسرے میں حکم کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی کہ نشہ کوئی بری چیز ہے اس لئے اس کو ترک کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یہ قرآن کا خاص اعجاز ہے کہ پڑھنے والا اگر عربی زبان سے واقف ہے اگر آیات کا مطلب بھی سمجھتا جا رہا ہے تو ایسے ایسے مضامین آئیں گے کہ کبھی اپنی عقل کو سوچنے سے روک ہی نہیں سکتا۔ جب ایک بات کہہ کر خدا

دوسری بات چھیڑ دے تو یہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ غور کرے کہ آخر ان دونوں میں ربط کیا ہے کیوں اس بات کو اس جگہ پیش ۔۔۔ کیا گیا ہے اور جس قدر سوچنے کی عادت بڑھتی ہے عقل بڑھتی ہے اور عقل پھر انسان کو دنیا کی ہر بات کی طرف لے جاتی ہے اور وہ یہ ضرور سوچتا ہے کہ ان سب کا خالق کون ہے عقل ہی انسان کی مایہ الامتیاز چیز ہے اسی کا بڑھنا انسان کی اصل ترقی ہے ایک بیوقوف غلامی کر سکتا ہے لیکن کبھی حکومت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک بے عقل کسی کے ڈر سے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن عقل والا خدا سے خوف کرے گا اور نماز کی طرف خود چل پڑے گا۔ اسی عقل کو کام میں لانے کے لئے قرآن اس طرح اترا کہ اس میں سب کچھ ہے لیکن بہت سی باتیں بظاہر نہیں معلوم ہوتیں۔ اس کی آیتوں میں ایسی ایسی باتیں آتی رہتی ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیت کوئی خاص بات کہ گئی اور ہم غور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسی اصول پر دن کے معاملہ میں کبھی صاف صاف نہیں بتایا کہ جس میں خلقت عالم ہوئی وہ چھ دن کتنے سال کے تھے بلکہ کہیں کہ دیا کہ ایک دن ہزار سال کے برابر ہے کہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہ کے تیس دن اور سال کے بارہ ماہ مقرر ہوئے اور پھر دوسری جگہ چاند کو حساب کا ذریعہ قرار دیا اور اسطرح سال کے ۳۵۴ ہی دن رہ گئے اور دوسری طرف احادیث نے وضاحت کر دی کہ یہ وہی چھ دن ہیں جو خلقت میں صرف ہوئے اور پھر دوسرے مقام پر رسولؐ کی اس حدیث نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔ کہ اصل سال جو مدت حیات زمین و آسمان ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کے سال بھی ۳۵۴ دن کے مقرر ہوئے یہ سب عکس ہے اس عالم بالا کا جس کے ۳۶۰ دن ہیں اور ہر دن کے ہزار سال۔ یہ احسان ہے ان علماء اور

محدثین کا جنہوں نے اس کو محفوظ رکھا اور آج ہم بہت سے اقوال کو کتابوں میں پاتے ہیں جن کو پڑھ کر ہزاروں مسائل دریافت ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں اور جن سے ہم اپنی عقل کو ترقی کا بہترین موقع مہیا کر سکتے ہیں۔ یہ موقع ہر اس شخص کو ہے جو قرآن پڑھے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یہ خدا کا بہت بڑا کرم ہے جو آج کسی قوم کو حاصل نہیں۔ دوسروں کے چند افراد متفکر ہوتے ہیں اور اسلام میں ہر فرد کو قرآن پڑھنے کی تاکید ہے یعنی ہر شخص متفکر بنے اور مسائل کو سمجھے۔

زمین پر ایک نئی مخلوق

اب تک صورت حال یہ ہے کہ خدا زمین کو بھی پیدا کر چکا اور آسمان کو بھی زمین میں وہ تمام چیزیں پیدا ہو چکیں جو انسان کے لئے ضروری تھیں لیکن ابھی تک وہ انسان نہیں پیدا ہوا جس کے لئے یہ ساری چیزیں بن رہی تھیں۔ ملائکہ انتظار کر رہے تھے اور خدا ان کے انتظار سے بے نیاز ہو کر اپنی مصلحت کے مطابق رفتہ رفتہ ہر کام انجام دے رہا تھا انتظار کرانا بھی اس کے امتحانوں میں سے ایک اہم ترین امتحان ہے اس طرح وہ دیکھتا ہے کہ کون دل سے انتظار کرتا ہے کیونکہ انتظار کرنے والے کو بات پر ضرور یقین ہوتا ہے جو شخص دوسرے سے جتنا خلوص و محبت رکھتا ہے۔ اور جس قدر اس کو سچا سمجھتا ہے اتنا ہی اس کی خبر پر کسی کا انتظار کر سکتا ہے۔ خود محبوب کا انتظار کرنا تو آسان ہے لیکن محبوب کے محبوب کے لئے انتظار کی گھڑیاں کاٹنا حقیقی محبت کا ثبوت ہے اور انتظار بھی سال دو سال کا نہیں دس بیس سال کا نہیں بلکہ خدا کبھی کبھی تو سینکڑوں سال کا انتظار کراتا ہے۔ حضرت آدمؑ نوحؑ کی خبر دے

گئے جو سینکڑوں سال بعد آئے حضرت عیسیٰؑ نے آخری نبی کی خبر دی جو پانچ سو سال کے بعد آئے اور حضورؐ نے اپنے بعد آنے والے حضرت امام مہدیؑ کی خبر دی۔۔۔ ہر عہد میں کچھ لوگ ضرور رہے جو انتظار کرتے رہے کیونکہ خبر دینے والے کی بات پر یقین تھا۔ آج بھی مسلمان امام مہدیؑ کے اسی لئے منتظر ہیں کہ خبر دینے والے نبیؐ کی صداقت پر پورا یقین ہے۔ اسی طرح ملائکہ کو علم تھا کہ ایک مخلوق آنے والی ہے جو سب سے افضل ہے جو بہترین مخلوق ہوگی جس کے لئے خدا نے جنت بنائی جس کے لئے زمین پر نہریں جاری کیں لیکن ابھی تک وہ پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ملائکہ کو چونکہ خدا کے کلام پہ پورا یقین تھا۔ اس لئے ہر وقت منتظر تھے کہ کب وہ لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن خدا کی مصلحت ابھی یہی تھی کہ انتظار کی مدت اور طویل ہو ابھی وہ انسان کو پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے مٹی سے پہلے آگ سے ایک مخلوق پیدا کرنے کا قصد کیا۔ آگ اور وہ بھی سخت گرم آگ سے اس نے جنات کو خلق فرمایا یہ بھی ایک عجیب و غریب مخلوق تھی اس سے پہلے اس جیسی مخلوق کوئی گزری نہ تھی۔ عربی زبان میں "جن" کے معنی پوشیدگی کے ہیں اور یہ مخلوق انسانوں کی نظر سے پوشیدہ رہی اس لئے خدا نے اس کا نام جن رکھا۔

ان کو خدا نے بہت سی نعمتیں دیں۔ چونکہ آگ سے بنے تھے اس لئے جسم میں وزن نہ تھا جب چاہتے آسمان پر پہونچ جاتے بلندی کا نظارہ کرتے فرشتوں سے باتیں ہوتیں ملک سے وہ باتیں سنتے جو خدا ان سے کہتا۔ خدا ان کو غیب کی خبر دیتا تو وہ بھی ان کو معلوم ہو جاتی۔ اس طرح خدا کی بہت سی نعمتیں ان کو ملتی رہیں آسمانوں پر جا کر انہوں نے قدرت خدا کا مظاہرہ کیا اور اس کی عجیب و غریب شان

کا مطالعہ کرتے رہے۔

اس کے علاوہ خدا نے ایک اور مخلوق پیدا کی یہ لوگ نسناس انسانوں جیسے تھے نہ جنوں جیسے۔ جنات کو خدا نے ایسے بازو دیئے تھے جن سے وہ آسمانوں پر اُڑا کرتے لیکن ان کو خدا نے بازو نہیں دیئے تھے یہ زمین پر رہتے تھے گھومتے پھرتے اور خدا کا شکر بجالاتے اس کی حمد و تسبیح کرتے ان کا نام نسناس رکھا گیا۔

یہ دونوں مخلوق عبادت الٰہی میں مصروف تھیں ان کی عبادت ملائکہ کی طرح ہر وقت تسبیح و تقدیس ہی نہیں تھی بلکہ ان کی عبادت صرف یہ تھی کہ جو خدا کا حکم ہو اس پر عمل کرتے رہیں۔ وہ جس طرح کہے اسی طرح زندگی بسر کریں جب زمین پر رہنے کا حکم ہو وہاں رہیں جب آسمان پر آنے کی اجازت دے تو آسمان پر پہنچیں اور نسناس صرف زمین ہی پر رہ کر اس کی عبادت کریں اور اس کی اطاعت میں مصروف رہیں۔ ایک عرصہ تک یہی سلسلہ رہا ہر شخص عبادت کرتا تھا لیکن رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھی اور ان کی عبادتوں میں بھی فرق آتا گیا۔ ایسے کام بھی کرنے لگے جو مرضی الٰہی کے خلاف تھے آپس میں جھگڑے فساد بھی کرنے لگے۔ تو خونریزیاں شروع ہوئیں خدا نے ان کو منع کیا اور حکم ہوا کہ یہ چیزیں اللہ کو پسند نہیں ہیں اگر باز نہ آؤگے تو خدا سزا دے گا لیکن ان کی حرکتوں میں کمی نہ آئی ان کی بداعمالیاں اور زیادہ ہوگئیں اور سرکشی پر جب بالکل آمادہ ہو گئے اور خدا کے احکام کی پرواہ نہیں کی تو خدا نے ان کو دنیا میں ایک سزا دی کہ جنات میں جو لوگ فسادی تھے ان کے بازو ختم کر دیئے ان کا اڑنا موقوف ہوگیا آسمانوں

کی سیر ختم ہوگئی۔ نیچے ہی پڑے رہتے اور حسرت سے ان جنات کو دیکھتے جن پر یہ عذاب نازل نہیں ہوا تھا اور وہ اب بھی آسمانوں پر جاتے اور ملائکہ کی باتیں سنتے تھے۔ ایسے بازو جن سے انسان اڑ سکے یہ وہ خواہش ہے جو ہمیشہ رہی طائروں کو اڑتے دیکھ کر انسان نے ہمیشہ خواہش کی کہ کاش وہ بھی اوپر جا سکتا۔ لیکن کیا پتہ اگر ہم بھی جنات کی طرح ہوتے اور اگر خدا ہم کو بھی پر دے دیتا تو ہم اس کی عبادت کرکے اس کو محفوظ بھی رکھ سکتے اب تو خدا کا شکر ہے کہ ہماری برائیاں ہمارے اور اللہ کے درمیان ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عذاب کا مستحق ہے اگر بازو کٹے ہوتے تو کتنی شرم کی بات ہوتی اس کے برخلاف خدا نے نیک اعمال کرنے والوں کو دیکھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے بازو دیئے ہیں۔ اور اب بھی یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اچھے اعمال کریں وہ جنت میں خدا سے بازو مانگ کر جہاں چاہیں اُڑتے پھریں۔

رسولؐ خدا کے چچا کے لڑکے حضرت جعفرؓ ایک جنگ میں لڑتے لڑتے دونوں ہاتھ کٹا کر شہید ہو گئے تو خدا نے رسولؐ کے ذریعہ سب مسلمانوں کو خبر دی کہ ہم نے جعفر کو جنت میں دو پر دیئے ہیں جن سے وہ جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کی شہادت کے بعد ان کا نام طیّار (اڑنے والا) پڑ گیا۔

یہ بہتر صورت ہے کہ بازو نہ دیئے اور پھر نیک کام کرنے پر جنت میں عطا کیے گا دے کر چھیننا تو باعث رسوائی تھا۔ جس طرح جنات کے لیے یہ بات باعث رسوائی ہوئی کہ فساد نہ کرنے والے جن تو بازوؤں کے ساتھ گھومتے اور فساد کرنے والے کٹے بازوؤں کے ساتھ حسرت سے۔۔۔ ان کو اوپر جاتے دیکھتے اور سوچتے کہ کاش ہم نے خدا کی اطاعت کی ہوتی اور آج یہ نوبت نہ آتی۔

اب جو لوگ اوپر جا رہے تھے ان میں ایک ان سب کا سردار بھی تھا جس کا نام حارث تھا۔ اس کے بھی بازو باقی تھے یہ بھی آسمانوں پر جاتا ملائکہ کی باتیں سنتا ان کے ساتھ رہتا اور ظاہر کرتا کہ وہ بھی ملائکہ کی طرح خدا کا خاص بندہ ہے۔

حارث سردار جن رفتہ رفتہ فرشتوں کے ساتھ زیادہ رہنے لگا ان ہی کی طرح عبادت کرتا ان کو سجدہ کا حکم ہوتا تو خود بھی کرتا ان کو تسبیح کا حکم ہوتا تو یہ بھی کرتا اس نے ایک ایک سجدہ پانچ پانچ سو سال کا کیا اور چھ ہزار سال تک اسی طرح عبادت کرتا رہا۔ اس نے اتنی عبادت کی کہ ملائکہ کو خیال ہونے لگا کہ یہ بھی کوئی فرشتہ ہی ہے اس کی حمد و تسبیح اس کی نمازیں ان ہی کی طرح تھیں بلکہ کبھی ان سے بھی زیادہ۔ وہ اس طرح رہتا کہ خیال ہو کہ یہ بھی کوئی بڑا مقرب ملک ہے لیکن خدا اس کے دل کے حال سے واقف تھا کہ یہ سب ملائکہ کو دکھانے کے لئے ہے درحقیقت اسے نہ تو خدا کی معرفت ہے نہ دل سے عبادت کا شوق۔ اسی لئے آگے چل کر خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے ایک ایسا موقع نکالا جس سے ملائکہ کو پتہ چل گیا کہ اس کے دل میں حکم خدا کا کوئی احترام نہیں بلکہ یہ ان کے ساتھ اب تک فریب کرتا رہا تھا۔ اسی دن اس کا نام ابلیس ہوا یعنی رحمت خدا سے مایوس، اور خدا سے دشمنی ظاہر کرنے پر اس کو شیطان کہا گیا۔ بہر حال جب وقت جنات کے بازو کٹے شیطان ملائکہ کے ساتھ اوپر ہی رہتا اس کے بازو بھی تھے اور یہ عبادت بھی کیا کرتا۔

اس کے بعد خدا نے ایک اور مخلوق کا ارادہ کیا۔ یہ ان دونوں مخلوقات سے جدا رنگ پر تھے۔ ان کے اندر نہ تو نسل بڑھنے کا سلسلہ تھا اور نہ ان کے یہاں شادی بیاہ تھا ان میں عورت مرد کی طرح دو جنسیں نہ تھیں سب ایک ہی طرح کی مخلوق تھے ان کو رات

کو نہ سونے کی حاجت ہوتی اور نہ ان کو بڑی بڑی امیدوں میں مصروف رہتے نہ مال و دولت کی فکر تھی نہ عیش و عشرت کی نہ آرام کرنے نہ غفلت ہوتی۔ یہ نہ تو انسانوں جیسے تھے نہ جنوں جیسے۔ جس طرح حشرات الارض زمین پر چلتے پھرتے ہیں اسی طرح یہ بھی چلتے پھرتے تھے لیکن یہ ان میں سے بھی نہیں تھے اور نہ ہی چوپایوں کی شکل کے تھے۔ ان کا کام بس ہر وقت عبادت الٰہی کرنا تھا اور یہ ہر وقت اسی کے حکم کی اطاعت میں مصروف رہا کرتے۔

خدا نے ان کو دو گروہ میں تقسیم کر دیا اور دونوں کو دور دراز علاقوں میں بھیج دیا ایک کو مشرق میں یہاں سے بہت دور اتنے فاصلہ پر بھیجا کہ ان کے یہاں طلوع شمس جیسی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی۔ ان کی روشنی کا خدا نے دوسرا انتظام کیا ہے وہ روشنی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ان کو غذا پہونچتی رہتی ہے نہ تو ان کو آرام کی ضرورت ہے نہ بوڑھے ہوتے ہیں نہ کمزور اور نہ ان کو موت آتی ہے بس ایک ہی حال میں برابر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے گروہ کو مغرب میں بہت دور بھیج دیا جہاں ہمیشہ روشنی رہتی ہے وہاں آفتاب کے غروب ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ ان کی ضروریات بھی خدا نے وہاں اسی طرح پوری کیں اور وہ بھی وہاں عبادت میں مصروف ہیں۔

ادھر جنات ایک سزا کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے بلکہ انہوں نے پھر اسی طرح فساد شروع کر دیا۔ حکم خدا بھول گئے اور وہی حرکتیں کرنے لگے جس پر پہلے سزا ہو چکی تھی۔ تو اب خدا نے ان کو آخری مرتبہ دھمکی دی اور جب اس پر بھی نہیں مانے تو ملائکہ کو بھیج دیا جنہوں نے سارے جنات کو ہلاک کر دیا ان

نیت

میں سے جو بچ گئے ان کو بیابان صحراؤں اور ویران مقامات پر بھیج دیا اور خدا کی زمین انسانوں کے لئے خالی کرائی گئی۔ شیطان اس وقت آسمان پر فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مصروف تھا اور وہ اس وقت تک مصروف رہا جب تک اس کی خدا سے دشمنی ظاہر نہ ہوگئی۔

یہ خدا کا اصول ہے کہ وہ جانتا تو ہے کہ کون شخص کیا کرے گا اور اس کے دل میں کیا ہے لیکن جب تک وہ قصور کر نہ لے سزا نہیں دیتا بلکہ اس کے برخلاف اپنی طرف سے ہادی بھیجتا ہے کہ اگر چاہے تو بندہ خدا کو سمجھ کر اپنی بری نیتوں سے باز آ جائے اسی لئے بری نیت پر سزا نہیں لیکن اچھی نیت پر جزا ضرور ہے برائی کا بدلہ اسی وقت ملے گا جب وہ برائی عملاً سرزد ہو جائے۔ بہر حال خدا نے اس طرح جنات کو گویا ختم کر دیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بھی دور چلے گئے۔ اور آنے والی مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ کر دیئے گئے تاکہ ایک دوسرے کے معاملات میں بے نیاز رہیں۔ چنانچہ ان میں اب بھی ہر قسم کے اچھے برے مومن اور کافر موجود ہیں لیکن ہم سے ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا نے ان کو اسی وقت ویران مقامات پر بھیج دیا۔ اور اس کے بعد انسان کو خلق فرمایا۔

حضرت ابوالبشر آدمؑ

اب خدا نے ارادہ کیا کہ انسان کو زمین پر پیدا کرے۔ حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنائے اور ایک ایسی مخلوق کو آباد کرے جو اپنی سرکشی کے باوجود اس کی عبادت کرتا رہے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کرے۔ اس نے اسی ارادہ

کے تحت زمین کو خطاب کر کے خبر دی کہ تجھ سے ایک ایسی مخلوق اب بننے والی ہے جن میں سے نیک کام کرنے والوں کو اپنی خاص جنت میں جگہ دوں گا اور میری اطاعت نہ کرنے والوں کو دھکتی ہوئی آگ میں ڈال دوں گا۔ زمین یہ سن کر کانپ اٹھی کہ اس کی مٹی سے بنے ہوئے لوگ خدا کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اس نے کہا کہ بار الہا مجھے اس سے معاف فرما تو بہتر ہے۔ یہ زمین جیسی حقیر چیز کا جواب تھا لیکن انسان جس کو خدا نے عقل دی اور اشرف المخلوقات بنایا وہ کیوں کر اپنے جگر کے ٹکڑوں اپنے گود کے پالے ہوؤں کو ایسی تربیت دیتا ہے کہ شروع ہی سے وہ خدا سے دور ہوتے جائیں اور ان کو کوئی موقع اس کو یاد کرنے کا نہ ملے آخر ایسے ہی بچے آگے بڑھ کر اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور خود کو عذاب الٰہی کے لئے تیار کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے زمین کا یہ جواب بڑا عبرت خیز ہے۔ کیوں کہ بچوں کو اگر صحیح تربیت دی جائے تو وہ ہمیشہ اچھے راستہ پر جائیں گے اور خدا کی عبادت کریں گے بقول ہادی اعظم "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن ماں باپ اس کو بدل کر دوسرے ادیان پر ڈال دیتے ہیں۔"

زمین سے خدا کا کلام اور اس کا جواب کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ پہلے کلام خدا ہی نے کیا تو خدا نے اس میں سننے کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہوگی جب ہی کلام ہو سکتا تھا اور پھر اس میں جواب کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہوگی کیونکہ کلام سن کر اس کا جواب بھی دینا ضروری تھا۔ یہاں حیرت کی کوئی خاص بات نہیں خود انسان بھی تو ایک وقت میں صرف مٹی کا پتلا تھا اسی زمین کا مجسمہ بنا ہوا تھا لیکن جب حکم خدا ہوا تو سننے بھی لگا اور بولنے بھی لگا اسی طرح خدا نے جس

طرح بھی چاہا زمین سے کلام کرلیا اس کے کلام پر زمین متاثر ہوئی اور اس کا تاثر ہی خدا کا جواب تھا اس میں آواز پیدا ہوئی یا نہ ہوئی اس کی کوئی ضرورت نہیں خدا کا یہ کہنا کافی ہے کہ اس نے کلام کیا اب اس نے جس طرح چاہا کرلیا۔

ہماری آج کل کی دنیا میں بہت سی ایسی مثالیں مل جاتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ غیر ذی روح بھی محسوس کرسکتا ہے ایک درخت عام طور پر پایا جاتا ہے۔ جس کہ چھو دینے سے فوراً اس پر اثر ظاہر ہوتا ہے یہ درخت انسان کا ہاتھ لگتے ہی مرجھا جاتا ہے اور اس طرح گویا یہ کہتا ہے کہ تم اپنے ہاتھ کو دور ہی رکھو مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے اسی قسم کے بہت سے دوسرے درخت ہیں جو متاثر ہوتے ہیں اور اس تکلیف یا خوشی کو ظاہر کردیتے ہیں جو ان کو ہوتی ہے حالانکہ ان میں بظاہر حس نہیں۔ ایک پھول افریقہ میں پایا جاتا ہے جو کھلا رہتا ہے لیکن جب وہاں کوئی چھوٹا کیڑا اڑتا ہوا آتا ہے اور آکر اس پر بیٹھ جاتا ہے تو اس پھول کی پتیاں دھیرے دھیرے چاروں طرف سے اٹھتی ہیں اور اس کیڑے کو اپنے اندر بند کرلیتی ہیں کچھ دیر تک وہ پھول بند رہتا ہے اور خدا جانے اندر کیا ہوتا ہے کہ جب کچھ دیر بعد پتیاں پھر کھلنی شروع ہوتی ہیں تو نہ تو اس میں وہ کیڑا ہوتا ہے اور نہ اس کے جسم کا کوئی چھوٹا سے چھوٹا حصہ بلکہ سارا کا سارا کیڑا اس میں تحلیل ہوجاتا ہے اور یہی اس پھول کی غذا ہوتی ہے

اس سے زیادہ حیرت انگیز ایک اور درخت ہے جس کی شاخیں برگد کے درخت کی طرح بہت پتلی پتلی اور بے شمار ہوتی ہیں۔ اس درخت کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے نیچے آکر لیٹ جاتا ہے تو دھیرے دھیرے اس کی شاخیں اوپر سے

نیچے کی طرف بڑھنے لگتی ہیں جدھر وہ شخص آرام کرتا رہتا ہے اُدھر رفتہ رفتہ شاخیں زمین تک پہنچ جاتی ہیں اور اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ اس انسان کے جسم سے اور قریب ہو جاتی ہیں اور اس کے جسم کے چاروں طرف خود کو لپٹینا شروع کر دیتی ہیں کچھ دیر بعد ساری شاخیں اس کے جسم کے چاروں طرف لپٹ جاتی ہیں اور انسان ان شاخوں کے قبضے میں اس طرح ہوتا ہے جیسے جال میں مچھلی بلکہ اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ اب لاکھ کوشش کرنے پر بھی وہ اس سے خود کو چھڑا نہیں سکتا پھر یہ اسی طرح اس آدمی کو لپٹتی ہوئی اوپر کی طرف لے جاتی ہیں۔

انسان ان شاخوں میں بے بس ہو کر درخت کی طرف اٹھتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شاخیں اسے اوپر کھینچ لیتی ہیں۔ کچھ دیر یہ اس آدمی کو اوپر رکھتی ہیں اور پھر اسی طرح دھیرے دھیرے نیچے لاکر کھول دیتی ہیں۔ لیکن اس حال میں مرد تو وہ انسان اب زندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بدن میں ایک قطرہ خون کا ہوتا ہے اس کے برخلاف اگر ان شاخوں کو کاٹا جائے تو اس وقت ان میں سے اس طرح خون نکلتا ہے جس طرح کسی زندہ آدمی کی انگلیاں کاٹنے سے نکل سکتا ہے۔

بہرحال تو خدا کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں معلوم ہوتی اس کی مصلحت اسی میں تھی کہ زمین اس کی بات سنے چنانچہ اس نے سنا اور سن کر فوراً کہا کہ اے اللہ اس دھکتی ہوئی آگ کے لئے تو میری مٹی سے انسان نہ بنا اس نے اپنا فرض پورا کر دیا اب یہ اللہ کی مصلحت تھی کہ اس نے یہی بہتر سمجھا کہ مٹی انسان ہی سے بنے کیونکہ مٹی کو پتہ نہ تھا کہ جہاں اسی مٹی سے بنے ہوئے لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے وہاں اسی مٹی سے ایسے لوگ بھی بنیں گے جن پر خدا فخر کرے گا اور کہے گا کہ یہ نہ

ہوتے تو زمین و آسمان کچھ نہ بنتے۔ یہ خدا کی مصلحت ہے کہ بہت سی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا کیوں کہ دعا کرنے والے کا فائدہ اسی میں ہوتا ہے کہ دعا قبول نہ ہو۔

بہر حال خدا نے اسی مصلحت کے مطابق جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جاؤ اور زمین سے مختلف قسم کی مٹی لا کر جمع کر دو۔ جبرئیل آئے اور انہوں نے جیسے ہی چاہا کہ مٹی اٹھائیں زمین نے التجا کی کہ خدا کے مقرب بندے تم کو عزت خدا کی قسم صرف اتنی مہلت دیدو کہ میں اس سے پھر درخواست کر دوں کہ مٹی سے ایسے انسان نہ پیدا ہوں جو عذاب میں مبتلا ہوں گے زمین کی اس درخواست پر جبرئیلؑ رک گئے کہ اچھا تو اپنا مدعا بارگاہ الٰہی میں پیش کر۔ لیکن خدا کی مصلحت اپنی جگہ پر کسی کے کہنے سے رد و بدل کے قابل نہیں ہوتی اس لئے خدا نے حکم دیا کہ جبرئیلؑ تم واپس چلے آؤ۔ میکائیلؑ بھیجے گئے ان سے بھی زمین نے اسی طرح التجا کی اور عزت خدا کی قسم دی۔ میکائیلؑ بھی رک گئے اور ان کو بھی بلا لیا گیا اب خدا نے اسرافیلؑ کو بھیجا یہ زمین پر پہونچے زمین نے ان سے بھی خطاب کر کے وہی بات دہرائی انہوں نے بھی اجازت دی اور اس کے بعد ان کے لئے بھی یہی حکم آیا کہ تم بھی واپس چلے آؤ۔ تینوں کے واپس جانے کے بعد اب خدا نے ایک ایسے فرشتے کو بھیجا جو بغیر کام ختم کئے ہوئے نہ لوٹے یہ عزرائیلؑ تھے ان سے بھی مٹی نے یہی کہا کہ خدا کے بندے تم کو عزت خدا کی قسم کہ ذرہ مہلت دو میں خدا سے دعا کر لوں لیکن انہوں نے کہا کہ مجھے خدا نے جس کام کے لئے بھیجا ہے اس کو کر کے جاؤں گا مجھے اس کی اجازت نہیں کہ تجھ کو مہلت دوں یا اپنا فریضہ دیر سے انجام دوں اب تجھ کو میرا فعل اچھا معلوم ہو یا بُرا تو خوش ہو یا ناخوش لیکن مجھے ایک لمحہ تاخیر کی بھی اجازت نہیں ہے اس لئے اب تو لے کر جاؤں گا اور جس طرح

خدا نے حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لے جانا ہے چنانچہ اس ملک نے کچھ مٹی نرم علاقہ سے
لی کچھ سخت علاقہ سے کچھ شور زمین سے اور کچھ صالح یعنی قابل زراعت حصہ سے
اور ان سب کو لے جا کر وہاں جمع کر دیا جہاں خدا کا حکم تھا ذرہ برابر حکم خدا میں فرق
نہیں آیا جتنی مقدار ضروری تھی بلعینہ وہی مقدار جمع ہوئی اور جس جس مقام سے
اٹھانے کو کہا تھا۔ اسی مقام پر عزرائیلؑ پہونچے۔ اس فعل سے خوش ہو کر خدا نے
اس ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی کام پر مقرر کر دیا۔ جب بھی کوئی مرتا ہے تو یہی
ملک اس کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے اور قیامت تک اسی کے ہاتھ سے
خدا کا یہ کام انجام پاتا رہے گا کیونکہ یہ ملک نہ تو کسی کی درخواست پر رکتا ہے
نہ زمین کی طرح گریہ وزاری کرنے والوں کی بات مانتا ہے بلکہ بے چون و چرا لوگوں
کی خوشی و ناخوشی کی پروا کئے بغیر وہی کرتا ہے جو خدا کا حکم ہوتا ہے اور اسی
وقت اپنا کام انجام دیتا ہے جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس
کا نام "موت کا فرشتہ" یا "ملک الموت" رکھا گیا ورنہ اس کا اصلی نام عزرائیل ہے۔
خدا چاہتا تو حکم دیتا اور ایک دم سے انسان بن کر کھڑا ہو جاتا لیکن ایسا
نہیں ہوا... وہ رفتہ رفتہ کر کے چیزوں کو بناتا ہے۔ اس نے مٹی منگائی مٹی بھی
ایک نہیں بلکہ کئی قسم کی تھی۔ اور پھر رفتہ رفتہ ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف بدلتے ہوئے انسان کا پیکر بنا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کا اصول رفتہ
رفتہ اور تدریجی طور پر کام کرنے کا ہے آج نئی تحقیقات بھی ارتقاء کے متعلق
چھان بین کر رہی ہیں۔ ایولوشن ایک مستقل موضوع بنتا جا رہا ہے لوگ انسان کو
دیکھ کر اندازہ لگا رہے ہیں کہ یہ ایک دم سے ایسا بنا یا رفتہ رفتہ کر کے لیکن خدا

کمال تخلیق

بہتر بتا سکتا ہے کہ اس نے کیوں کر پیدا کیا ہم تو ظاہری حالات کو دیکھ کر پتہ چلائیں گے اور اس نے خود پیدا کیا ہے وہ جو کچھ بتا رہا ہے وہ ایک حقیقت ہے چاہے انسان اس حقیقت کو آج نہیں ہزار سال کے بعد سمجھے لیکن بنانے والا بہر حال جتنا علم رکھتا ہے دیکھنے والا اس سے زیادہ نہیں پتہ چلا سکتا۔ خدا کا اصول یہ رہا کہ اس نے ہر چیز میں صلاحیت پیدا کی اور وہ رفتہ رفتہ کر کے اس شکل میں آتی رہی جس میں وہ چاہتا تھا چنانچہ زمین کی خلقت بھی اسی طرح ہوئی آناً فاناً نہیں ہو گئی اور انسان بھی اسی طرح رفتہ رفتہ کر کے بہت سی منزلوں سے گزرنے کے بعد پیدا ہوا۔ انسان کی خلقت اسی لئے ہوئی تھی کہ خدا دیکھے کون اس کا مطیع اور کون نافرمان ہے یہ کام چند لمحوں کا تھا لیکن خدا نے اس کے لئے ساٹھ سالہ زندگی دی۔

دوسری چیز یہ کہ خدا جو چیز پیدا کرتا ہے وہ جہاں پیدا ہوتی ہے وہاں کے لئے انتہائی ضروری اور مفید ہوتی ہے کسی ردو بدل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً اس نے جنات کو آگ سے پیدا کیا تو ان کے لئے یہی مفید تھا۔ ان کو اگر پر دیئے تاکہ اڑ سکیں تو یہی ان کے لئے مفید چیز تھی انسان کو مٹی سے پیدا کیا تو یہ بہترین صورت تھی اسی طرح ان کو جن جن منازل سے گذارا ان سے گذرنا بھی ضروری تھا۔ اور اس کے علاوہ دوسری کوئی صورت بہتر نہ تھی۔ اس نے مٹی سے پیدا کیا تو انسان کو مٹی پر رہنا بھی زیادہ ہوتا ہے وہ کہیں بھی رہنا چاہے لیکن جو آرام اس کو زمین پر ملتا ہے نہ تو پہاڑوں پر مل سکتا ہے نہ فضاؤں میں۔ آرام کی زندگی وہ زمین ہی پر گذار سکتا ہے اسی طرح اس نے مٹی ایک قسم کی نہ رکھی چار رنگ کی مٹی جمع کی چنانچہ انسان کی طبیعت میں بھی کبھی سختی دکھائی دیتی ہے کبھی نرمی کبھی وہ اچھی زمین کی طرح دوسروں

کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ اور کبھی شور زمین کی طرح بے مصرف ہوتا ہے۔ مٹی بھی چار قسم کی تھی لہذا اس کا اثر اس شکل میں ہوا۔ کہ انسان بھی اسی طرح چار رنگ پر پیدا ہوئے یہ بات بھی انسان کو بہت کچھ غور وفکر کی دعوت دیتی ہے۔ اس سے متعلق لوگوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ انسان کے جسم میں جو چیز داخل ہوتی ہے اس کا اثر اس کے اعضا وجوارح پر پڑتا ہے چنانچہ غذاوں کی تحقیق کی گئی اور پتہ چلایا گیا کہ ہر غذا اپنا اثر چھوڑتی ہے چنانچہ یہ بھی پتہ چلا کہ بعض غذائیں حرام کیوں ہیں اور بعض حلال کیوں اسی طرح بعض جانور حلال ہیں بعض حرام۔ بعض مشروبات حرام بعض حلال۔ حد یہ ہے کہ بعض لباس کا اثر اچھا ہوتا ہے بعض کا برا اسی لئے بعض لباس حرام ہیں بعض حلال کچھ مکروہ اور کچھ کا استعمال کرنا مستحب (یعنی خوشنودی خدا کا سبب) یہ اثرات جسم انسانی میں آج سے نہیں حضرت آدمؑ کے زمانے سے چلے آ رہے ہیں ان کی تخلیق میں جو جو چیزیں شامل کی گئیں ان کا اثر جسم انسانی پر اس وقت ہوا اور آج تک ہے۔ عربی زبان میں ادیم چہرہ کو کہتے ہیں اور چونکہ انسان کا پتلا اسی زمین کی سطح سے تیار ہوا تھا اس لئے اس کو آدم اور اس کی نسل کو آدمی کہا گیا۔

زمین کی سطح سے چار قسم کی مٹی جمع ہوئی چاروں مٹی کو ایک دوسرے میں ملا دیا گیا سب آپس میں مل گئیں تو خدا نے چار قسم کا پانی جمع کیا اور اس مٹی کو پانی کے ساتھ ملا دیا۔ یہ پانی شیریں، نمکین، کڑوا اور گندا تھا ان کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اور جب جسم انسانی تیار ہو گیا تو ان ہی پانیوں نے اپنا اثر دکھایا اور اب بھی انسان کے جسم میں وہ آنکھ کان ناک اور منہ میں موجود ہیں۔ بہر حال خدا نے چاروں مٹی

اور پانی کو آپس میں مخلوط کر دیا - ہر کام اتنی ہی مدت میں ہوا جو اس کام کے فطری طور سے انجام پانے کا تقاضہ تھا ورنہ خدا آن واحد میں پورا انسان پیدا کر دیتا اس نے ایسا نہیں کیا تاکہ چیزیں اپنی فطری صلاحیت سے ترقی پاتی رہیں یہ تدریجی کام خدا کو زیادہ پسند ہے اس لئے اس نے انسان کو ایک قطرہ سے بڑھا کر بچہ اور بچہ سے جوان بنایا حالانکہ غرض خلقت بلوغ کے بعد پوری ہوتی ہے - بہر حال اسی لئے مٹی کے ملائے جانے پھر پانی کے آنے میں اور اس کے آگے کی ہر منزل میں ایک خاص مدت صرف ہوئی جس کی مقدار صحیح طور سے ہم کو نہیں ملتی ہے لیکن بعض مقامات پر چالیس چالیس سال کی مدت بتائی گئی ہے جو ایک حالت سے دوسری حالت میں آنے میں صرف ہوئی - بہر حال اس مدت سے اسوقت بحث نہیں لیکن ایک مدت ضرور صرف ہوئی اور اس سے یہ ضرور اندازہ ہوجاتا ہے کہ جو کام بھی انجام پائے - ان میں ایک حالت سے دوسری حالت تک پہونچنے میں ایک خاص مدت صرف ہوئی اور وہ مدت اتنی ہی تھی جتنی اس کام کے لئے فطری طور سے خدا نے مناسب سمجھی تھی چنانچہ مٹی کے جمع ہونے کے بعد پانی ملایا گیا پانی کے ملنے سے کچھ ایسی شکل ہوگئی جیسی گیلی مٹی یا کیچڑ کی ہوتی ہے پھر کچھ زمانہ گذرا اور اس کو ملایا گیا خوب اچھی طرح سے ملایا گیا جیسے کسی چیز کو گوندھتے ہیں اس طرح مٹی خوب گوندھی جاتی رہی کہ اس میں خمیر پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ مٹی میں چپک سی پیدا ہوگئی -

اس طرح مٹی برابر ملائی جاتی رہی اور پھر اس میں سے کچھ چھوٹے چھوٹے ذرات باہر آئے یہ بے حساب تھے ان کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگی کیونکہ وہی یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کتنی تعداد میں دنیا میں پیدا ہوں گے بہر حال

اس نے وہ تمام ذرات پیدا کر کے ان سے بتا دیا کہ تم سب کو دنیا میں انسانی شکل میں پیدا کروں گا تمہارا کام دنیا میں یہ ہو گا کہ مجھے یاد کرتے رہو مجھے اپنا معبود سمجھو اور میرے علاوہ کسی کو اپنا پالنے والا نہ سمجھو۔ ان سب ذرات سے خدا نے عہد لے لیا اور پھر ان پر فرشتوں کو گواہ بنا دیا کہ دنیا میں جانے کے بعد یہ اپنے اس عہد کو بھول نہ جائیں اور قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگیں کہ اے اللہ ہمیں تو یاد ہی نہ رہا کہ تو نے کیا کہا تھا ہم نے تو اپنے ماں باپ کو گمراہ دیکھا اور ان ہی کے ساتھ ہو گئے۔ ۔ ان سب سے وعدہ لے لیا۔ فرشتوں کو گواہ بنا دیا۔ سب نے اقرار کر لیا۔ تھے تو وہ ذرات لیکن خدا نے ہر ایک کو عقل و فہم عطا کی تھی وہ سب انسان کی طرح بات سُن رہے تھے اور خدا سے ہمکلام تھے۔ کہنے کو اقرار تو ہر ایک نے کر لیا لیکن خدا جانتا تھا کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو دل سے نہیں مان رہے ہیں چنانچہ اس نے اسی وقت ایک آگ روشن کی اور کہا اچھا میرا حکم ہے تم سب اس آگ میں داخل تو ہو جاؤ ان میں جو اصحاب یمین تھے یعنی وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے اور آخرت میں ان کا نامہ اعمال ان کے دست یمین یعنی داہنے ہاتھ میں ہو گا انہوں نے تو حکم خدا پر خود کو بے ساختہ اس آگ میں ڈال دیا جو امتحان کے لئے بنائی گئی تھی اور جاتے ہی آگ ان کے لئے گلزار بن گئی۔ اور اصحاب شمال یعنی جن کے نامہ اعمال دست شمال دبائیں ہاتھ میں ہوں گے انہوں نے جانے میں تذبذب کیا اور آگ کے قریب ہی رک گئے۔ پھر خدا نے پوچھا کیا میں تمہارا اللہ نہیں ہوں تو ان میں جو اصحاب

یمین تھے انہوں نے خوشی خوشی کہا کہ ہاں.... بے شک تو ہمارا اللہ ہے۔ اور اصحاب شمال نے کہا کہ دل تو نہیں مانتا لیکن ہم مجبور ہیں کہ کہیں کہ تو ہی اللہ ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد خدا کی طرف خود ہی مائل ہوتے ہیں اور موقع ملنے پر خدا کے دین سے قریب ہونا چاہتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگ لاکھ کہنے پر بھی نہیں مانتے۔ رسولؐ جیسا بتانے والا تھک گیا ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا لیکن کچھ ایسے تھے ہی جن کے دل میں ایمان نہیں پہونچ سکا یہ عالم ذر یعنی اسی ذرات والے عہد کا اثر ہے کہ بعض لوگ پیدا ہی حق پرست گھروں میں ہوتے ہیں وہ ان حالات میں ہوتے ہیں کہ ماں باپ کو دیکھ کر مذہب حق قبول کر لیتے ہیں اور ان ہی کا طور طریقہ بھی اختیار کر لیتے ہیں اور بعض لوگ ایسے حالات میں پیدا ہوتے ہیں کہ کفر و سرکشی ہی ان کا شعار بن جاتا ہے۔

اس کے بعد امتحان کے لئے خدا نے دنیا میں سب کو بھیجا۔ جو وہاں دل سے وعدہ کر آئے تھے ان کو اپنی معرفت کا اور نیک کاموں کا مزید موقع دیا اور جو وہاں مخالفت کر آئے تھے ان کو بھی عقل دی اور دنیا میں زندگی دے کر ایسے ایسے مواقع پیدا کئے تا کہ اپنی عقل استعمال کریں اور خدا کو پہچان لیں کیونکہ یہ آخری امتحان گاہ ہے اگر اس میں خدا کو آخری وقت تک بھی پہچان لیا تو وہ اصحاب یمین میں شامل کر لیا جائے گا اور قیامت میں اس کی نجات ہو جائے گی اور اس طرح ہر بندہ کو موقع ملا کہ اپنے خدا کو کسی طرح بھی پہچان لے اور قیامت میں نجات حاصل کر سکے ان ذرات کی خلقت کا مقصد یہ تھا کہ روز اول ہی ہر ایک کو خدا کی معرفت کرا دی جائے اور سب کو صحیح راستہ کی خبر دے دی جائے تا کہ دنیا میں آئیں تو اس کی

فطرت میں کلمہ حق کا اثر ہو۔ چنانچہ اسی کو رسولؐ اعظم نے یوں بتایا کہ "ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے" ان ہی ذرات کے اس نقص کے مطابق انسان کافر اور مسلم کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اور قیامت تک پیدا ہوتا رہے گا اگر کوئی طاقت چاہے کہ کسی ذریعہ سے ان کی پیدائش روک دے تو یہ ممکن نہیں خدا بہرحال دنیا میں اسی قدر انسان پیدا کرے گا جتنے ذرات ابتدا میں خلق ہوئے تھے ان میں نہ کوئی کمی ہو سکتی ہے نہ کوئی طاقت اضافہ کر سکتی ہے۔ اگر دنیا کی ساری طاقت صرف کر دی جائے کہ انسان کی تعداد میں کمی آ جائے تو کوئی فرق نہیں آ سکتا خدا اتنے ہی انسانوں کو پیدا کرے گا جن کا وہ قصد کر چکا ہے چاہے اس کے لئے دنیا کی تمام عورتیں بانجھ کرنے کی کوشش کیوں نہ کی جائے چاہے سب کے آپریشن کیوں نہ کر دیئے جائیں لیکن خدا وہ ایسی صورت خود پیدا کر دے گا کہ نسل بڑھے گی اور انسان ان تمام ذرات کو عالم مشاہدہ میں لانے پر مجبور ہو جائے گا۔ خود ہی وہ ایسا انتظام کرتا رہے گا کہ وہ تمام ذرات رفتہ رفتہ کر کے انسان کی شکل میں آ جائیں گے دنیا میں رہیں گے اور وہ کر خدا کے اس عہد کو پورا کر دیں گے یا بغیر پورا کئے ہوئے ہی اس امتحان گاہ سے رخصت ہو جائیں گے۔ اس کے قبل خدا کا ایسا انتظام ہے کہ دنیا کو کوئی طاقت تباہ نہیں کر سکتی۔ اگر ایسے ذرائع کام میں بھی لائے جائیں جن سے نسل انسانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے تو بھی خدا کچھ نہ کچھ افراد کو بچا لے گا جن سے پھر نسل بڑھے گی اور خدا کا ارادہ یقیناً پورا ہو گا۔

اس نے عالم ذر کا واقعہ اسی لئے بتایا ہے کہ ہم جان جائیں کہ یہ خدا کا ارادہ ہے کہ اسی تعداد میں انسان پیدا ہوں اور جب تک سارے انسان پیدا

نہیں ہو جاتے وہ وقت نہیں آ سکتا کہ انسانوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا یا برے اعمال کی سزا دی جائے۔ مومنین جو نیک اعمال کرتے ہیں ان کی حالت رسولؐ بتا گئے ہیں کہ اس قدر مشتاق ہوتے ہیں کہ شوق جنت میں قریب ہے کہ ان کی جان نکل جائے نیک آدمی دنیا کی تکلیفوں پر ضرور سوچتا ہے کہ جلد یہ زندگی ختم ہو اور جنت میں پہونچ کر آرام کی زندگی بسر کرے۔

جس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا نامہ اعمال درست ہے وہ واقعی بے تاب رہتا ہے کہ جلد زندگی ختم ہو اور جنت میں پہونچے۔ اس کی مثال رسولؐ کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ میں ملتی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ "مجھے پروا نہیں کہ مجھ پر موت آئے گی یا میں موت پر جا پڑوں گا"۔

مومن چاہتا ہے کہ جلد جنت تک پہونچے اور اسے دنیا کے مسائل سے فرصت ملے اس لئے مومن کی یہ فطری خواہش کہ خدا جلد سے جلد وہ وقت لائے اور اسی لئے جتنا جلد ہو سکے تمام انسانوں کو جو پیدا ہونے والے ہیں پیدا کر کے دنیا کا کام ختم کرے اور ہمارا حساب کتاب ہو۔ شاید اسی لئے رسولؐ خدا نے مومنین کو دکا فردں کو نہیں اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ شادی کرو اور کثرت سے اولاد پیدا کرو کیوں کہ مجھے اس سے خوشی ہوگی اور بروز قیامت فخر کروں گا۔ شاید رسول نے اس لئے بھی تاکید کی ہو کہ جو لوگ ان کی تعلیمات پر ہوں گے وہی اس حکم کو دل سے سنیں گے اور وہ اپنی اولاد کو ایسی تربیت بھی دیں گے جس سے وہ خدا کو نہ بھول سکیں اس طرح دنیا میں خدا کو ماننے والے زیادہ ہوں گے۔ اسی خیال سے تاکید کی کہ زیادہ سے زیادہ

اولاد پیدا کردیتا کہ زمانہ اتنا نہ گذر جائے کہ لوگ خدا سے بالکل منحرف ہو نے لگیں بہتر یہی ہے کہ تمہاری نسل زیادہ ہو اور تم ہر ایک کو اچھی تعلیم دے سکو۔

ورنہ انسان تو بہر حال اسی تعداد میں پیدا ہوں گے چاہے تمہارے یہاں پیدا ہوں یا غیر اسلامی اور کفر کے ماحول میں بہتر یہی ہے کہ تمہارے گھر میں پیدا ہوں ان کو تم دین حق پر باقی رکھو اور ان کی کثرت سے میں قیامت کے دن دوسرے انبیاء پر فخر کر سکوں کہ ان کی امتوں نے اللہ کو یاد کرنے والے بہت کم تعداد میں پیدا کئے۔ اور میری امت نے اسی کثیر تعداد میں مسلمان پیدا کئے جو اللہ کو ایک مانتے رہے میری رسالت کا اقرار کرتے رہے جنھوں نے بتوں کو نہیں پوجا اور کافر نہیں ہو گئے۔

ان ذرات کے چھوٹے ہونے پر حیرت ہو سکتی ہے کہ کیوں کر خدا نے اتنے مختصر مختصر ذرات پیدا کئے ہوں گے لیکن آج کی دنیا نے تحقیقات کر کے ثابت کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے ذی حیات کی اصل کتنا چھوٹا سا مادہ ہوتا ہے چنانچہ انسان خود بھی ایک چھوٹے سے ذرہ سپرم سے پیدا ہوتا ہے جو ماں کی رحم میں بڑھتے بڑھتے خون کا قطرہ پھر لوتھڑا پھر جسم پھر مکمل انسان بن جاتا ہے اندازہ لگایا گیا ہے کہ جسم انسانی سے جتنے سپرم خارج ہوتے ہیں ان کو اگر جمع کیا جائے اور مصنوعی طریقہ سے ان کو ترقی دی جائے اس طرح کہ ہر ہر سپرم کو پوری غذا ملے وہ بطن مادر کی طرح مصنوعی طور سے خون کا قطرہ بنے اور رفتہ رفتہ بچہ کی شکل میں آجائے اور اس طرح مصنوعی طور سے انسان پیدا ہوں تو ایک مرتبہ جتنے سپرم جسم انسانی سے خارج ہوتے ہیں وہ دنیا کی

زمین کی محبت

موجودہ آبادی کے نصف یعنی تقریباً دو ارب انسان پیدا کریں گے اور اس طرح اگر ایک مرتبہ اور ایسا کیا جائے اور ایک ہی انسان کے صرف دو دفعہ خارج ہونے والے سپرمس یعنی "تخم" کو بڑھایا جائے تو تقریباً ۴ ارب انسان پیدا ہو سکتے ہیں جو آج ساری دنیا کی آبادی ہے۔ تو خدا جب ایسی حیرت انگیز چیزیں برابر پیدا کرتا رہتا ہے تو پھر اس کے لئے کیا حیرت کی بات ہے اگر اس نے پیدا ہونے والے تمام انسانوں کو ذرات کی شکل میں پہلے پیدا کر لیا۔ اور پھر ان کو اسی مٹی میں ملا کر اس سے آدمؑ کا پتلا بنایا اور اس سے ساری نسل انسانی رفتہ رفتہ کر کے پیدا ہوئی اس کی اصل مٹی ہونے کا اثر آج تک باقی ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے ہر چیز جہاں سے نکلتی ہے اسی طرف پہونچنا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ آگ اوپر سے آئی ہے اس لئے وہ ہمیشہ اوپر کی طرف جانا چاہتی ہے اور انسان مٹی سے بنا ہے۔ تو اس کو جو سکون زمین پر ملتا ہے کہیں اور نہیں مل سکتا۔ جتنی محبت اس کو مٹی کے ساتھ ہے دنیا کی دوسری مخلوقات کے ساتھ نہیں ہو سکتی اسی لئے اس کو مادر گیتی کہتا ہے دھرتی ماتا کے نام سے یاد کرتا ہے اور مٹی بھی ماں کی طرح اپنے سینہ سے سیراب کرتی ہے کبھی اوپر کا پانی جمع رکھتی ہے کبھی اپنے بدن سے اس کے لئے غذا پیدا کرتی ہے اور زندگی بھر اس کی ہر راحت کا سامان مہیا کرتی رہتی ہے۔ کوئی مخلوق اس کا ساتھ دے یا نہ دے یہ ہر دم اس کی بھلائی ہی سوچتی ہے۔ انسان اس پر پھاوڑے اور کدال چلاتا ہے لیکن یہ اس کے بدلہ میں پھل پھول اور غلے پیدا کرتی ہے تاکہ اس سے انسان آرام اٹھائے۔ اور جب بھی انسان مرتا ہے تو اس وقت بھی یہی اس کو سہارا دیتی ہے جب اس کے عزیز ماں باپ، بیوی بچے اس سے

دور ہو جاتے ہیں کوئی اس کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا اس وقت زمین ہی اس کو اپنی آغوش میں لے کر چین کی نیند سلا دیتی ہے اور اس وقت تک سلائے رہے گی جب تک کہ اس کو خدا نہ بلائے جب اس کا مالک اس کو پکارے گا اس وقت یہ ان تمام ذرات کو جمع کر کے جن سے انسان بنا تھا خدا کی بارگاہ میں پیش کر دے گی کہ اے اللہ تیری امانت ہے اب تو جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کر۔

مٹی کے بعد دوسری چیز جو ملائی گئی پانی تھا آج بھی انسان پانی سے بہت قریب ہے اس کی طبیعتیں پانی سے ملتی جلتی ہیں۔ اس میں نرمی و اخلاق کا جذبہ پہلے ہے اور سرکشی کا جذبہ بعد میں پانی ایک سیال چیز ہے اس کا اثر جسم انسانی میں خون کی شکل میں اب تک باقی ہے پھر مٹی اور پانی مل کر گیلی مٹی کی شکل میں آئے اس کی مناسبت سے جسم میں دوسری چیز گوشت ہے پھر ان دونوں کو خمیر کیا گیا۔ ان میں ملانے سے چپکنے کی صلاحیت پیدا ہوئی اب بھی اس کا اثر موجود ہے کہ انسان ایک دوسرے کی طرف فطری طور پر کشش محسوس کرتا ہے موجودہ تحقیقات نے اس قسم کی ایک چیز دریافت کی ہے کہ ہر مخلوق ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہے یعنی کشش ہو رہی ہے۔ اسی کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر چیز کی اصل ایک ہی ہے اس لئے فطری تقاضہ یہی ہے کہ چیزیں ایک دوسرے کی طرف مائل ہوں۔ بہر حال انسان کے اندر خمیر کا پیدا ہونا اس کی کشش کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پھر اس منزل میں وہ مٹی کافی عرصہ تک رہی اور رفتہ رفتہ وہ وقت آیا کہ مٹی سوکھنے لگی ہوا سے بھی تعلق قائم ہوا اسی لئے ہوا بھی جسم انسانی کے لئے ضروری قرار پائی۔ مٹی جب سوکھ گئی تو اسی حال میں ایک عرصہ گزر گیا اور پھر اس میں رفتہ رفتہ گرکے سختی آتی رہی یہاں تک کہ اتنی سخت ہو گئی کہ کھنکھنے کی

چار رنگ کی مٹی

کی آواز آنے لگی اس آخری منزل پر جو سختی آئی اس کی مناسبت سے خدا نے جسم انسانی میں ہڈی دانت اور ناخن پیدا کر دیئے اس طرح ہم ان تمام منازل کے اثرات اب بھی اپنے جسم میں پاتے ہیں مٹی کے رنگ جدا گانہ تھے تو جو اعضا و جوارح انسان کو ملے ان کے بھی رنگ اس سے ملتے جلتے ہیں چار رنگ کا امتزاج جسم انسانی کی اصل ہے تو اب بھی سرخ رنگ کا اثر گوشت اور خون میں ہے۔ سفیدی دانت ناخن آنکھ اور ہڈی میں سیاہی آنکھ کی تیلی اور سر و جسم کے بالوں میں پائی جاتی ہے اور غبار آلود رنگ کا اثر کھال پر ہے اور اس کے علاوہ اندرون جسم جو اعضا ہیں ان سے اور بھی ان رنگوں کی مطابقت ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس طرح ہر منزل جس سے وہ مٹی گزر رہی تھی اس کا اثر جسم انسانی پر ہوا اور آج تک کسی نہ کسی شکل میں باقی ہے۔

جنات کو خداوند عالم نے آگ سے پیدا کیا تھا ان کے یہاں ان چیزوں کے اثرات نہیں تھے ان سے ہمارا نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ان کے متعلق خدا نے ہمیں زیادہ بتایا ہے مختصر طور پر یہ کہ وہ خدا کی ایک مخلوق ہیں اور ان میں بھی اچھے برے اب بھی موجود ہیں۔ وہ بھی رسولؐ اکرم کے پاس آئے ہیں انہوں نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور اسلام قبول کیا ہے ان میں بھی مومن و منافق ہوتے ہیں لیکن ان کا سارا زور حضرت آدمؑ سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا اور ہمارا ان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں اور نہ کبھی ہوگا لیکن ان کی تباہ کاریوں کی وجہ سے ملائکہ ہمارے متعلق کچھ غلط فہمی کا ضرور شکار ہو گئے تھے۔

جس وقت جنات نے بہت زیادہ فساد شروع کیا تو خدا نے ان کے بازو ختم کر دیئے پھر جب انہوں نے اور بھی زیادتی کی اور حد سے زیادہ فساد کرنے لگے

تو خدا نے فرشتوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے ان تمام جنوں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح خدا کی زمین تقریباً خالی ہو گئی۔

ملائکہ کو خدا نے پھر واپس نہیں بلایا بلکہ وہیں چھوڑ دیا اس اثنا میں ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید اب زمین ہماری ہو گئی اور خدا اور کسی کو پیدا نہیں کرے گا حالانکہ زمین پر بہتی ہوئی نہریں اس کے پھول پھل درخت پہاڑ اور رنگی برنگی چیزیں ملائکہ کے کام کی نہیں تھیں پھر بھی اس کی دل کشی کو دیکھ کر انہوں نے بہت خوشی خوشی یہاں رہنا شروع کیا اور یہ خیال ہونے لگا کہ اب ہم کہیں جائیں گے اور نہ ہی یہاں کوئی اور آئے گا۔ خداوند عالم کی مصلحت اسی میں تھی کہ جب وہ وقت آئے گا جسے اس نے مقرر کیا ہے تو حضرت آدمؑ پیدا کیے جائیں گے اور ان سے انسان آباد ہوں گے چنانچہ جب وہ وقت قریب آیا تو اس نے ملائکہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ ملائکہ نے سُنا تو وہ سمجھ گئے کہ اب وہ یہاں نہیں رہ سکیں گے۔ خدا کسی اور کو پیدا کرنا چاہ رہا ہے۔ انہوں نے خدا سے کہا کہ پھر تو ویسی ہی مخلوق بنانا چاہ رہا ہے جو جنگ و جدال کرے گی اور خون بہائے گی۔ جبکہ ہم سب یہاں موجود ہیں جو ہر وقت تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں تو پھر ہم ہی کو نہ رہنے دے

یہ ملائکہ کا اپنا خیال تھا جس پر انہوں نے خدا سے سوال کیا خدا چاہتا تو ان کو ساری باتیں بتا دیتا لیکن اس نے صرف یہ کہا کہ جو میں جانتا ہوں اس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔ اس سے دونوں باتیں ہو گئیں یعنی ایک تو یہ کہ تم خلیفہ نہیں بنائے جاؤ گے اور دوسرے یہ کہ آنے والے واقعات کی تم کو خبر نہیں تم کو پتہ چل جائے گا کہ یہ مخلوق صرف فساد کرنے والی ہی نہیں بلکہ اس میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو تم

سب سے عبادت میں افضل ہوں گے جن کی ایک عبادت عالمین کی عبادت سے بہتر ہوگی۔ اگر وہ فساد کرنے والے ہوں جب بھی اس کا حل یہ نہیں کہ ان کو پیدا ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کا حل یہ ہے کہ ان میں ایسے لوگ بھیجے جائیں جو ان کو برائیوں سے روکیں اور میرے راستہ کی طرف بلائیں تو ایسے لوگ بھی ان ہی انسانوں میں سے پیدا ہوں گے جو سارے انسانوں کو ہدایت کریں گے اور دنیا میں امن وامان پھیلا دیں گے۔ اور جس نسل میں ایسے لوگ پیدا ہوں اس کو پیدا کرنا خلاف مصلحت نہیں بلکہ عین مصلحت ہے چنانچہ خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ ان کے لئے مٹی منگائی مٹی گوندھی گئی اور اس سے ایک مجسمہ بنا جس کو ایک عرصہ تک چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ اس میں سختی آگئی اور کھنکھنانے لگا۔ ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ خدا ایک نئی چیز بنا رہا ہے وہ جب بھی ادھر سے گذرتے تو وہ سمجھتے کہ اب تک تو کسی مخلوق کے لئے اتنا اہتمام نہیں ہوا تھا جتنا اس کے لئے ہو رہا ہے وہ سوچتے کہ یہ تو عجیب وغریب مخلوق پیدا ہو رہی ہے وہ خدا کے نیک بندے تھے اس لئے ان کے دل میں اس سے آدمؑ کی عظمت ہی کا احساس ہوتا اور خدا کی صنعت کی تعریف کرتے ہوئے گذر جاتے ان ہی کے ساتھ شیطان بھی آیا کرتا۔ وہ جب گذرتا تو اس کے دل پر کچھ اور ہی اثر ہوتا۔ دل سے خدا کو مانتا نہیں تھا کہ خدا ہے کیا اس لئے جب بھی گذرتا تو دل ہی دل میں کہتا کہ خدا بنا تو رہا ہے اتنے اہتمام سے لیکن کیا ہوا آخر تو یہ ہے مٹی کا بنا ہوا اور ہم جنات آگ سے بنے ہوئے ہیں اور آگ بہتر ہوتی ہے مٹی سے ہم اس سے بہتر ہی ہیں اگر خدا نے اس کو ہم پر کسی طرح کی فوقیت دی تو میں نہیں مان سکتا اگر اس نے اس کی تعظیم کرائی تو میں اس کے آگے اپنا سر نہیں جھکا سکتا کیونکہ میں اس سے افضل ہوں بہر حال یہی سلسلہ

چلتا رہا۔ خدا نے اس کے ان خیالات پر کوئی مواخذہ نہیں کیا کیونکہ یہ بھی خدا کی ایک رحمت ہے کہ بندے کتنے ہی برے خیالات دل میں کیوں نہ لائیں جب تک برا کام ان سے سرزد نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی سزا نہیں دیتا بلکہ ہر طرح موقع دیتا ہے کہ عقل کو استعمال کر کے اس سے باز رہیں اور آخر جب کسی طرح باز نہیں آتے عقل بھی استعمال نہیں کرتے نبی اور دوسرے ہدایت کرنے والوں کی بھی بات نہیں مانتے اور معصیت کرنے لگتے ہیں تو پھر خدا اس پر توبہ کا موقع دیتا ہے جب توبہ بھی نہیں کرتے اور بغیر توبہ کئے موت آجاتی ہے تو پھر اس کی سزا کرتا ہے۔

بہر حال یہ پیکر اسی عالم میں پڑا رہا یہاں تک کہ خدا نے ہوا کے فرشتوں کو حکم دیا کہ چاروں ہوائیں اس پیکر سے اس طرح گزریں کہ کوئی جزو بدن ان کے اثر سے رہ نہ جائے چنانچہ چاروں ہوائیں چلیں اور ان کے اثر سے انسان چار طبیعتوں کا مجموعہ بن گیا۔ پہلے باد شمال چلی اس کے اثر سے بدن میں ہوا پیدا ہوئی۔ ہوا خود لطیف ہوتی ہے اس کے تعلق سے لطیف اثرات اور خصوصیات بھی جسم انسانی میں پیدا ہوئیں۔ ہوا کو جس طرح کوئی نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اس سے پیدا ہونے والے جذبات کو بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ سب سے پہلے انسان کا وہ لطیف ترین جذبہ پیدا ہوا جس سے وہ اپنے جنس مخالف کی طرف کشش محسوس کرتا ہے اسی کو جنسی جذبہ یا سکشول ڈزائر کہتے ہیں جسے ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ لیکن دیکھتا نہیں۔ اس کے علاوہ امید اور حرص کا جذبہ بھی پیدا ہوا ان کی بھی لطافت کا یہی حال ہے۔

دوسری باد جنوب ہے اس نے اپنا اثر کیا اس کے اثر سے خون پیدا ہوا اور خون سے متعلق صفات جسم انسانی میں پیدا ہو گئیں خون ہی سے انسان میں فساد اور لذتوں۔

کی طرف رغبت ہوئی بدکرداری اور خواہشات کی تکمیل کا جذبہ اسی خون کا اثر ہے اور جس کے جسم میں اس کا اثر غالب ہوگا یہ صفات اس میں اسی تناسب سے پائی جائیں گی۔

تیسری باد صبا ہے جس کے اثر سے بلغم پیدا ہوا۔ بلغم سے جو جذبات پیدا ہوئے ان میں غذا کی طرف رغبت نرمی بردباری اور میل جول کی خواہش ہے یعنی مجلسی زندگی کا رجحان اسی بلغم کا طفیل ہے تو جن لوگوں میں بلغم کا اثر زیادہ ہوگا ان میں یہ صفات بھی اسی نسبت سے شدت کے ساتھ پائی جائیں گی کسی بھی چیز کی زیادتی بہر حال نقصان دہ ہوتی ہے اسی طرح بلغم بھی اعتدال پہ ہو تو مفید اور اگر زیادہ ہو جائے تو نقصان دہ بن جاتا ہے اس کی زیادتی کو روکنے کے لئے مذہب نے روزہ رکھنے کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ روزہ سے بلغم کم ہوتا جاتا ہے اور انسان اس کے نقصانات سے بچتا ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ روزہ سے خون کم ہو جاتا ہے لیکن بلغم کی کمی کی طرف اشارہ ضرور کیا گیا ہے اسی سے روزہ کی افادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

چوتھی ہوا دبور ہے اس کے اثر سے جسم انسانی میں صفرا پیدا ہوا جس کو پت بھی کہتے ہیں اس سے غصہ کی خاصیت پیدا ہوئی اسی صفرا کی وجہ سے انسان جلد بازی کرتا ہے مکر و فریب کا جذبہ اسی صفرا کا تحفہ ہے شیطنت شقاوت تکبر اور سرکشی کا جذبہ اسی کی بدولت ہے اس طرح صفرا نے انسان کو زیادہ تر بری ہی صفات دیں لیکن ان صفات کو بھی اعتدال سے رکھا جائے اور اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیا جائے تو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی ہیں۔

چاروں ہواؤں نے جن صفات کو پیدا کیا ان کا مطالعہ خاصہ دلچسپی کا سامان پیدا کرتا ہے اور انسان غور کر سکتا ہے کہ خدا نے ان صفات کو بے کار پیدا کیا یا ان

اگر ہم کوشش کریں تو جسم انسانی کے کسی عضو کو کاٹ
ہی کے ذریعہ ہم کو آزمایا ہے۔ اگر ہم کوشش کریں تو جسم انسانی کے کسی عضو کو کاٹ کر الگ کر سکتے ہیں یا دوسرا تیار کر کے لگا سکتے ہیں لیکن یہ صفات ایسی ہیں کہ نہ کوئی دوا ان کو پیدا کر سکتی ہے نہ کسی انجکشن کے ذریعہ یہ بدن میں داخل کئے جا سکتے ہیں بلکہ یہ صرف خدا کی دین ہیں جس پر شکر کرنا ہمارا فرض ہے اور ان کا صحیح استعمال ہی ان کا صحیح شکر ہے کیونکہ غلط استعمال سے یہی صفات ہم کو خدا کے غضب کا مستحق بنا دیتی ہیں۔ ان ہی صفات سے لوگوں میں امتیاز پیدا ہوتا ہے اسی لئے ہر قوم کے جداگانہ صفات ہوتے ہیں بلکہ ہر ہر خاندان کے صفات مختلف ہوتے ہیں اور یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ ان ہی صفات کی کمی و بیشی سے ہر انسان ایک دوسرے سے مختلف نظر آتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہر شخص کی فطرت جداگانہ ہوتی ہے۔ یہ درحقیقت ان ہی صفات کا امتزاج ہے جو ہر شخص ایک نئی طبیعت پر معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح رنگوں کے امتزاج نے بھی لوگوں میں تقسیم پیدا کی۔ خدا نے چار رنگ کی مٹی پیدا کی تھی۔ سرخ سفید سیاہ اور غبار آلود اسی لئے دنیا میں جو لوگ پائے جاتے ہیں وہ ان ہی رنگوں میں سے کسی ایک رنگ پر پیدا ہوتے ہیں یا ان کے امتزاج سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی رنگ پر انسان نہیں پیدا ہوتا۔

خدا انسانی صفت کو ہر طرح آراستہ کرتا جا رہا ہے پہلے مجسمہ بنایا پھر ہواؤں نے بہت سی ضروری صفات پیدا کیں اور اب خدا نے چار قسم کے پانی جسم انسانی کو عطا کئے ایک شیریں پانی تھا جو حلق میں رکھا گیا تاکہ اس سے چیزوں کا مزہ اچھا معلوم ہو۔ یہ خدا کا احسان ہے اور اس کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب اس قدرتی پانی کا مزہ بدل جاتا ہے اور ہم غذاؤں میں لذت محسوس نہیں کرتے یہ عموماً بیماری کے بعد

ہو جاتا ہے۔ دوسرا نمکین پانی تھا جسے آنکھوں میں دیا گیا اور اس کا فائدہ واضح ہے کہ اگر اس کے بجائے کوئی دوسرا پانی آنکھ میں ہو تو اس کی روشنی خطرہ میں پڑ جائے چنانچہ آنسو کا مزہ بالکل نمک جیسا ہوتا ہے۔ تیسرا تلخ پانی کان میں مقرر کیا جس سے سننے میں سہولت ہوتی ہے اور دوسرے فوائد کے ساتھ اس سے انسان کیڑوں سے بھی محفوظ رہتا ہے اول تو اس کی تلخی سے کوئی کیڑا اندر داخل نہیں ہوتا اگر ہونا بھی چاہے تو تلخی اسے ختم کر دیتی ہے یا بھگا دیتی ہے۔ چوتھا گندا پانی ناک میں مقرر کیا گیا جس سے سانس لینے میں سہولت ہوتی ہے۔

جو لوگ ان علوم سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان چاروں چیزوں کے کتنے فوائد ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہوں تو انسان کتنی مصیبتوں میں پڑ جائے گا بلکہ اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

عزرائیل کے مٹی لانے کے وقت سے اب تک ایک طویل مدت گزر چکی تھی رفتہ رفتہ پیکر انسانی مکمل ہوا ہاتھ پیر بنے آنکھ ناک کان بنے ہر ایک کی ضرورت کی چیز دے دی گئی ہر ہر خاصیت پیدا ہوئی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود سارا مجسمہ ابھی تک بالکل بے کار تھا کوئی عضو کام نہیں کر سکتا تھا آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں کان سن نہیں سکتے۔ ہر عضو موجود ہے صرف ایک روح کی کمی سے انسان بے کار محض پڑا ہوا تھا اور شاید اسی کو خدا نے ایک مقام پر قرآن میں اس طرح بتایا ہے کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا یعنی وہ تھا تو لیکن ابھی کچھ نہیں کی منزل میں تھا۔ کیونکہ روح نہیں تھی۔ سارے ملائکہ بے چینی سے منتظر تھے کہ جلد روح پھونکی جائے اور ہم دیکھیں کہ یہ کیسی چیز ہے لیکن خدا ہر کام بڑے اطمینان

سے کرنا پسند کرتا ہے اس لئے اس نے یہاں بھی کوئی جلدی نہیں کی ہر کام رفتہ رفتہ ہوا اور جب سارے کام انجام پا گئے۔ تو وہ وقت آ گیا جس کو خدا نے "بہترین وقت" کہا ہے جس میں انسان کو وہ چیز ملی جس نے انسان کو کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا۔

قبلۂ ملک

خدا نے ملائکہ کو خطاب کر کے کہا کہ دیکھو جب میں اپنی اس مخلوق کو مکمل کر کے اپنی روح پھونک دوں اور یہ جیتا جاگتا انسان بن جائے تو تم سب کے سب اس کی تعظیم میں جھک پڑنا اور اس کو سجدہ کرنا۔

پیکر بالکل تیار تھا صرف روح کی کمی رہ گئی تھی انتظار تھا کہ روح داخل ہو اور یہ مخلوق اٹھ کھڑی ہو لیکن روح ابھی نہیں داخل ہو رہی تھی۔

بذات خود روح خدا کی ایک عجیب و غریب مخلوق ہے اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بڑھا ہوا ہے روح کی عظمت کے متعلق بہت سی حدیثیں پائی جاتی ہیں مختصر یہ کہ یہ ایک اس کی بہترین مخلوق ہے جو کسی مادہ سے نہیں بنی کہ اس کو ہم دیکھ سکیں، یا اشارہ کر سکیں اس کو سمجھنے کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ بتا سکیں کہ کیسی چیز ہے صرف عقل بتا سکتی ہے چنانچہ ایک چلتا پھرتا انسان کسی حادثہ سے چند لمحوں میں مر کر بے کار ہو جاتا ہے اعضاء و جوارح سب ہوتے ہیں لیکن کوئی عضو کام نہیں کرتا تو جو چیز اس میں اب نہیں ہوتی جو چیز اس میں سے نکل جاتی ہے وہی رُوح ہے چنانچہ حضرت آدمؑ کا پیکر تیار تھا لیکن جس کمی کی بنا پر کوئی عضو بدن کا کام نہیں کر رہا تھا۔ اسے رُوح کہتے ہیں۔ لوگوں نے آ کر ایک دفعہ رسولؐ سے پوچھا کہ یا حضرتؐ رُوح کیا

ہے تو خدا نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو "روح میرے رب کا حکم ہے"۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے حکم کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی جس سے ہم روح کو سمجھ سکیں۔ اتنی تحقیقات ہو چکیں اگر یہ بھی کوئی مادی چیز ہوتی تو اس کا بھی پتہ چل جاتا اور اس کو بھی اگر پیدا نہ کیا جا سکتا تو کم سے کم محفوظ کر لیا جاتا اور ہر بڑا آدمی روح لے کر موت سے بچا رہتا اور جب موت آتی ایک نئی روح پھونک دی جاتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک امر ربی ہے اور اس کو لوٹانا ان ہی کے اختیار میں ہے جو خدا سے دعا کر کے مانگ سکیں۔ خدا نے اس پیکر کے لئے ایک خاص روح پیدا کی اس کو دوسری روحوں سے افضل قرار دیا اور حکم دیا کہ تجھ کو جس جسد خاکی کے لئے بنایا گیا ہے اس تک میرے تمام انوار عالیہ سے گزرتی ہوئی پہونچ جا اور اس کے اندر داخل ہو جا روح چلی ہر نور سے گذری ان انوار نے اس پر اپنا اپنا اثر چھوڑا یہاں تک کہ سب سے گزر کر وہ زمین کے قریب پہونچ گئی۔

حکم ہوا کہ اس جسد میں داخل ہو جا۔ روح نے اس پیکر آدم کو دیکھا پھر اپنی طرف نظر کی دونوں کا فرق ظاہر تھا بارگاہ ایزدی میں یوں اس نے کہا کہ بار الٰہا میں فضا کی رہنے والی اس چھوٹے سے پیکر میں کیوں کر داخل ہو جاؤں۔ اس دعا کا وہی نتیجہ ہوا جو اس سے پہلے اس قسم کی دوسری خواہشوں کا ہو چکا تھا دوبارہ حکم آیا کہ ہم نے تجھے اسی مخلوق کے لئے پیدا کیا ہے اگر سہولت سے داخل نہیں ہو سکتی تو مشکل اور دقت کے ساتھ داخل ہو جا بہر حال تجھے داخل ہونا اسی پیکر میں ہے اور اسی لئے تو بنی ہے۔

جب روح نے سنا کہ اسی کام کے لئے پیدا ہوئی ہے تو متوجہ ہوئی جسد آدم

کی طرف خود با عظمت جسد آدمؑ کے راستے تنگ اس نے توقف کیا اور پھر سب سے پہلے حکم خدا کے مطابق تالو سے ہو کر آنکھوں میں پہونچی۔ آنکھوں میں روشنی آئی تو آدمؑ نے اپنے جسم کو دیکھا اور دوسری چیزوں پر نظر پڑی اوپر بلندی کی طرف خدا کی خاص قدرت سے عرش تک نظر پہونچی وہاں ان کو کچھ لکھی ہوئی چیز نظر آئی حکم خدا سے پڑھا تو لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمدؐ رسول اللّٰہ۔ زندگی کے ساتھ پہلی چیز کلمہ شہادت نظر آئی۔ اور شاید اسی لئے یہ قاعدہ بن گیا کہ ہر نبی اور ولی نے پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کی رسالت کی گواہی دی۔

خدا نے سب سے پہلے آنکھ میں جان ڈالی شاید اس لئے۔ انسان بھی سب سے پہلے جس چیز کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے وہ آنکھیں ہی ہیں۔

اس کے بعد اس نے کان کا رُخ کیا کان میں جان آئی ملائکہ تسبیح میں مصروف تھے ان کی تسبیح سن کر آدمؑ کے کان کھڑے ہوئے ابھی تک تو اپنے خالق کی پیدا کردہ چیزوں کو دیکھ رہے تھے اب یہ بھی سُنا کہ ملائکہ کس طرح اس کی تسبیح خوانی میں مصروف ہیں۔

آنکھ کے بعد خدا نے جان ڈالنے کے لئے کان کو منتخب کیا اب بھی ایک سوتے ہوئے انسان کو جگایا جائے تو سب سے پہلے وہ آنکھیں کھول دیتا ہے۔ آواز نہیں بھی سنتا لیکن آنکھیں اپنی کھول دیتا ہے اور پھر اس کے بعد فوراً ہی کانوں میں حس آجاتی ہے اور سننے بھی لگتا ہے اور اسی طرح دوسرے اعضاء پر رفتہ رفتہ اثر ہوتا جاتا ہے۔

کانوں کے بعد روح نے سر کا رخ کیا وہاں جان آئی اور آدمؑ نے آنکھ

آدم کا پہلا کلام

شروع کیا روح آدم سے دیکھی ہوئی چیزوں اور کان سے سنی ہوئی باتوں پر سوچنا شروع کیا روح آدم کے سر میں گھومتی رہی اور حضرت آدمؑ سوچتے رہے لیکن ابھی بولنے کی طاقت نہ تھی۔ سر سے نکل کر روح ناک کے پردوں میں پہونچی۔ ناک میں جان آتے ہی حضرت آدم کو چھینک آئی۔ جس سے بدن پر زور پڑا اور اس زور نے جسم کے بند راستوں کو کھول دیا حضرت آدم نے خود کو بہتر محسوس کیا جسم میں شگفتگی آئی خدا کی نعمتوں کا خیال ہوا روح نے زبان کا رُخ کیا اور زبان میں طاقت آتے ہی حضرت آدمؑ نے کہا۔ الحمدُ لِلّٰہِ الّذی لم یَزَل۔ شکر ہے اس خدا کا جس کو فنا نہیں۔ خدا کا اصول ہے کہ اس کی نعمت پر اگر شکر کیا جائے تو وہ اس نعمت کو بڑھا دیتا ہے قرآن میں اس نے وعدہ کیا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں پر شکر کروگے تو میں یقیناً ان کو بڑھا دوں گا۔ اور احادیث نے وضاحت کی ہے کہ خدا مومن کو ایک نعمت کا کچھ حصہ دیتا ہے اگر اس پر وہ شکر کرتا ہے تو اپنی نعمت کو وہ پوری کر دیتا ہے ورنہ باقی نعمتیں روک لی جاتی ہیں۔

حضرت آدمؑ نبی تھے بھلا وہ خدا کی نعمت پر شکر کیوں نہ کرتے جیسے ہی زبان میں طاقت آئی حمد خدا کی اور خدا نے فوراً جواب دیا کہ آدم یَرحَمُکَ رَبُّکَ۔ "تمہارا پالنے والا تم پر اور زیادہ رحمت نازل کرے" یہ وعدہ تھا جو خدا نے شکر آدمؑ پر کیا تھا چنانچہ اس کی بے شمار نعمتیں حضرت آدمؑ کو ملیں۔ حضرت آدمؑ نے اپنا نقصان بھی کیا لیکن پھر بھی خدا نے انکو اسی طرح نعمتیں دیں جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا اس وقت سب سے بڑی نعمت یہی تھی کہ سب سے پہلے ان ہی کو خلق فرمایا تھا اور بنی نوع انسان کا اوّل اور جدِ اعلیٰ بنا رہا تھا۔

پہلی بات جو دہن آدمؑ سے نکلی وہ خدا کا شکر تھا اس پر خدا خوش ہوا اور اس نے کہا آدمؑ آج سے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ بات مقرر کر دے رہا ہوں کہ جو تمہاری طرح عطسہ یعنی چھینک آنے پر شکر کرے گا اس پر خدا اپنی رحمت نازل کرے گا وہ دنیا سے دور اور اللہ سے قریب ہوتا جائے گا اور شیطان دنیا میں انسان کو زیادہ سے زیادہ اُلجھانا چاہتا ہے اسی لئے شاید حکیم دو عالم نے فرمایا کہ شیطان کو یہ بات سب سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے کہ لوگ آدمؑ کی طرح چھینک آنے پر الحمدللہ کہیں اور خدا ان پر وعدہ کے مطابق رحمت نازل کرے۔ لوگوں کو اپنے بزرگوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس قسم کی عادتیں بچپن ہی سے ڈال دی ہیں جن سے ہم بے محنت رحمت خدا کے مستحق بنتے رہتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ایک وقت میں اتنی قیمتی معلوم ہوں گی کہ انسان سوچے گا کاش ان ہی باتوں کو بکثرت کرتا رہتا۔ حالت یہ تھی کہ جسد آدمؑ کے جس حصہ میں روح آتی وہ حصہ اپنا مصرف خود بتا دیتا آنکھیں کھلیں تو خود سمجھ گئے کہ اس سے دیکھا جاتا ہے کان میں جان آئی تو اس نے بتا دیا کہ یہ سننے کے لئے ہے اسی طرح روح رفتہ رفتہ گردن شانوں اور سینہ تک پہونچی قلب کو متحرک کیا اور بطن سے ہوتی ہوئی کمر تک آئی رفتہ رفتہ گھٹنوں کو چھوا اور جس وقت قدموں میں پہونچی تو حضرت آدمؑ خود بخود کھڑے ہو گئے اپنے جسم کو دیکھا عالم پر نظر کی آج تک کسی اور کو خدا نے پیدا ہی نہ کیا تھا اسلئے آدمؑ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی ملائکہ حسن و جمال آدم پر خود ہی عش عش کر رہے تھے کہ بتایا گیا کہ وہ وقت آگیا جس کے لئے تمہیں پہلے ہی

سے حکم دیا گیا ہے اب تم اس کے آگے جھک جاؤ۔
جبرئیلؑ شوق عبادت میں آگے بڑھے سجدہ میں سر جھکا دیا میکائیلؑ بڑھے اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ نے سجدہ کیا اور پھر تو سارے ملک جوق در جوق جھک پڑے حضرت آدمؑ کھڑے ہوئے تھے اور ان کے سامنے بے شمار ملائکہ قطار در قطار سجدہ میں مصروف تھے عجب منظر تھا جو دنیا میں پہلی بار پیش آیا اور ویسا منظر پھر دکھا گیا۔ ہمارے سجدے مختصر چند لمحوں کے ہوتے ہیں لیکن ملائکہ کا سجدہ طویل ہوتا ہے جمعہ کا دن تھا اور زوال کا وقت جبکہ آدم کا سجدہ شروع ہوا اور عصر تک سب اسی عبادت میں مصروف رہے خدا نے بھی اس دن کو ہمیشہ کے لئے منتخب کر لیا اس کے فضائل زیادہ کر دیئے ہفتہ میں اُس دن کو روز عید بنا دیا۔ اس کے شب و روز کو دعاؤں کے قبول ہونے کا دن قرار دیا اور آج تک روز جمعہ کی فضیلت کا یہی حال ہے۔

سب کچھ ہوتا رہا لیکن ایک بات بالکل واضح تھی کہ شیطان جو برابر عبادت کیا کرتا آج بالکل الگ تھلگ رہا کہاں تو یہ کوشش کہ ہر ملک سے عبادت میں آگے بڑھ جائے ایک ایک سجدہ پانچ پانچ سو سال کا ہوتا تھا لیکن آج جب کہ ملائکہ جوق در جوق آدم کو سجدہ کرنے میں مصروف تھے۔ شیطان پر کوئی اثر نہ ہوا وہ الگ کھڑا سب کو دیکھتا رہا ملائکہ تو سجدہ میں مصروف تھے اولیٰ خدا نے خطاب کیا کیوں تو کیوں نہیں سجدہ کر رہا ہے کیا تو کچھ بہت بڑا ہو گیا ہے یا تجھے کچھ تکبر ہو رہا ہے آخر الگ تھلگ کیوں ہے اس نے کہا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس مخلوق کو مٹی سے اب تو مجھ سے ...... مٹی کے پتلہ کو سجدہ کرا رہا ہے جبکہ

آگ مٹی سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے آگ مٹی کو کھا کر ختم کر دیتی ہے پھر آگ کیوں مٹی کے سامنے جھکے۔ میں نے تو تیری عبادت بہت کی ہے برسوں سجدے کرتا رہا ہوں بڑے بڑے مقرب ملائکہ کے ساتھ تیری تسبیح کرتا رہا ہوں اب اس مخلوق کو تو سجدہ کر نہیں سکتا۔ قدرت نے کہا ہاں شیطان میرے علم میں یہ بات تھی کہ میرے ملائکہ ہمیشہ میری اطاعت اور عبادت کریں گے ان سے حکم عدولی نہیں ظاہر ہوگی اور یہ بھی میں جانتا تھا کہ تجھ سے معصیت ظاہر ہوگی۔ میرا علم صحیح ہوتا ہے تیری عبادتوں نے کچھ فائدہ نہیں پہونچایا اور تو میری حکم عدولی کر ہی گیا تیرے سجدے بہت تھے لیکن میری اطاعت نہیں تھی۔ عبادت کا مطلب سجدے کرنا نہیں میرے حکم کی پابندی اور اطاعت کرنا ہے۔ تو نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی آج سے تو میری رحمت سے مایوس یعنی 'ابلیس' ہے تجھ پر میری لعنتیں ہمیشہ ہمیشہ ہوتی رہیں گی۔ تو راندہ درگاہ ہے میرے ملائکہ اور نیک بندے ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے۔ تو اب یہاں سے نکالا جا رہا ہے اب میری مخلوق تجھ کو پتھر مار کر نکال دے گی اور ہمیشہ تیری مذمت ہوتی رہے گی۔ یہ اعلان ہوتے ہی شیطان کی صورت بدلی انتہائی بدشکل اور کریہہ المنظر ہوگیا۔ ملائکہ آگے بڑھے جبرئیلؑ نے بڑھ کر لعنت کی میکائیلؑ بڑھے اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ نے لعنت بھیجی پھر تو تمام ملائکہ نے شیطان کو اچھی طرح لعنت کرنی شروع کی سب کہہ رہے تھے انت اللعین انت الرجیم، ملائکہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ ہم کو دھوکہ دے رہا تھا تو انہوں نے خوب خوب اس کو برا بھلا کہا اور اس کے اثر سے شیطان ان سے دور چلا گیا ملائکہ نے پیچھا کیا اور وہ اور دور بھاگا، اور وہاں سے بھاگتا رہا یہاں تک کہ ان سے بہت دور ہوگیا اب اس نے اپنے سارے مکر و فریب کو بیکار

پایا جو جال اس نے پھیلائی تھی اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ملائکہ بھی اس کی حقیقت سمجھ گئے اور خدا نے نئی مخلوق کے سامنے بھی اس کی حقیقت بالکل واضح کر دی۔ اب بھی خدا کی معرفت ہوتی اور طبیعت میں کچھ بھی خدا کا خیال ہوتا تو فوراً خدا سے معافی مانگ لیتا اپنے گناہ بخشوا تا کہتا کہ اچھا اب سجدہ کر لیتا ہوں مجھے معاف کر دے اس کے برخلاف اس کو اپنی عبادت یاد آئی سوچا کہ کیا وہ سب بے کار جائے گی کیا خدا اس کا کوئی بدلہ نہ دے گا خدا کو جانتا نہ تھا اس لئے پھر وہی خیالات آنے لگے پوچھا کہ" اے اللہ کیا میرے اعمال کا کوئی بدلہ نہ ملے گا" اگرچہ کہ اعمال سب خدا کی اطاعت کے جذبے نہیں کئے گئے تھے پھر بھی وہ بہت بڑا رحیم ہے نیک کام کا ہر حال میں بدلہ دیدیتا ہے اس نے کہا کہ نہیں تو نے جو اب تک عبادتیں کی ہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ اور تو جو جی چاہے بدلہ مانگ لے تجھ کو اختیار ہے۔ خدا نیک کاموں کا بدلہ بہت دیتا ہے اگر شیطان خدا پر چھوڑ دیتا کہ تیرا جو جی چاہے دے تو پتہ نہیں وہ کیا دیتا لیکن اللہ شیطان کا بھی خالق ہے وہ جانتا تھا اس کی فطرت کو۔ اس نے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے مانگ لے دیدوں گا۔ اللہ اکبر! اس قول کی اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اللہ جیسا قادر مطلق کہے کہ جو چاہے مانگ لے ذرہ بھی وہ معقولیت سے کام لیتا تو کہتا کہ تو میرے گناہ کو بخش دے آدمؑ کا سجدہ کئے لیتا ہوں لیکن سرشت میں تو بدی بھری تھی اس نے بجائے گناہ بخشوانے کے حضرت آدم سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ کہا اے اللہ مجھے قیامت تک کی زندگی دے کہا کہ ایک وقت معلوم تک تجھے مہلت ہے (ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دنیا میں کوئی نافرمان زندہ نہ بچے گا یہ وہ وقت ہو گا جب حضرت امام

مہدیؑ تشریف لائیں گے شیطان بھی دوسرے سرکشوں کے ساتھ ان ہی کے ہاتھوں مارا جائے گا اسی لئے خدا نے ایک وقت معلوم کہا۔ اس نے کہا اچھا مجھے ان پر تسلط و اختیار دے کہا منظور ہے ابھی اس کی تسلی نہیں ہوئی کیوں کہ اس کو تو کمزحتی کر کسی طرح بھی بنی آدم گمراہی سے بچ نہ سکیں چنانچہ اس نے کہا کہ جس طرح خون ان کے رگ وریشہ میں دوڑتا ہے اسی طرح میں بھی ان میں سرایت کر جاؤں یہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ کہا ان کی ذریت میں جتنے بچے پیدا ہوں اس سے دونی تعداد میرے یہاں پیدا ہوں کہا یہ بھی تجھ کو دیا گیا۔ کہا ابھی اور ایک خواہش ہے ارشاد ہوا پیش کر کہا کہ ان میں سے کوئی مجھے نہ دیکھ سکے ان کی نظروں سے پوشیدہ رہوں لیکن میں ہر ایک کو دیکھوں خدا نے یہ خواہش بھی پوری کر دی تو اب ملعون کے سمجھ میں نہیں آیا کہ اور کیا مانگے کہا اللہ اب خود تو اور کچھ دے کہا جا تیرا ٹھکانہ بنی آدمؑ کے دلوں کو بناتا ہوں شیطان اس پر خوش ہو گیا اور اس نے کہا کہ اب تیری مخلوق کو خوب بہکاؤں گا جس طرح تو نے آدمؑ کو سجدہ کا حکم دے کر مجھے گمراہ کیا ہے اسی طرح اب تیری مخلوق کو تجھ سے دور کر دوں گا ان کو آگے سے پیچھے سے دائیں اور بائیں ہر چہار طرف سے آکر بہکاتا رہوں گا اور تو دیکھ لینا کہ اکثر انسانوں کو تیری نعمتوں سے غافل کر دوں گا تاکہ نہ تیرا شکر ادا کر سکیں نہ تیری رحمت ان کو ملے۔ سوا تیرے چند مخلص بندوں کے میرے پھندے سے کوئی نہ بچے گا۔

خدا نے کہا جا تو قابل ملامت اور سرزنش ہے جو لوگ تیری بات مانیں گے ان کو اور تجھے سب کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ مجھے کسی کی پروا نہیں تو بھی

ملعون ہے اور تیری بات ماننے والے بھی میرے عذاب کے مستحق۔ تجھ کو بھی جہنم میں ڈال دوں گا اور تیرے ماننے والوں سے بھی اُسے بھر دوں گا۔

حضرت آدمؑ اپنی نسل کا یہ حال سنکر کانپ اٹھے بارگاہ احدیت میں ہاتھ اٹھا دیئے معبود یہ شیطان تو میری ساری نسل کو گمراہ کر دے گا یہ ان کا دشمن ہے اور اس طرح یہ کسی کو نہیں چھوڑے گا پھر اے مالک تو ہماری اولاد کو کیا دیتا ہے کہا ان کے ہر گناہ کی سزا برابر ہوگی اور ہر نیکی کا دس گنا اجر دوں گا۔ ان کے گناہوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا جو ان میں سے مرتے دم تک توبہ کرلے گا اس کے تمام گناہوں کو بخش دوں گا حضرت آدمؑ اس جواب پر خوش اور مطمئن ہو گئے کہ اب جو بھی سمجھ دار ہوگا وہ عذاب الٰہی سے بچ جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ سب کچھ ہوا اور اسی اصول پر آج تک دنیا چل رہی ہے شیطان نے حکم خدا کی اہمیت نہ جانی اور سراسر اپنا نقصان کیا۔ اس کو اس سے کیا غرض تھی کہ کس کو سجدہ کرا رہا ہے باپ اگر بیٹے سے کسی فقیر کو بھی پانی پلانے کا حکم دے تو وہ اسے پلاتا ہے اس لئے نہیں کہ فقیر اس سے بڑا ہے اور یہ اس سے کم درجہ بلکہ صرف اس لئے کہ باپ کا حکم ہے یہاں بھی اسی طرح خالق کل خدا کا حکم تھا۔ اور اس کا یہ خیال کرنا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے یہ بھی درست نہیں تھا بہت سی باتیں مٹی میں پائی جاتی ہیں جو آگ میں نہیں ہیں مثلاً آگ سرکش ہے اور مٹی متواضع ...۔ آگ امانت دار نہیں جو چیز ڈالی جائے اسے ختم کر دیتی ہے مٹی امین ہے اس میں ہزاروں خزانے اب بھی دفن ہیں

جن کا کسی کو علم تک نہیں ۔ اور مالک جب چاہے نکال لے سکتا ہے ۔ آگ پر کوئی نقش و نگار بنایا جائے تو نہیں بن سکتا ۔ مٹی اس کی بھی اہل ہے ۔ یہ صرف اس کا قیاس تھا ورنہ درحقیقت مٹی افضل ہے ۔ ورنہ خدا اشرف المخلوقات کے لئے اس کو منتخب نہ کرتا ۔ انسان کو دوسری مخلوقات پر اس نے فضیلت دی ہے اور وہ سب سے بہتر ہے ۔ دوسرے یہ کہ خود مٹی یا حضرت آدم تو سجدہ کرنے کے لئے نہیں کہے تھے حکم تو اس کے خالق کا تھا آخر انسان بھی صرف اسی کے حکم سے ایک مٹی کے بنے ہوئے گھر کی طرف سر جھکاتے رہتے ہیں ۔ صرف اس لئے کہ اسس کا حکم ہے وہ مشرق کی طرف کہے یا مغرب کی طرف اطاعت کا مطلب یہی ہے کہ انسان سر جھکا دے ۔ اس کے برخلاف شیطان اکڑنے لگا اور آگے چل کر اس نے خدا پر اعتراضات بھی کئے جو دلچسپ ہیں اور ان کا تعلق اِن ہی باتوں سے ہے اس نے کہا میں مانتا ہوں کہ میرا ایک خالق ہے لیکن اس کی حکمت پر میرے چند سوالات ہیں ۔

پہلی بات تو یہ کہ آخر دنیا کو پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی نہ پیدا کرتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا اس کے برخلاف کافر کو اس دنیا سے نقصان ہی پہونچے گا کیونکہ دنیا نہ ہوتی تو اس کو گناہ کرنے کا موقع ہی نہ ملتا اور اس طرح گنہگار نہ بنتا ۔

دوسرے یہ کہ اگر پیدا کر بھی دیا تھا تو شریعت کی کیا ضرورت تھی یہ کرو ، یہ نہ کرو اس سے کیا فائدہ جبکہ وہ جانتا تھا کہ کون ان میں اس کی اطاعت کرے گا اور کون نہیں کرے گا بغیر پیدا کئے ہوئے لوگوں کو جنت و جہنم میں بھیج دیتا ۔

(حالانکہ خود وہ سب سے پہلے کہتا کہ مجھے کس قصور میں جہنم میں بھیجا گیا۔)

تیسرا اعتراض یہ کہ اس نے مجھے اپنی عبادت کا حکم دیا تھا وہ میں کر رہا تھا اب یہ آخر اس کو کیا سوجھی کہ آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس سے کیا فائدہ۔ (حالانکہ فائدہ واضح ہے کہ ملائکہ شیطان کو سمجھ گئے۔)

چوتھے یہ کہ آدم کو سجدہ کا حکم دیا میں نے اس کی نافرمانی کی اس پر مجھے سزا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر نہ بھی دیتا تو اس کا کیا بگڑ جاتا جبکہ میرا سراسر نقصان ہوا۔

پانچویں یہ کہ جب مجھے ملعون اور راندہ درگاہ کر دیا تھا تو پھر جنت میں کیوں جانے دیا کہ اس سے آدمؑ کے دل میں اس درخت سے کھانے کا خیال پیدا ہوا (اس کی تفصیل آتی ہے)

چھٹے یہ کہ جب میں آدمؑ کو بہکا سکتا ہوں تو پھر اس نے ان کی اولاد پر مجھے تسلط کیوں دیدیا کہ ہمیشہ سب کو بہکاتا رہوں۔

ساتویں یہ کہ جب میں نے ایک مدت طویل کی مہلت مانگی تو اس نے مہلت کیوں دی جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے دنیا میں برائیاں بڑھیں گی اور دنیا میں برائیوں کا کم ہونا بہتر تھا اگر مجھے مہلت نہ دیتا تو ہر طرف نیکی ہی نیکی ہوتی۔

یہ سات اعتراض شیطان نے پیش کیے جو سب انتہائی غیر معقول ہیں اور ہر سمجھدار ان کی لغویت کو سمجھتا ہے اور اگر کوئی ان میں سے کسی سوال کو معقول سمجھے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں اُسی قدر شیطان کا اثر ہے۔ ..... یہ اعتراضات شیطان ہی کے ہیں اور اسی کے بہکائے ہوئے دلوں میں ایسے خیالات آ سکتے ہیں

ان کا جواب اگرچہ کہ بہت کچھ دیا گیا ہے اور بڑی بڑی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ لیکن درحقیقت ایسی باتوں کے جواب کی ضرورت نہیں خدا کو نہ پہچاننے والا ہی اس قسم کی بات سوچ سکتا ہے چنانچہ خدا نے بھی شیطان کا جو جواب دیا وہ بے مثال اور عین فطری ہے۔

پردہ جلال و غیب سے آواز آئی کہ شیطان تو مجھے نہیں جانتا اگر میری معرفت ہوتی تو تجھے اس کی خبر بھی ہوتی کہ میرے کسی فعل پر کوئی اعتراض کرنا غلطی ہے میرے علاوہ کوئی اللہ نہیں میں ہی واحد اللہ ہوں اور میرے کام پر کوئی اعتراض یا سوال ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جواب مختصر ہے لیکن کافی ان چند جملوں کی روشنی میں ہر سمجھدار شخص شیطان کی اتنی بکواس کا پورا جواب خود نکال لے سکتا ہے۔ اور سمجھ سکتا ہے کہ اس کا ہر اعتراض خدا کی معرفت نہ ہونے کے سبب سے پیدا ہوا۔ ورنہ اس کے ہر فعل میں مصلحت ہوتی ہے۔ پھر خدا نے حضرت آدمؑ کو بتایا کہ شیطان یقیناً تمہاری اولاد کو بہکائے گا لیکن میرے مخلص بندوں، میری اطاعت کرنے والوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں تمہاری نسل سے ایسے ایسے لوگوں کو پیدا کروں گا جو ہدایت کا سرچشمہ ہوں گے جو لوگوں کو شیطان کی باتوں سے آگاہ کریں گے ان کے فساد اور خونریزی کو رد کریں گے اور لوگوں کو سیدھے راستہ پر لگاتے رہیں گے وہ خود تکلیف برداشت کرینگے لیکن اپنی امت کو بچانے کی پوری کوشش کریں گے اور ان کو بتاتے رہیں گے کہ اللہ کن باتوں کو پسند کرتا ہے اور کن کو نہیں۔ اور سب کے سب آدم تمہاری ہی نسل سے ہوں گے۔

ملائکہ کو تعلیم

حضرت آدم نے کہا بار الہا مجھے بھی بتا دے وہ لوگ کون ہوں گے جو اتنے بڑے کام انجام دیں گے خدا نے کہا دیکھو آدم یہ ہیں وہ لوگ یہ انبیاء ہیں اولیاء ہیں اور راہ حق کی طرف بلانے والے لوگ ہیں یہ سب تمہاری اولاد ہیں ان کا مرتبہ بہت زیادہ ہے پھر خدا نے ان سب کے نام ایک ایک کر کے حضرت آدم کو بتا دیئے آدمؑ بہت خوش ہوئے۔ پھر خدا نے بتایا کہ ملائکہ کو بھی حیرت تھی کہ خدا زمین پر ایسے لوگوں کو کیوں پیدا کر رہا ہے جو فساد کریں گے آدم ان کو علم نہیں تھا اسی لئے یہ سوال کیا۔ پھر خدا نے ان تمام افراد کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ تمہیں خبر بھی ہے یہ کون لوگ ہیں اگر تم اپنے اُس خیال میں سچے تھے کہ آدمؑ کی پوری نسل فسادی ہو گی تو بتاؤ یہ کون لوگ ہیں۔ ملائکہ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو حیرت سے آنکھیں کھلی رہ گئیں سب نے کہا اللہ تیری ذات پاک و بلند ہے ہم کو بس اسی کا علم ہے جو تو نے بتایا ہے ہاں تو بے شک سب کچھ جانتا ہے اور بڑی حکمت والا ہے خدا نے کہا آدم بتا دو کہ یہ کون لوگ ہیں انہیں ہر ایک کا نام بتا دو کہ یہ تمہارا پوتا نوحؑ ہے یہ تمہاری ذریت میں یونسؑ ہیں ادریسؑ ہیں الیاسؑ ہیں۔ ابراہیمؑ ہیں، ان کی آل سے موسیٰؑ ہیں عیسیٰؑ ہیں انبیاء بنی اسرائیل ہیں داؤدؑ ہیں سلیمانؑ ہیں اور سب سے بڑھ کر نور اول افضل المرسلین احمد مجتبیٰؐ ہیں اُن کے اہل بیت ہیں ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی ملائکہ نے یہ خیال کیا کہ پیدا ہونے والے فسادی اور خونریزی کرنے والے ہوں گے۔ حضرت آدمؑ نے ہر ایک کے نام بتا دیئے تو خدا نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ میں آسمان و زمین کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہوں مجھے اس کا بھی پتہ ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور اس کا بھی جو دل میں چھپا ہوا ہے۔ ملائکہ بھی دیکھ چکے تھے کہ

ان ہی میں کا اٹھنے بیٹھنے والا جس کو وہ مقرب بارگاہ سمجھتے تھے وہ کیسا ملعون ثابت ہوا اس کے دل میں کیا چھپا ہوا تھا سمجھ گئے کہ ان کا علم کچھ بھی نہیں اور خدا حقیقتاً بہت بڑا جاننے والا ہے اور وہ آدم کو اپنا خلیفہ بنانے میں حق بجانب ہے اور اس کی کوئی مصلحت اس میں ضرور ہے۔ حضرت آدمؑ ملائکہ کو تعلیم دینے کے لئے ایک بلندی پر کھڑے ہوئے تھے جب تعلیم دے کر نیچے اترے تو ملائکہ نے دیکھا کہ ان کا حُسن اور دو بالا ہو گیا اور خدا نے ان کو اب پہلے سے کہیں زیادہ حسین وجمیل بنا دیا ہے۔

آدمؑ نے اس پر جتنا بھی شکر خدا کا ادا کیا ہو کم ہے اور بات بھی تھی شکر کی عام انسان کو احساس نہیں ہو سکتا کیونکہ پیدا ہونے کے بعد وہ جب نظریں کھولتا ہے تو لوگوں کو چلتے پھرتے پاتا ہے ایسے ہی اعضاء وجوارح ہر ایک کے دیکھتا ہے تو نظریں عادی ہو جاتی ہیں لیکن حضرت آدمؑ کے ساتھ یہ بات نہ تھی۔ انہوں نے پہلے کسی ایسی مخلوق کو نہیں دیکھا تھا آنکھ کھلی تو اپنا جسم دیکھا جس میں کچھ ٹیڑھی میڑھی ہڈیاں کچھ جوڑ پیوند کچھ عجیب وغریب قسم کے اعضاء پھر ان پر ایسے ذہن ملے جن کو استعمال کر سکتے تھے۔ اور قوت فکر ملی جس کو تصرف میں لا سکتے تھے اعضا وجوارح ملے کہ جس طرح چاہتے استعمال کرتے۔ ایک ایسی قوت معرفت ملی تھی جس سے حق وباطل کے درمیان تمیز کرنا ممکن تھا۔ مختلف رنگوں کو پہچاننا ہر مزہ کو سمجھنا ہر قسم کی چیز کو دیکھنا اور ان کا فرق معلوم کرنا۔ ہم شکل چیزوں میں تمیز کرنا جاڑا گرمی خشکی تری ہر بات کا احساس کرنا اسی قوت شناخت کے ذریعہ ممکن تھا ایسی عجیب وغریب خلقت پر حضرت آدمؑ نے جتنا بھی شکر کیا ہو کم ہے اور پھر یہ کہ ایسی باتیں کسی اور مخلوق کو نہیں نصیب ہوئی تھیں اور یہ صرف حضرت آدمؑ کے لئے تھیں اس پر اور

بھی ان کے شکر کا جذبہ بڑھا ہوگا۔ اور پھر خلقت کے بعد ان کو خدا نے علم عطا کیا۔ علم کو عبادت پر بڑی فضیلت ہے اسی لئے حضرت آدمؑ کو ملائکہ پر فضیلت دی۔ آدمؑ کو ان کے آگے نہیں جھکایا لیکن تمام ملائکہ کو حضرت آدمؑ کے سامنے جھکنا پڑا یہ علم کی برکتیں تھیں شاید اسی لئے رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ "عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی ہماری فضیلت ہماری امت پر"۔ خدا نے روز اول اس کا مشاہدہ کرا دیا جبکہ ہزاروں سال سے عبادت کرنے والے فرشتے جھک پڑے اس کے سامنے جس کو خدا نے علم سے نوازا تھا اور یہ بات ملائکہ کے دل سے نکال دی گئی کہ آدمؑ کے بجائے ان کو بھی خلیفہ بنایا جا سکتا تھا۔۔ اور جس نے سجدہ نہیں کیا اس کا حشر بھی ملائکہ نے دیکھ لیا وہ اس کی قوم اور اس کے ماننے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون قرار دے دیئے گئے۔ آدمؑ کو کیوں نہ خوشی ہوتی اتنی نعمتیں بھی تو خدا نے خاص ان کے اور ان ہی کی اولاد کے لئے مقرر کی تھیں۔ اور ان کو بس ایک حکم تھا کہ اپنی حیثیت پہچان لو اور آئندہ صرف میری اطاعت کرنا کسی اور کی نہیں۔

مال

حضرت آدمؑ کا سجدہ ہو چکا ملائکہ کو اسماء کی تعلیم دی جا چکی ان کو تعلیم دے کر آدمؑ نیچے آئے تو اب ان کو ایک نئی کیفیت سے دوچار ہونا پڑا جو نیند تھی۔ ابھی تک صرف زندگی سے سابقہ تھا اب پھر رفتہ رفتہ موت کی آغوش میں جا رہے تھے غنودگی طاری ہوئی اور رفتہ رفتہ کر کے عارضی موت یعنی نیند نے آدمؑ کو دنیا سے بے خبر کر دیا۔۔

نیند بھی عجیب چیز ہے انسان کے لئے موت میں اور اس میں بظاہر کوئی فرق نہیں صرف اتنا کہ نیند کے بعد بیداری کا یقین روزمرہ کے تجربات سے پختہ ہو جاتا ہے اسی طرح موت بھی ایک طویل نیند ہے اور جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد یقیناً زندہ ہونا ہے تو ان کے لئے موت بھی نیند سے بڑھ کر نہیں ہوتی وہ موت میں بھی وہی لذت محسوس کرتے ہیں جو ہم نیند میں محسوس کرتے ہیں جب دوبارہ زندگی یقینی ہو تو پھر موت کا ڈر کیسا ایسے ہی لوگ موت سے کھیلتے ہوئے ملیں گے دشمنوں میں گھر کر نماز پڑھتے ہوئے ملیں گے تلواروں کی چھاؤں میں یہ آرام سے نیند سو جاتے ہیں اور ان سے جب پوچھا جائے تو موت کو شہد سے زیادہ شیریں بتائیں گے۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں موت سے اتنا ہی مانوس ہوں جتنا بچہ اپنی ماں کے سینہ سے۔

ادھر حضرت آدمؑ نیند سوئے ادھر قدرت نے ان کی دل بستگی کے لئے حضرت حواؑ کی تخلیق شروع کر دی۔ حضرت آدمؑ کے پیکر سے کچھ مٹی بچ گئی تھی کیوں کہ خدا نے منگائی تھی اسی خیال سے کہ دو پیکر بنانے ہیں دونوں کو الگ الگ نہیں بنایا بلکہ ایک ہی مٹی سے پہلے آدمؑ کو اور پھر جو بچ گئی اس سے حواؑ کو پیدا کیا تاکہ دنیا میں آنے کے بعد یہ دونوں مل کر رہیں کیوں کہ ان کی اصل بھی ایک تھی۔ آدمؑ سوتے رہے اور ان کے لئے ایک حسین و جمیل پیکر تیار ہوتا رہا وہ ان کے لئے بن رہی تھیں اس لئے ان ہی جیسی شکل و صورت پر بنیں۔ لیکن ان سے زیادہ حسین اور آج تک ہر مرد کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی

بیوی اس سے زیادہ حسین ہو۔ آدمؑ کا حسن دوبالا ہو چکا تھا لیکن حوا کو ان سے بھی زیادہ حسین بنایا۔ ان سے رنگت میں زیادہ صاف بدن ان سے زیادہ نازک، قد ان سے چھوٹا، آنکھیں زیادہ خوبصورت، آواز میں مٹھاس، ناک، پتلی دانت چمکیلے اور ہتھیلیاں آدمؑ سے زیادہ نرم و نازک سر کے بال بڑے بڑے جن کو خدا نے مشک و عنبر سے معطر اور موتی جواہرات سے مزین کیا تھا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن آدمؑ سوتے رہے خواب میں خدا نے ان کو ایک حسین مخلوق دکھائی اور اسی عالم میں اس کی محبت حضرت آدم کے دل میں ودیعت کر دی گئی۔

تخلیق کا کام بھی کہیں دور نہیں بلکہ ان کے پاس ہی ہوا اس طرح قربت ہر حال میں رہی جب پیکر تیار ہو گیا اور اس میں روح پھونک دی گئی تو حکم خدا سے حوّا نے وہاں سے ہٹنا چاہا۔ یہ فطری حیا تھی عورت کی جو ایک مرد کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے کوئی بتانے والا نہ تھا دست قدرت نے پیدا کیا اور اسی نے حکم دیا۔

خدا کی مرضی سے حیا پیدا ہوئی۔۔۔ اور حضرت حوّا نے وہاں سے ہٹنا چاہا ان کی حرکت سے حضرت آدمؑ کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہی حسین مخلوق سامنے تھی۔ خدا کی قدرت پر حیران ہو کر اٹھ بیٹھے۔ فطرت نے تقاضہ کیا کہ بات کریں پہلا سوال یہ کیا کہ مَن انتِ تم کون ہو۔ خلقت ایک ہی مادہ سے ہوئی تھی۔ حوّا نے آدم کی بات سنی اور کہا میں بھی تمہاری طرح خدا کی ایک مخلوق ہوں جس طرح تم کو اس نے پیدا کیا اسی طرح مجھے پیدا کیا جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھی خدا کی مخلوق ہے تو اب متوجہ ہوئے خدا کی طرف اے خالق اکبر یہ کون ہے جس کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے جس کے قریب رہنے کو جی چاہتا اور جس سے باتیں کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا آدمؑ جس طرح

تم میرے بندے ہو اسی طرح یہ میری کنیز ہے آدمؑ تم کو میں نے پیدا کیا ہے اور تم دونوں کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں تمہارے رہنے کے لئے ایک جگہ بنائی جس کا نام جنت ہے اس میں وہی جائے گا جو میرا دوست ہے اور اس سے باہر وہی رہے گا جو میرا دشمن ہے حضرت آدمؑ کو حیرت ہوئی فرمایا بارالٰہا تو تو خالق اکبر ہے یہ آسمان و زمین تیرے ہی ہیں پھر ان میں کوئی تیرا دشمن بھی ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہوا ہاں آدمؑ یہ سب میرے ہی ہیں اور میرے اختیار میں ہیں۔ اگر میں چاہتا تو ان میں سے ہر ایک میری عبادت پر مجبور ہوتا لیکن میں نے ایسا نہیں چاہا اور کچھ بندوں کو صاحب اختیار پیدا کیا چاہے وہ عبادت کریں چاہے ناشکرے بن کر میرا عذاب مول لیں۔ آدمؑ میرا جو جی چاہے کرتا ہوں اور جس چیز کا ارادہ ہوتا ہے ویسا ہی حکم دیتا ہوں۔

حضرت آدمؑ نے فرمایا خداوندا تیری اس کنیز کی طرف میرا دل مائل ہوتا ہے تو نے اسے کس کے لئے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا آدمؑ یہ حسین و جمیل مخلوق تمہارے لئے ہے تاکہ تمہارا دل بہلائے تم کو نفسانی خواہش دیتا ہوں تاکہ تم اس مخلوق سے سکون حاصل کر سکو یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی تاکہ تم اس زمین پر تنہا نہ زندگی بسر کرو۔ آدم کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہارے حوالہ کر دی جائے۔ تمہارے ساتھ رہے تم سے باتیں کرے اور تمہارا دل بہلائے۔ فرمایا ہاں اے میرے پروردگار میری یہی خواہش ہے اور اس کے لئے ہمیشہ تیرا شکریہ ادا کرتا رہوں گا۔ شکر نعمت پر ہوتا ہے آدمؑ کو نعمت ہی مل رہی تھی جیسا کہ حضرت رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اچھی بیوی خدا کی نعمت ہے"۔

ارشاد ہوا کہ آدمؑ اس کے لئے باقاعدہ خواستگاری کرو۔ خدا نے یہ حکم

دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہی رسم جاری کر دی کہ مرد خواستگاری کیا کریں۔ حضرت آدمؑ نے خدا سے درخواست کی بارالہا میں اس کو زوجیت میں لینا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ آدمؑ میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں حوا کو تمہارے حوالہ کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم اس کو مسائل دین سکھاؤ اور میرا شکر کرنے کی ترغیب دلاؤ۔

خدا نے شروع ہی سے اپنی امانت کے لئے یہ شرط قرار دیدی تاکہ ہمیشہ مومنین اپنی بیویوں کو دینی علوم سکھاتے رہیں تاکہ عورتیں ان کے بچوں کو بھی وہی باتیں بتائیں اور اس طرح سب خدا کو برابر پہچانتے رہیں۔ یہ عجیب و غریب حکم تھا جو فطرت سے بالکل قریب ہے۔ بچے باپ سے زیادہ ماں کی آغوش میں رہتے ہیں۔ اگر ماں دینی واقفیت رکھتی ہوگی تو بچے بھی اس کا اثر لے کر نکلیں گے۔ کیونکہ عورت کا اثر بچوں پر ضرور ہوتا ہے اور عورت کی یہ فطرت ہے کہ مرد جیسا چاہتا ہے آخر کار اس کو ویسا ہی بنا لیتا ہے جو قوم چاہتی ہے عورت کو ذلیل کر دیتی ہے جو چاہتی ہے اس کو عزت و احترام سے رکھتی ہے اس لئے عورتیں بہر حال مردوں کا اثر قبول کر ہی لیتی ہیں اور عورتوں کا اثر ان کے بچوں پر پڑتا ہے اس طرح اگر اس ایک حکم کی پابندی ہو تو خدا کی بہت سی مخلوق عذاب الٰہی سے بچ جائے۔

حضرت آدمؑ نے کہا اللہ اگر تیری یہی مشیت ہے تو میں تیری رضا سے اس کو تعلیم دینے پر تیار ہوں۔ ارشاد ہوا ہاں میری مشیت یہی ہے اور اسی شرط کے ساتھ میں اس کو تمہاری زوجیت میں دیتا ہوں۔ اب تم اس سے متحد ہو جاؤ۔

حضرت آدمؑ اب تک اپنی عزت ہی کراتے آئے تھے ملائکہ کے سجدہ سے بڑھ کر کیا عزت ہوتی اور پھر خدا کی نعمتوں نے اور بھی معزز کر دیا تھا اب جو خدا

نے یہ حکم دیا تو انہوں نے حضرت حوّا سے کہا کہ تم میرے پاس آؤ۔ لیکن اس منزل پر خدا نے عورتوں کو عزت دی۔ اور حضرت حوا نے حکم خدا سے کہا میں تو نہیں آؤنگی آپ چاہیں تو میرے پاس آئیں چنانچہ حضرت آدم اُٹھ کر گئے۔ حدیث میں اس کے بعد یہی الفاظ ہیں کہ اگر حضرت حوّا اٹھ کر آئی ہوتیں تو ہمیشہ عورتیں خواستگاری کرتیں لیکن خدا نے ایسا نہیں چاہا بلکہ حضرت آدمؑ ان کے پاس گئے۔ خدا نے اسی طرح آج تک عورتوں کو یہ عزت دی ہے اب بھی مرد ہی ان کی خواستگاری کرتے ہیں اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ بغیر نکاح کسی مسلمان عورت پر نگاہ تک ڈال سکے۔ اور اس طرح عورت کو ایک معزز مخلوق قرار دیا اور پھر جب وہ ماں بیٹی اور بہن بنی تو اس کی عزت اور بھی بڑھا دی۔ اور مردوں پر واجب قرار دیا کہ ان کو ہمیشہ عزت کے ساتھ رکھیں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہ خدا کی خاص رحمت تھی۔ جس پر جتنا بھی شکر ہو کم ہے۔

جنت کی سیر

دنیا میں بھیجنے سے پہلے خدا نے اس بات کو بہتر سمجھا کہ ان کو اعلیٰ مرتبہ سے ایک دم زمین پر اس طرح نہ بھیج دیا جائے کہ جانے کے بعد ان کو تکلیف ہو اور بلا وجہ تکلیف ہو اس لئے کچھ عرصے کے لئے جنت میں جگہ دی اور پھر آدمؑ و حوّا خود اپنی غلطی سے جنت سے زمین پر آئے تو اب دنیا میں جو جنت کے آرام سے کمی تھی اس کو انھوں نے خدا کے عدل کے خلاف نہیں پایا اور سمجھے کہ یہ ہماری غلطی کا نتیجہ ہے اگر خدا پہلے ہی بھیج دیتا تو حضرت آدم پوچھ سکتے تھے کہ کیوں ہم کو اس آرام سے

الگ کیا گیا۔ اور درحقیقت وہ زمین ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے تاکہ خدا کے نبی بن کر رہیں اس لئے ان کو آنا بھی تھا۔

عربی میں باغ کو جنت کہتے ہیں چاہے وہ زمین کی ہو یا خدا کی وہ مخصوص جنت جو اس نے قیامت کے بعد نیک بندوں کے لئے بنائی ہے بہرحال سب کو جنت کہتے ہیں اس کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں سوائے اس کے کہ انسان چونکہ سب سے زیادہ آرام و سکون کی زندگی باغ ہی میں بسر کر سکتا ہے اس لئے اس نے ہمیں انعام دینے کے لئے بھی باغ ہی میں مکانات بنائے اور عیش و آرام کا سامان مہیا کیا۔

بہرحال اسی طرح خدا نے حضرت آدمؑ و حواؑ کے لئے بھی ایک جنت بنائی اس میں ہر طرح آرام و آسائش کا سامان مہیا کر دیا ان کے آرام کے لئے ملائکہ مقرر کر دیئے تاکہ نگہبانی بھی ہوتی رہے ملائکہ سے خدا نے کہ دیا کہ شیطان اگر دروازے پر آئے تو اس کو داخل نہ ہونے دینا اور آدمؑ و حواؑ سے بتا دیا کہ شیطان تمہارا بدترین دشمن ہے دیکھنا کہیں تم کو اپنی دشمنی سے نقصان نہ پہونچائے۔

پھر خدا نے جنت میں کچھ خاص قسم کے درخت پیدا کر دیئے جن کے کھانے کا اثر بعد میں حضرت آدمؑ و حواؑ پر یہ ہوا کہ وہ تمام علامتیں ظاہر ہو گئیں جو پوشیدہ تھیں اور دونوں کو دنیا میں آنا پڑا۔ خدا نے حضرت آدم و حوا سے کہا کہ اس جنت میں جا کر رہو یہ تمہارے آرام کی جگہ ہے خوب کھاؤ پیو اور عیش کرو صرف اس درخت کے پاس نہ جانا اور اس کے علاوہ تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔

ادھر شیطان جل رہا تھا کہ آدمؑ کے مقابلہ میں شکست بھی کھانی پڑی اور اب یہ مٹی کی مخلوق اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں آرام بھی کر رہا ہے اسی حسد میں بیچین

وہ جنت کے قریب پہونچا اندر جانا چاہا لیکن جنت کے دربانوں کو خدا منع کر چکا تھا کہ اس کو اندر نہ جانے دینا انہوں نے اس کو روک دیا۔ وہاں سے پلٹ کر اس نے اپنے ارادہ کو ترک نہیں کیا بلکہ چاروں طرف گھومتا رہا کہ اتنے میں حیّہ پر نظر پڑی جو جنت کی دیوار پر گھوم رہا تھا۔ یہ ایک بہت حسین جانور تھا ہر جانور کی طرح اس کو بھی چار پیر دیئے گئے تھے لیکن شیطان کی بات مان کر اس نے اپنا نقصان کیا اور بعد میں خدا نے پیر کاٹ کر زمین پر اسے سانپ کی شکل میں بھیج دیا۔

شیطان اس کے قریب آیا اور وعدہ کیا کہ اگر حیّہ اس کو جنت میں پہونچا دے گا تو وہ اسے اسم اعظم بتا دے گا (یہ وعدہ آگے چل کر بالکل غلط ثابت ہوا جبکہ حیّہ نے شیطان کو پہونچا کر مطالبہ کیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ مجھے اگر اسم اعظم معلوم ہوتا تو پھر تمہاری حاجت کیوں ہوتی)۔ بہرحال حیّہ نے شیطان کی بات سن کر کہا کہ میں کیوں کر تجھے لے جا سکتا ہوں جبکہ دروازے پر خدا کے فرشتے موجود ہیں جو دیکھ لیں گے۔ آخر شیطان نے ایک ترکیب نکالی اور اس کے منہ میں سامنے کے دانتوں کے درمیان بیٹھ گیا (جس جگہ اب سانپ کے منھ میں زہر کی تھیلی ہوتی ہے) حیّہ شیطان کو لے کر بلکہ شیطان حیّہ کو لے کر جنت میں اس طرف آیا جہاں حضرت آدمؑ وحواؑ تھے۔ حضرت آدمؑ سے پہلے ملاقات ہوئی۔

حضرت آدم کی نظر میں ان سے اور حیّہ کی نظر میں شیطان سے اور حضرت آدم سے باتیں شروع ہوئیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ اگر وہ اس درخت سے کھا لیں گے تو جنت سے کبھی باہر نہ نکلیں گے اور ملک بن جائیں گے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہا

ہوں لیکن حضرت آدمؑ نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔

اب وہ حضرت حواؑ کے پاس آیا اور کہا حواؑ تم دونوں کی عبادت اور حسن عمل دیکھ کر خدا نے اب اس درخت سے پابندی ہٹالی ہے جس کے قریب جانے سے تم کو منع کیا گیا تھا جو فرشتے روکنے کے لئے مقرر ہوئے تھے وہ اب کچھ نہیں کریں گے تم جا کر دیکھ لو اور اگر تم کھا لو گی تو ملک بن جاؤ گی اور ہمیشہ یہیں رہو گی۔ دیکھو خدا کی قسم میں صرف تمہاری بھلائی کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ اور اگر تم نے آدمؑ سے پہلے کھا لیا تو ایک اور فائدہ ہوگا کہ تم ہمیشہ آدم پر غالب ... رہو گی۔ حواؑ آئیں تو فرشتوں نے روکنا چاہا حکم قدرت ہوا کہ تم صرف ان کو منع کرو جن کو ہم نے عقل نہیں دی ہے اور جن کے پاس عقل ہے ان کے لئے وہی کافی ہے تم کو منع کرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ حواؑ نے بلا تامل کھایا اور دیکھا کہ کوئی اثر ان پر طاری نہیں ہوا۔ دوڑی ہوئی آدمؑ کے پاس آئیں کہ آدمؑ وہ پابندی ہم پر سے خدا نے اٹھا لی میں ابھی کھا کر آرہی ہوں اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ حضرت آدمؑ ابھی حیہ سے بھی یہی بات قسم کے ساتھ سن چکے تھے اب حواؑ بھی یہی کہہ رہی تھیں بلکہ ثبوت دے رہی تھیں۔ کہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچا چنانچہ آپ حضرت حواؑ کے ساتھ ہو گئے اور وہ کام کر بیٹھے جس کی وجہ سے آپ کو جنت چھوڑنی پڑی۔

کھاتے ہی اسی وقت دونوں کی شرمگاہ ظاہر ہو گئی حضرت آدم سمجھ گئے کہ یہ سب شیطان کی حرکت تھی۔ لیکن اب کیا کر سکتے تھے۔ پتے اٹھا اٹھا کر جسم چھپانے لگے کہ قدرت کی آواز آئی کیوں آدم ہم نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا کیا میں نے بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان سے بچ کر رہنا یہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

دونوں نے کہا بار الہا ہم نے اپنے حق میں بُرا کیا اب اگر تو نے معاف نہیں کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہمارا سراسر نقصان ہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ جاؤ اب تم سب کے سب زمین پر شیطان اور سانپ کے ساتھ چلے جاؤ وہاں تینوں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے وہاں تمہارے کھانے پینے اور رہنے کا سامان ہے اب وہیں تمہاری زندگی اور موت ہوگی اور وہیں سے تم کو پھر باہر لایا جائے گا۔

اور اس طرح آدمؑ و حواؑ کی زندگی کا وہ شاندار زمانہ ختم ہوگیا جس میں اب تک راحت و آرام کے علاوہ کسی قسم کا غم نہ دیکھا تھا۔ اب اس دنیا میں رہنا تھا۔ جہاں تکلیف تھی محنت و مشقت تھی اور مصیبتیں تھیں۔ بس ایک آسرا رہ گیا تھا کہ خدا نے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ تم اور تمہاری اولاد میں سے جو یہ ثابت کر دے گا کہ صرف میرا بندہ ہے اس کو پھر جنت میں لاؤں گا ایسی جنت جہاں سے کبھی باہر نہ جانا ہوگا یہ جنت خلد ہوگی جس میں سب ہمیشہ ہمیشہ آرام و چین سے رہیں گے۔ اس امید سے کچھ ڈھارس بندھی اور آدمؑ و حواؑ حسرت کے ساتھ جنت سے رخصت ہو گئے۔

تمت بالخیر

خاتمہ

اصل کتاب "تاریخ ائمہ" چونکہ ایک جلد میں تھی اس لئے اس میں خلقت کائنات کے مسئلہ پر روشنی نہیں ڈالی گئی اس کتاب میں خدا کے فضل سے یہ کام پورا ہوگیا اور وہ تمام ضروری آیات و احادیث جن سے خلقت کائنات کا پتہ چلتا ہے اس میں جمع کردی گئیں۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مدد قرآن مجید اور اس کی تفاسیر (برہان، مجمع البیان ترجمہ مقبول، فرمان علی اور مرزا احمد علی) حضرت علیؑ کے خطبات نہج البلاغۃ اور اس کی شرح (منہاج البراعۃ، ابن میثم، محمد صادق، ذاکر حسین، اور علی حیدر) بحارالانوار، حیات القلوب، سفر نامہ مولانا جوہر، سائنس کی چند کتب (جن میں سے اکثر برٹش کونسل کی لائبریری سے دستیاب ہوئیں) اور ریڈرز ڈائجسٹ کے بعض مضامین سے لی گئی ہے۔

خدا کے فضل سے یہ کتاب باحسن وجوہ انجام پاگئی اور اب اس کی مدد سے دوسری کتاب "حضرت آدم و نوح" شروع کی جارہی ہے۔ جس میں زمین پر انسانی آبادی کی پہلی تاریخ ہوگی۔ اس سلسلہ میں خدا کے فضل سے تمام ضروری کتابوں کا انتظام کرلیا گیا ہے اور اس دور کے متعلق ان میں جتنی احادیث اور آیات ملی ہیں (یا ملیں گی) ان سے یہ تاریخ مرتب کی جارہی ہے اور امید ہے کہ خدا اس کتاب کی تکمیل میں اپنا فضل و کرم شامل حال رکھے گا۔

احقر آغا جعفر منتظم مطلع شمس و مدیر رسالہ شمس کراچی

فہرست مضامین

خدا کا شکر ۲
سب سے پہلے خدا کے علاوہ کچھ نہ تھا ۶
خدا کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن عقل سے ۹
حضرت موسیٰ نیند میں دو شیشیاں نہیں بچا سکے ۱۰
خدا کی معرفت دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ہو جاتی ہے ۱۲
خدا کرنے اور نہ کرنے دونوں پر قادر ہے ۱۸
زندگی کے ساتھ موت کا ہونا کسی سبب سے ہے ۲۱
خدا نے اپنی معرفت کے لئے سب سے
پہلے نور محمدی کو پیدا کیا ۲۵
قرآن میں اللہ کا نور حضورؐ کو کہا گیا ہے ۳۴
خدا کا تصور ہمارے ذہن میں نہیں ہو سکتا ۴۱
خلقت کائنات کے متعلق سائنس رفتہ رفتہ حق سے قریب آ جائے گی ۴۴
ہم عقل کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہیں ۴۸
قرآن کے مطالب میں بڑی وسعت ہے ۵۹
نور کا مطلب ہے نیکی کی طرف فطری رجحان ۶۲
ذات خدا کو اس کی صفات سمجھا

دیتی ہیں ۷۶

رسولؐ نے علوم کے دریا اور حجابوں سے گزر کر اللہ کو پہچانا ۷۸

کائنات کو بنانے کے لئے خدا نے ایک جوہر خلق فرمایا ۹۹

خدا نے ہر چیز کو جوڑا پیدا کیا ہے۔ ۱۰۰

پانی سے ہماری زندگی کا بہت قریبی تعلق ہے ۱۰۱

پانی کے متعلق حکیم فلوطرخیس بھی ہماری تائید کرتا ہے ۱۰۲

جوہر کے ایک حصہ سے عرش بنایا گیا ۱۰۴

فرشتوں کے نام بامعنی ہیں ۱۰۸

عرش بہت ہی بڑا ہے ۱۰۸

عرش کے بعد کرسی، لوح اور قلم بنے۔ ۱۱۳

خدا نے بیشمار ملائکہ خلق فرمائے ... ۱۲۲

بہت سے فرشتے ہماری جان بچانے پر مقرر ہیں ۱۳۰

جنت کے دروازوں کے نام اچھی صفات پر ہیں ۱۳۲

اللہ چاہتا ہے کہ اس سے انسان ملتا رہے ۱۳۵

جنت کو بہت پہلے پیدا کیا گیا ... ۱۴۲

حضرت علیؑ اشارہ کر گئے تھے کہ ہمارے عکس ضائع نہیں ہوتے ۱۴۳

خلقت عالم کے لئے جوہر سے پانی پیدا ہوا ۱۴۶

پانی کے بعد اس کے چاروں طرف ہوا پیدا ہوئی ۱۴۷

پانی کے کف سے زمین خلق ہوئی۔ ۱۴۹

زمین پہلے ہر طرف ہلتی رہتی تھی ... ۱۵۱

سیمن مچھلی کی یادداشت حیرت انگیز ہے ۱۵۶

پانی کے بخارات سے آسمان بنے .. ۱۵۸

زمین و آسمان چودہ کی تعداد میں ایک دوسرے کے اوپر ہیں ۱۶۲

مسٹر میکلو نے بلندی سے دیکھا کہ آسمان کا رنگ کافی بدلا ہوا ہے۔ ۱۶۳

چاند کو حساب کی اصل قرار دیا گیا ۱۶۷

زمین و آسمان چھ دن میں خلق ہوئے ۱۶۸

سال کے ۳۶۰ کے بجائے ۳۶۵ دن کیوں ہیں ۱۷۱

تیز آگ سے خدا نے جنات کو زمین پر پیدا کیا ۱۷۷

جنات کی نافرمانی سے ان کے بازو قطع کر دیئے گئے ۱۷۸

جنات پر سزا کے بعد شیطان آسمان پر چلا گیا ۱۸۰

زمین نے نہیں پسند کیا کہ گنہگار مٹی سے بنیں ۱۸۳

افریقہ کے ایک درخت کی غذا انسان کا خون ہے ۱۸۴

پیکر آدمؑ کے لئے عزرائیلؑ نے مٹی جمع کی ... ۱۸۶

اسلام میں بھی خدا کا مقرر کردہ نظریہ ارتقا موجود ہے ۱۸۷

مٹی گوندھ کر تمام انسان ذرات کی شکل میں پیدا کئے گئے ۱۸۹

عالم ذر میں امتحان لے کر ہم کو پھر دنیا میں پیدا کیا گیا ۱۹۱

ہمارے جسم سے بے حساب سپرم خارج ہوتے ہیں ۱۹۵

مٹی خمیر بنی اور پھر پیکر تیار ہوا ۱۹۷

ملائکہ کو پہلے خیال تھا کہ وہی زمین پر خلیفہ بنیں گے ۱۹۹

آدمؑ کا پیکر دیکھ کر شیطان پہلے ہی جلتا تھا ۲۰۰

چار ہواؤں نے بہت سے جذبات انسان میں پیدا کئے ۲۰۱

سب سے آخر میں روح آدمؑ کے سر سے پیر تک داخل ہوئی ۲۰۵

روح بس ایک امر ربی ہے ۲۰۵

شیطان نے سجدے سے انکار کیا اور اپنی عبادت کا بدلہ اسی وقت لے لیا ... ۲۱۰

شیطان نے خدا کی حکمتوں پر اعتراضات کئے اور خدا نے ایک جملہ میں سب کا جواب دیدیا ۲۱۵

ملائکہ کو بتایا گیا کہ آدمؑ کیوں خلیفہ بن رہے ہیں ۲۱۸

آدمؑ کے لئے خدا نے مٹی ہی سے حواؑ کو خلق کیا ۲۲۱

آدم و حوا کو جنت میں بھیج دیا گیا اور ایک درخت کے پاس جانے سے خدا نے منع کیا ۲۲۵

شیطان آدمؑ و حواؑ کو جنت سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا ... ۲۲۶

کتاب

اللہ اور کائنات

میں مندرجہ ذیل الفاظ سامنے دیئے ہوئے صفحات پر ایک بار یا متعدد بار ذکر کئے گئے ہیں۔

آدم:- ۸، ۲۵، ۱۲۳، ۱۷۶، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۹، ۱۹۶، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، اور ۲۲۹،

آسمان:- ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۶، ۲۳، ۳۳، ۳۵، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۵۵، ۵۹، ۷۵، ۸۲، ۹۰، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۲، ۲۱۸، اور ۲۲۳،

آگ:- ۱۱، ۱۸، ۳۸، ۴۱، ۴۸، ۵۲، ۹۰، ۱۴۸، ۱۵۸، ۱۶۶، ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۱۴، اور ۲۱۵،

پانی:- ۶، ۷، ۸، ۱۱، ۱۸، ۲۰، ۲۹، ۴۲، ۴۴، ۴۸، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۲۲، ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۹۰، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۳، ۲۰۴، اور ۲۱۴،

پہاڑ :- ۱۴، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۹،
۱۸۸، اور ۱۹۹،

رحمٰن :- ۱۱۱، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۸، ۱۹۸، ۱۹۹، اور ۲۰۰،

جنت :- ۵۹، ۷۴، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۷، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۹، ۱۲۰،
۱۲۱، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱،
۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۳، ۱۹۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۲، ۲۲۳،
۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، اور ۲۲۹،

جہنم :- ۵۹، ۶۴، ۷۴، ۸۷، ۹۱، ۹۲، ۹۷، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۴۱،
۱۴۳، ۲۱۴، ۲۱۵، اور ۲۱۶،

چاند :- ۱۱، ۱۳، ۲۶، ۴۱، ۷۲، ۹۵، ۱۲۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۶۶،
۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۵، اور ۱۸۷،

حجاب :- ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۹۰، اور ۹۹،

حوّا :- ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۶، اور ۲۲۹

حیّہ :- ۲۲۷، اور ۲۲۹

دن :- ۶، ۱۴، ۴۲، ۶۳، ۶۸، ۹۷، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۴۳، ۱۶۸،
۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، اور ۲۱۰

ذرّات :- ۶، ۷، ۸، ۵۴، ۶۴، ۶۱، ۱۰۰، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۸، ۱۴۸،
۱۵۸، ۱۷۲، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، اور ۱۹۷

رات :- ۶، ۱۴، ۴۲، ۶۳، ۶۸، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۴۳، ۱۶۵، ۱۶۶،
۱۶۷، اور ۲۱۰،

روح :- ۲۷، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۸، ۸۵، ۱۸۷، ۲۰۴، ۲۰۵،
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، اور ۲۲۳،

زمین :- ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۲، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۸،
۵۹، ۷۵، ۸۲، ۹۰، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۰،
۱۲۳، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳،
۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲،
۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۷،
۱۹۹، ۲۰۶، ۲۱۸، ۲۲۳، ۲۲۵، اور ۲۲۶،

زیتون :- ۳۶، اور ۳۷،

ستارہ :- ۵، ۶، ۱۱، ۱۲، ......، ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۴۱، ۴۵، ۷۲،
۹۵، ۹۶، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۳۳، ۱۴۲، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۵، اور ۲۳۰،

سورج :- ۵، ۶، ۱۱، ۱۲، ۴۵، ۵۲، ۷۰، ۹۵، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۶، ۱۳۰، ۱۲۴،
۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۲، اور ۱۸۱،

شیطان :- ۹۲، ۱۲۹، ۱۸۰، ۱۸۲، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۶، ۲۲۷، اور ۲۲۹،

عرش :- ۶، ۸۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷،
۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۴۵، ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۶، اور ۲۰۷،

عقل :- ۲، ۶، ۷، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۷،
۲۸، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۴۷، ۵۲، ۵۳، ۷۹، ۱۳۰، ۱۶۱، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۳،
۱۹۲، ۲۰۵، اور ۲۲۱،

فرشتہ:- ۳۳، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۴۰، ۱۴۸، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۹، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۱، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، اور ۲۲۴

فضا:- ۵، ۶، ۱۲، ۲۰، ۲۱، ۲۵، ۳۳، ۴۱، ۴۸، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۴۴، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۸۸، اور ۲۰۶،

قلم:- ۳، ۲۷، ۲۸، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، اور ۱۲۸،

کرسی:- ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۷، ۱۶۲، اور ۱۶۶،

کرہ:- ۸۱، ۸۲، اور ۱۱۲

لوح:- ۲۷، ۲۸، ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۲۸، اور ۲۰۹،

مادہ:- ۷، ۲۵، ۲۶، ۳۵، ۶۴، ۶۵، ۶۸، ۶۹، ۷۸، ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۹۵، ۲۰۵، اور ۲۰۶،

مٹی:- ۱۰، ۱۱، ۱۲۳، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۷۷، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۴، اور ۲۱۵

نسناس:- ۸۷، اور

نور:- ۳، ۹، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۳، ۴۵، ۴۷، ۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۶۱، ۱۶۶، ۱۶۷، اور ۱۸۱،

شمس کراچی

یہ شمس ہر شمسی مہینہ میں دو بار نکلتا ہے۔ اس سے ہر مسلمان کا دل قرآن اور تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی روشنی لے سکتا ہے اور اس روشنی سے خدا کے بھیجے ہوئے دین اور اس کی کتاب کو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔ یہ رسالہ کوشش کر رہا ہے کہ مذہب کی تمام ضروری باتیں اس طرح پیش ہوں کہ ہر پڑھا لکھا آدمی دین اسلام سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔ مذہب پر عمل کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کا ذاتی فعل ہے اور یہ معاملہ اس کے اور اس کے پیدا کرنے والے کے درمیان ہے لیکن جس دین کو اس نے اتارا جس کے لئے سرور کائناتؐ نے اتنی کوششیں کیں اور جس کے ذریعہ ایک مخصوص قسم کے اصول زندگی پیش کئے گئے اس کو اردو میں اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ ہر شخص اسلام کو جان جائے۔ اگر غیر مسلم ہے تو وہ بھی اچھی طرح سمجھ جائے اور دیکھے کہ اس کا دین کس حد تک اسلام سے بہتر ہے اور اگر مسلمان ہے تو وہ بھی اچھی طرح سمجھ جائے تاکہ وہ یہ جانتا رہے کہ جس مذہب پر ہے اور باقی رہنا چاہیئے اس میں کیا کیا اچھائیاں ہیں۔

ہر شخص کو اس رسالہ کا ایک شمارہ نمونۃً قواعد ممبری کے ساتھ بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھ کر اطمینان کر سکے کہ کس حد تک یہ رسالہ اسلامی تبلیغ کے لئے مفید ہے۔

سالانہ ضخامت کتابی سائز پر ۵۰۰ صفحات سے زائد فیس ممبری نو روپیہ۔

پتہ

مطلع شمس ناظم آباد ۱ کراچی

خدا کے فضل سے

تاریخ ائمہ

کا پہلا سلسلہ آپ کی نظر سے گزر چکا۔ آپ نے اس کے ہر ہر بیان کو اچھی طرح سے پڑھا اس کی خوبیاں اور خامیاں آپ کے پیش نظر ہیں۔ بعض دشوار منزلیں بھی آئیں لیکن الحمدللہ کہ کوئی بات تشنہ نہیں رہی۔ اس سلسلہ کی کوئی ضروری روایت چھوڑی نہیں گئی اور کتاب کو ہر طرح سے اپنے موضوع پر جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے اب انشاء اللہ دو ماہ میں ایک اور نئی کتاب کی تیاری مکمل ہو جائے گی یہ کتاب

حضرت آدمؑ و نوحؑ

ہے جس میں حضرت آدمؑ و حواؑ کے دنیا میں آنے کے بعد کے حالات یعنی زمین کی پہلی تاریخ ہے حضرت آدمؑ و حواؑ زمین پر آنے کے بعد کیوں کر ملے ان کی نسل کس طرح پھیلی، قابیل کو اپنے حقیقی بھائی حضرت ہابیلؑ سے کیوں اتنی دشمنی ہوئی کہ ان کا سر کچل کر ہلاک کر دیا اولاد آدمؑ کی نسل کیوں کر بڑھی جبکہ خدا کا دین بھائی بہنوں کی شادی کو حرام قرار دیتا ہے حضرت آدمؑ کا آخری حج اور ان کی وفات پھر دنیا میں آبادی کا بڑھنا اور حضرت نوحؑ کے آنے تک کے حالات اور نئی نئی باتوں کا پیدا ہونا حضرت نوحؑ کے عہد میں کیا بغیر طوفان کے امن ممکن نہ تھا حضرت نوحؑ کی نسل کیوں کر بڑھی اور انہوں نے کہاں انتقال فرمایا یہ تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔ اس کتاب کو مطالب اور طباعت دونوں لحاظ سے بہتر سے بہتر صورت میں پیش کیا جائے گا جن حضرات کے پاس اللہ اور کائنات ہے ان کے پاس بے طلب روانہ کی جائے گی جو حضرات اس کا مطالعہ کرنا چاہیں بذریعہ ڈاک اپنے پتہ سے مطلع فرمائیں ان کا بھی نام ممبران میں شریک کر لیا جائے گا جس سے وہ برابر ہر موضوع پر اچھی سے اچھی کتابیں حاصل کرتے رہ سکتے ہیں۔

مطلع شمس ناظم آباد ۱ کراچی

مطبوعات ادارہ اصلاح

کے مطالعہ کی خواہش ہر پڑھا لکھا مسلمان کرتا رہتا ہے۔ اس ادارہ کی کتابیں کسی نہ کسی موضوع پر مفصل تحقیق کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ سیدھی سادی تاریخ وحدیث نہیں بلکہ ان مضامین پر تحقیقی کتابیں ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ کسی موضوع پر علماء نے کیا کیا لکھا ہے، کس کس قسم کے اختلافات اس موضوع پر پیدا ہوئے، اس سلسلہ میں کون کون سی حدیث اور آیت پیش کی جاتی ہے اور ان سب کی روشنی میں صحیح نتیجہ تک کیونکر پہونچا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ کی مندرجہ ذیل کتب کے لئے ہر شخص چند سطریں لکھ کر پوری معلومات ادارہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

شہادتِ عثمانؓ	موضوع تحقیق	شہادت امام حسینؑ
آل واصحاب	موضوع تحقیق	قرآن اور قرآن والے
سوانح عمری خلیفہ اول و دوم	موضوع تحقیق	تاریخ عہد نبیؐ و بعد نبیؐ
تنقید بخاری	موضوع تحقیق	احادیث صحیح بخاری
انوار القرآن (تفسیر)	موضوع تحقیق	مختلف فرقوں کی تفسیریں

پتہ: ادارہ اصلاح دن اِی کراچی ۱۸

آدمؑ
و
نوحؑ

مولانا علی حیدر

دو روپے

مطبع شمسی
ناظم آباد ۲ کراچی